خاتمہ

ترجمہ

آداب المریدین

حضرت خواجہ بندہ نواز
سید محمد حسینی گیسو دراز
قدس سرہٗ العزیز

پروگریسو بکس

خاتمہ

ترجمہ

آدابُ المُریدین

سالکانِ تصوف کے لیے مشعلِ راہ

حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمد حسینی گیسُو دراز قدس سرہٗ العزیز
المتوفی ۸۲۵ھ، گلبرگہ شریف

ترجمہ
سیّد الیسین علی نظامی

پروگریسو بکس
یوُسُف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 7352795

نام کتاب	--------	خاتمہ ترجمہ آداب المریدین
مصنف	--------	حضرت خواجہ بندہ نواز محمد حسینی گیسو دراز ؒ
مترجم	--------	مولانا سید یٰسین علی نظامی ؒ
با اہتمام	--------	محمد یوسف وارثی
پروف ریڈنگ	--------	علامہ محمد انور قمر نقشبندی مجددی
بار	--------	اول مئی 2000ء
تعداد	--------	1100
ناشر	--------	چوہدری غلام رسول' میاں جواد رسول۔
کمپوزنگ	--------	جاپان آرٹ چوک نسبت روڈ' لاہور۔
ہدیہ	--------	200/= روپے

ملنے کے پتے

- پروگریسو بکس ○ یُوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور
- پروگریسو بکس ○ فیصل مسجد ○ اِسلام آباد
- اِسلام بُک ڈپو ○ ۱۲۔ گنج بخش روڈ ○ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

قارئین کرام!

آپ کا یہ ادارہ "پروگریسو بکس" لاہور کے نام سے آپ حضرات کے تعاون سے بفضلہ تعالٰی مذہبی اور اخلاقی کتب کی اشاعت میں منفرد مقام رکھتا ہے۔

آپ کی توجہ اور معاونت سے اسلامیات کے متعدد شعبوں میں گراں قدر کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کا اردو ترجمہ 1920 میں سید یٰسین علی نظامی مرحوم کے قلم سے شائع ہوا تھا۔ سالکان تصوف میں خوب مقبول ہوا۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر اب اس کی اشاعت کی سعادت ہمارے حصے میں آرہی ہے۔

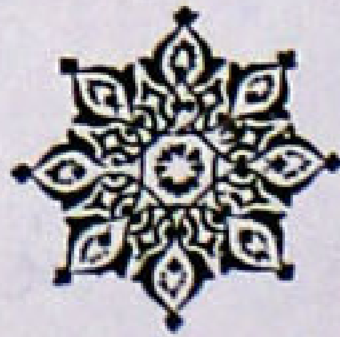
کوشش کی گئی ہے کتاب زیادہ سے زیادہ صحت کے ساتھ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے۔ تاہم حتی الامکان سعی کے باوجود فروگزاشتیں ہو سکتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ایسے مقامات کی نشاندہی فرما کر ہمیں مطلع فرمائیں گے۔

شکریہ

چوہدری غلام رسول

میاں جواد رسول

فہرست مضامین کتاب خاتمہ تصوف



دیباچہ

تصوف ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان خواہشات نفسانی سے پاک ہو کر ان اخلاق حسنہ کو اپناتا ہے جو منشائے رب العزت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس طریقہ حیات سے قلب کی صفائی میسر آتی ہے۔ جسے تزکیہ نفس بھی کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو اپنانے والے صوفی کہلاتے ہیں۔

صوفی لوگ چونکہ (صوف وگدڑی یا کمبل) پہنتے تھے لہٰذا ان کے اس طریقہ زندگی کو تصوف کہا گیا۔ تصوف کی یہ تعریف درست نہ ہوگی کیونکہ محض گدڑی یا کمبلیا کسی شخص کو صوفیا میں داخل نہیں کر دیتی۔ حقیقت میں صوفی کی دنیا شاہانہ آرزو سے الگ ہوتی ہے۔ وہ روحانی دنیا کے شہنشاہ ہوتے ہیں۔ دنیا والے تو ان کے آستانوں کی چوکھٹ کی خاک چاٹتے ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک اسلامی علوم کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی، ظاہری علوم سے مراد شریعت ہے جو عوام کے لیے ہے۔ اور باطنی علم وہ ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے حضور میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم فرمایا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت مولا علی ؓ اور حضرت ابوذر غفاری ؓ کے نام سرفہرست آتے ہیں۔

انہیں اکابر بزرگوں سے باطنی علوم سے جو لوگ فیض یاب ہوئے انہوں نے ہی تصوف کو جنم دیا۔ صوفیاء کے نزدیک تصوف کے چار درجے ہیں یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، اور معرفت۔

بعض کے نزدیک طریقت میں پہنچ کر شریعت کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور

انسان فنافی الشیخ، فنافی الرسول کی منزلوں سے گزر کر فنافی اللہ کی منزل میں پہنچ جاتا ہے۔

تصوف پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ غنیہ الطالبین، کشف المحجوب اور عوارف المعارف زیادہ مشہور ہیں۔ ان کتابوں کے مصنف حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اصفیاء میں سے ہیں جو علوم ظاہری وباطنی سے خوب مزین تھے۔ دنیائے تصوف کی ایک ایک راہ سے واقف تھے۔ انہوں نے راہ سلوک اختیار کرنے والوں کے لیے وہ ضابطے اور اصول مرتب کئے ہیں جن کو اختیار کر کے کوئی سالک درست سمت کا تعین بھی کر سکتا ہے اور منزل کو بھی پا سکتا ہے۔

دنیائے تصوف میں حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کا نام خوب جانا پہچانا جاتا ہے۔ آپ عارفوں کے سلطان اور اولیاء کے امام ہیں۔ خاندان سادات سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ حضرت امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں آپ کا شجرہ نسب یہ ہے محمد بن یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابو الحسن جنیدی ابن حسین بن ابی عبداللہ بن محمد بن عمر بن محمد بن یحییٰ بن حسین بن زید بن زید المظلوم بن علی اصغر بن زین العابدین بن امام حسینؓ۔

آپ کا نام سید محمد اور کنیت ابو الفتح اور لقب صدر الدین اور ولی الاکبر الصادق تھا۔ آپ کی پیدائش دہلی میں 4 رجب 721 بمطابق 30 جولائی 1321ء میں دہلی میں حضرت سید یوسف حسین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں جمعرات کے دن ہوئی۔ آپ کے مورث اعلیٰ ہرات سے دہلی میں تشریف لائے تھے۔ آپ ابھی

صرف چار سال کے تھے کہ محمد تغلق نے 1325ء میں دہلی کی بجائے دیوگری کو دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ کیا تو آپ بھی اپنے والدین کے ہمراہ دیوگری میں گئے۔ یہ روانگی 20 رمضان 728ء بمطابق 29 جولائی 1328ء بروز جمعہ کو ہوئی اور دیوگری میں 17 محرم 729 بمطابق 20 نومبر 1328ء بروز اتوار پہنچے۔ یہیں دو سال کے بعد آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی 5 شوال 731 بمطابق جولائی 1331ء میں وصال فرمایا۔ اور اپنے مکان مسکونہ میں دفن ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ گیسو دراز کی عمر دس سال تین ماہ ایک دن کی تھی۔

یہاں آپ کی صحبت یہاں کے ایک بزرگ کامل حضرت شیخ بابو رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں رہتی تھی۔ یہ انہیں کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ میں دینی شغف پیدا ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی آپ کے بچپن کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے۔ تو آپ نے ظاہری تعلیم اپنے نانا جان کے ہاں تحصیل کی آپ کے زمانہ میں سادات کی یہ نشانی تھی کہ وہ سر کے بالوں کو بڑھایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ کی زلفیں خاصی دراز تھیں۔ اس لیے گیسو دراز کے نام سے مشہور ہوتے اور یہ لفظ آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک دن اپنے مرشد پاک حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کی پالکی اٹھانے والوں میں آپ بھی شامل تھے کہ اتفاق سے آپ کے گیسو پالکی کے پایہ میں پھنس گئے بالوں میں کھچاؤ پیدا ہوا اور درد بھی محسوس ہوا مگر فرط ادب سے شیخ کی سواری کو روکنا گوارا نہ کیا۔ اور اسی حالت میں چلتے رہے۔

منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد پالکی اٹھانے والوں نے اس بات کا تذکرہ حضرت صاحب سے کر دیا تو آپ نے ازراہ شفقت فرمایا۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد

واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

یعنی جو شخص حضرت سید گیسو دراز کا ارادت مند ہو گیا خدا کی قسم اس کا عشق کبھی بھی اسے طریقت کے خلاف کام نہیں کرنے دے گا۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید یوسف حسینی عرف سید راجہ بڑے مجتہد بزرگ تھے۔ اور اپنے نفس کے ساتھ پورا پورا جہاد فرمایا۔ اور نفس کی ہر خواہش جو خلاف شرع ہوئی کو تقویٰ کی تلوار سے قتل کرتے رہے۔ اس لیے دکن میں آپ راجو قتال کے نام سے مشہور ہوئے (صدر الدین راجو قتال نہیں) آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے فیوض سے بھی مالا مال تھے۔

روضہ خلد آباد (دکن میں) میں قیام کے زمانہ میں آپ نے اپنے والد ماجد نانا جان اور دیگر اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ قرآن مجید حفظ کیا علوم متداولہ کی کتابیں پڑھیں۔

چونکہ حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ کے والد ماجد اور نانا جان سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے ان دونوں بزرگوں کی زبانی حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے فضائل و کمالات سنتے رہتے تھے اس لئے انہیں غائبانہ حضرت چراغ دہلوی سے عشق پیدا ہو گیا۔

اس عشق کی راہ میں دہلی کی طویل مسافت حائل تھی۔ جو بچپنے کی عمر میں پاٹی نہیں جا سکتی تھی۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ اپنے بھائی ملک الاسراء سید ابراہم مستوفی گورنر صوبہ دولت آباد سے کسی بات پر ناراض ہو گئیں جس سے آپ بے حد دل برداشتہ ہوئیں۔ اس طرح دونوں بیٹوں حضرت خواجہ

صاحب گیسو دراز اور ان کے بڑے بھائی حضرت سید حسین کو ہمراہ لے کر دہلی روزانہ ہو گئیں اور یوں 4 رجب 736ھ بمطابق 15 جنوری 1340ء بروز ہفتہ دہلی میں پہنچیں۔ دہلی میں آپ نے پہلی نماز جمعہ 21 جنوری 1340ء کو جامع مسجد قطب الدین ایبک میں پڑھی۔ جہاں حضرت چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی نماز پڑھنے کو تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کی ذات کا عشق تو پہلے ہی ان کے دل میں جاگزین تھا جونہی دیکھا تو وارفتہ ہو گئے۔ زبان پر مکمل خاموشی مسلط ہو گئی۔ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ والدہ یہ حالت دیکھ کر بڑی متفکر ہوئیں۔ ان کے بڑے بھائی سید حسین کے ہمراہ حضرت چراغ دہلوی کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ کوئی دم وغیرہ کریں۔

یہاں دم کی کیا ضرورت تھی بس دیکھتے ہی حق حق کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور بارگاہ چراغ میں سراپا نیاز بن گئے۔

حضرت چراغ دہلوی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور حلقہ ارادت میں داخل فرمایا یہ 16 رجب 736ھ بمطابق 27 جنوری 1340ء کی تاریخ اور جمعرات کا دن تھا۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے بعد آپ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور علوم ظاہری کی تحصیل بھی فرماتے رہے ظاہری علوم کی تعلیم میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا شرف الدین کیتھلی، حضرت مولانا تاج الدین بہادر، اور حضرت قاضی عبدالمقتدر جیسے جید علماء کے نام سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کئی معروف اساتذہ سے بھی آپ نے تحصیل علم کی۔

جب آپ کی عمر 19 سال کی ہوئی تو آپ ظاہری علوم سے مکمل طور پر مزین

ہو چکے تھے۔ اب آپ کے پاس ریاضت، مجاہدہ اور اشغال باطن کے لیے خاصا وقت تھا۔ آپ زیادہ وقت حضرت خواجہ چراغ دہلوی کی خدمت میں بسر فرماتے۔ مرشد نے حضرت خواجہ گیسو دراز پر کمال شفقت فرمائی۔ اور یوں بتدریج ریاضتیں کروائیں کہ طبیعت پر ذرا بھی ناگواری محسوس نہ ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت چراغ دہلوی نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم صبح کی نماز کے لیے جو وضو کرتے ہو وہ طلوع آفتاب کے بعد تک باقی رہتا ہے یا نہیں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں باقی رہتا ہے۔

فرمایا۔ اچھا ہوا۔ اگر اس وضو سے دوگانہ اشراق پڑھ لیا کرو تو بہتر ہے میں نے عرض کیا بہت اچھا ایسا ضرور کروں گا۔

پھر فرمایا۔ دوگانہ شکر النہار استخارہ واستعارہ بھی پڑھ لیا کرو۔ چند روز کی پابندی کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا۔

اگر چاشت کی چار رکعت بھی ملایا کرو تو چاشت کی نماز بھی ہو جایا کرے گی میں یہ نہیں کہتا کہ چاشت کی نماز کسی دوسرے وقت پڑھو یعنی اشراق کے بعد ہی چاشت کی نماز پڑھ لیا کرو۔

بالکل اسی انداز سے رمضان کے روزوں کے علاوہ شعبان رجب اور شوال کے روزے رکھنے کا بھی پابند بنا دیا۔

15 رمضان 757ھ بمطابق 10 ستمبر 1357ء کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی پر اچانک بیماری کا غلبہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا کہ مشائخ اپنے وصال کے وقت اپنے خلفاء میں سے کسی ایک کو ممتاز قرار دے کر اپنا جانشین مقرر فرماتے ہیں۔ اگر اس طریقہ پر عمل کیا جائے تو خواجگان کے طریقہ

سے بعید نہ ہو گا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا اچھا مستحق لوگوں کے نام لکھ لاؤ۔

مولانا زین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے باہمی مشورہ سے ایک فہرست پیش کی جس میں حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ کا نام شامل نہ تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا تم کن لوگوں کے نام لکھ لاتے ہو۔ ان سب سے کہہ دو خلافت کا بار سنبھالنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں۔ مولانا زین الدین نے اس فہرست کو مختصر کر کے دوبارہ پیش کیا اس فہرست میں بھی حضرت خواجہ گیسو دراز کا نام نہ تھا۔

اب شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سید محمد کا نام تم نے نہیں لکھا۔ حالانکہ وہی تو اس بار گراں کو اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

یہ سن کر سب حضرات تھر تھر کانپنے لگے۔ اب حضرت خواجہ گیسو دراز کا نام بھی اس فہرست میں لکھ کر حاضر ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے اس نام پر صاد فرمایا۔

اس فیصلے کے تین دن کے بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہوا۔ اور رسم سوئم ادا کرنے کے بعد 21 رمضان المبارک 757ھ بمطابق 16 ستمبر 1357ء حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سجادہ ولایت پہ جلوہ افروز ہوئے۔ اور طالبان حق کو تلقین وارشاد فرمانے لگے۔ لوگوں کو مرید کرنے لگے اس وقت حضرت گیسو دراز کی عمر 36 سال سے کچھ زیادہ تھی۔

جس وقت حضرت خواجہ گیسو دراز کی عمر 40 سال کو پہنچی تو والدہ ماجدہ کے اصرار پر آپ نی سید احمد بن حضرت مولانا سید جمال الدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ کی صاجزادی سے شادی کی۔ حضرت مولانا جمال الدین مغربی نہایت بلند پایہ

محدث وفقیہہ تھے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے دادا سسر تھے۔ اس شادی کے بعد آپ کے سسر سید احمد بھی آپ سے بیعت ہو گئے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ 800ھ تک دہلی میں سجادہ ارشاد پر متمکن رہ کر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف رہے۔ 801ھ میں امیر تیمور نے دریائے اٹک عبور کیا۔ تو حضرت خواجہ نے لوگوں کو آنے والی آفت سے مطلع کر کے دہلی سے چلے جانے کا مشورہ دیا اور آپ خود بھی 7 ربیع الثانی 801ھ کو اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو ہمراہ لے کر دہلی سے روانہ ہو کر گوالیار میں پہنچے۔ اور 18 ربیع الثانی 801ھ کو حضرت خواجہ نے اپنے مرید حضرت مولانا علاؤ الدین گوالیاری کو اپنے سفر کی اطلاع دی۔ گوالیار کے قریب حضرت مولانا علاؤ الدین نے تمام علماء اور عمائدین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا اور اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ تقریباً ایک مہینہ تک آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ اور اس دوران میں آپ نے حضرت مولانا علاؤ الدین گوالیاری کو خلافت سے نوازا۔

یہاں سے آپ بھاندیر اور ایرچہ ہوتے ہوئے چندیری پہنچے اور یہاں چند روز قیام کر کے شب عیدالفطر801ھ کو بڑودہ پہنچے اور شوال کا مہینہ یہیں گزارا اور ذی قعدہ 801ھ میں آپ کھمبائت تشریف لے گئے۔ یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد پھر بڑودہ میں واپس تشریف لے آئے۔ اور سلطان پور ہوتے ہوئے دولت آباد (دیوگری) کی جانب روانہ ہوئے اور روضہ خلد آباد میں اقامت فرما ہوئے۔

جب دولت آباد کی جانب آپ آرہے تھے تو سلطان فیروز شاہ بہمنی فرمانروائے دکن کو آپ کی تشریفِ آوری کی خبر ہوئی تو اس نے صوبہ دولت آباد کے گورنر کو لکھا کہ خود حاضر ہو کر خواجہ صاحب کی خدمت میں نذر پیش کر کے

گلبرگہ میں تشریف لانے کی درخواست کرو۔ حضرت خواجہ صاحب گلبرگہ کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز بہمنی خاندان شاہی امرا' مساوات' اور افواج شاہی کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ ان کا استقبال بڑے اعزاز و تکریم کے ساتھ کیا گیا۔ اور یوں حضرت خواجہ صاحب تزک واحتشام کے ساتھ گلبرگہ پہنچے۔ اور کئی سال تک قلعہ کی پشت میں خانقاہ میں قیام رہا۔ اس کے بعد اس جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کا قیام یہاں پر تقریباً 22 سال تک رہا۔ فیوض وبرکات کے دریا جاری رہے۔ جب آپ کی عمر ایک سو چار سال چار ماہ بارہ یوم کی ہوئی تو 16 ذی قعدہ 825ھ بمطابق دو نومبر 1422 بروز دوشنبہ آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے مزار پر عالی شان گنبد سلطان احمد بہمنی نے تعمیر کروایا گنبد اور دیواروں کے اندرونی حصوں کو طلائی نقش ونگار سے آراستہ کیا۔ اور دیواروں پر طلائی حصوں میں قرآن پاک کی آیتیں اور اسمائے حسنہ تحریر کروائے یہ تحریریں اور نقش ونگار آج تک موجود ہیں۔ حضرت خواجہ کے مزار مبارک پر اتنا اونچا گنبد ہندوستان میں کسی بزرگ کے مزار پر تعمیر نہیں ہوا۔ گنبد کی یہ شاندار تعمیر حضرت خواجہ سے سلطان احمد بہمنی کی انتہائی عقیدت اور محبت کا ثبوت ہے۔

حضرت خواجہ شریعت کے حد درجہ پابند اور شیدائے سنت رسول علیہ الصلو ۃ والسلام تھے۔ آپ پانچوں وقت کی نماز باجماعت اور فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ 17 سال تک اپنے مرشد حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ آپ نصف شب کو بیدار ہوتے خود وضو کرتے اور پھر پیر و مرشد کو وضو کرواتے۔ یہ روزانہ کا معمول رہا۔ اس میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کی گئی۔ جب پیرو مرشد حجرہ میں نماز تہجد کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ حجرہ کے باہر فجر' نماز تہجد اور اذکار واشغال میں مشغول ہوتے۔

نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ اور بعد میں طالبان حق راہ سلوک کی تعلیم دینے لگتے اور جب حضرت پیر و مرشد کی مجلس منعقد ہوتی تو اس میں شرکت فرماتے۔ نماز چاشت کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ اور نماز ظہر پڑھنے کے بعد حجرہ میں مشغول وظائف ہو جاتے' عصر سے مغرب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے۔ اور نماز مغرب کے بعد نوافل و سنن سے فراغت پاکر طالبان حق کو تعلیم دیتے نماز عشا پڑھ کر تھوڑا سا طعام نوش فرما کر بستر استراحت پر آرام فرماتے۔

گلبرگہ میں تشریف لانے کے بعد آپ کا معمول تھا کہ فرض نمازیں مسجد میں ادا فرماتے۔ اور سنتیں باہر پڑھا کرتے۔ نماز اشراق' چاشت' اور تہجد پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے۔ آخری عمر میں پیرانہ سالی کے باعث بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھا کرتے۔

حضرت خواجہ صاحب گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ بیعت کرتے وقت اپنا داہنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھ کر فرماتے کہ تم نے اس ضعیف اور ضعیف کے خواجہ اور خواجہ کے خواجہ اور تمام مشائخ' سلسلہ سے عہد کیا ہے کہ ہمیشہ نگاہ اور زبان کی حفاظت کرو گے۔ اور طریقہ شریعت پر قائم رہو گے کیا تم نے اسے قبول کیا۔

مرید عرض کرتے جی ہاں۔ میں نے قبول کیا۔ آپ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر قینچی دست مبارک میں لے کر تکبیر پڑھتے ہوئے تھوڑے بال کان کے قریب داہنی جانب سے اور کچھ بائیں جانب سے کاٹ کر تکبیر پڑھتے اور چار گوشہ ٹوپی سر پر رکھ دیتے۔ اور فرماتے جاؤ دو رکعت نماز نفل پڑھو۔ نماز پڑھنے کے بعد مرید واپس آتا تو ہدایت فرماتے کہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔ نماز جمعہ اور غسل جمعہ کو سوائے عذر شرعی کے کبھی ترک نہ کرنا۔ اور

بعد مغرب کے چھ رکعتیں اوابین کی تین سلام سے پڑھنا، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص 7 مرتبہ سورہ فلق اور سورہ ناس ایک ایک مرتبہ پڑھنا۔ اور سلام کے بعد سجدہ میں جاکر تین مرتبہ **يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ ثَبِّتْنِيْ عَلَى الْاِيْمَانَ** پڑھنا۔ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے ایک دوگانہ پڑھنا۔ سورہ فاتحہ کے بعد دس دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا۔ سلام کے بعد ستر مرتبہ **يَا وَهَابُ** پڑھنا۔ ہر مہینے کی 13,14,15 تاریخ کو روزے رکھنا۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ اوراد وظائف نماز چاشت واشراق وتہجد اور ذکر مراقبہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو پس پردہ اس طرح مرید کیا کرتے تھے کہ ایک بڑا پیالہ پانی سے بھر کر رکھ دیا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب شہادت کی انگلی کو ذرا کپڑا لپیٹ کر صرف ایک پور پانی میں ڈبو دیتے تھے مرید ہونے والی عورت بھی اپنی شہادت کی انگلی اس پانی میں اس مقدار میں ڈبو دیتی تھی۔ اس عورت کی ہاتھ اور انگلیاں آستین میں چھپی رہتی تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب عورتوں کو زیادہ تر **يَا وَهَابُ** اور **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ** پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ سماع بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔ اولاً مزامیر کے ساتھ سنا کرتے تھے ازاں بعد مرشد کے منع کرنے پر مزامیر کے بغیر سماع سننے لگے اور پھر کبھی بھی مزامیر سے سماع نہیں سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ سماع سے مقصود خیالات کو یکسو اور دل کو صرف ذات وحدہ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ سماع سے محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز نے ایک ہی شادی کی آپ سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ بیٹوں میں حضرت سید حسین عرف سید محمد اکبر حسینی تھے۔

جو بڑے فاضل اور متبحر عالم تھے۔ دوسرے صاحبزادے کا نام سید محمد یوسف عرف سید محمد احمد حسینی تھے۔ بیٹیوں میں بی بی فاطمہ عرف ستی بی بی۔ دوسری بیٹی کا نام بی بی بتول اور تیسری بیٹی کا نام بی بی ام الدین تھا۔

آپ کے خلفاء میں سے چند ایک نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا شیخ علاؤ الدین گوالیاری، قاضی نور الدین اجودھی، مولانا معین الدین ٹوبانوی، شیخ صدر الدین خوند میرایرچہ، قاضی علیم الدین بن شرف الدین، مخدوم زادہ حضرت سید حسین عرف سید اکبر حسینی، حضرت سید ابو المعال بن سید احمد بن سید جمال الدین، شیخ ابو الفتح بن مولانا علاؤ الدین گوالیاری، مخدوم زادہ حضرت سید یوسف عرف سید محمد اصغر حسینی، قاضی راجہ گلبرگہ شریف، ملک زادہ عثمان بن جعفر، مولانا حسن دہلوی، مولانا کمال الدین علامہ خواہرزادہ، حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ۔

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ صاحب تصیفات بزرگ ہیں آپ کو فارسی اور عربی زبانوں پر عبور حاصل تھا آپ نے ان دونوں زبانوں میں خوب لکھا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں بعض طبع زاد ہیں بعض پر حواشی لکھے ہیں اور بعض کتابوں کی شروح ہیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد 105 تک پہنچتی ہے۔

زیادہ مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

ملتقط تفسیر القرآن اول پانچ پاروں کی تفسیر

شرح مشارق الانوار

معارف شرح عوارف (عربی زبان میں)

ترجمہ عوارف (فارسی میں)

شرح تصوف شرح آداب المریدین (عربی میں)

شرح آداب المریدین (فارسی میں)

خاتمہ ترجمہ آداب المریدین (فارسی میں)

شرح فصوص الحکم

شرح تمہیدات عین القضات ہمدانی

شرح رسالہ قشیریہ

خطائر القدس المعروف بہ رسالہ عشقیہ

اسماء الاسرار

حدائق الانس

استقامت الشریعت بطریق الحقیقت

حواشی قوت القلوب

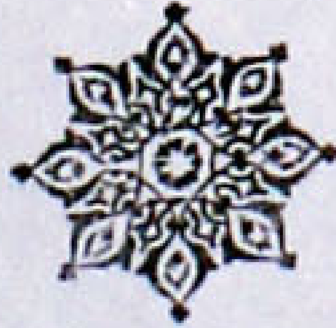
شرح فقہ اکبر عربی زبان میں

شرح الہامات حضرت غوث الاعظم

قارئین کرام کے پیش نظر جو کتاب ہے وہ خاتمہ کے نام معروف ہے۔ اصل میں یہ کتاب آداب المریدین کا ترجمہ ہے۔ آداب المریدین کا شمار تصوف کی انتہائی مقبول اور مفید کتابوں میں ہوتا ہے۔ یہ کتاب سالکین کے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے مصنف ابو النجیب ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی تھے۔ آپ نے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی۔ پھر اس کتاب کی شرح مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی تھی۔ جو اب نایاب ہے۔ حضرت خواجہ گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس کتاب کی شرح کئی بار لکھی جو آپ کے زمانہ میں ہی معدوم ہو گئی۔ آخری شرح آپ نے 813ھ میں لکھی۔ اس کتاب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ

آداب المریدین کی شرح کا ضمیمہ یا تکملہ ہے۔ آپ نے اس کا الگ نام نہیں دیا بلکہ ترجمہ آداب المریدین کا خاتمہ کے نام سے موسوم کیا پھر یہ کتاب اس نام سے شہرت پا گئی۔

خاکپائے اہل اللہ
محمد انور قمر نقشبندی مجددی
یکم مئی 2000ء



خاتمہ شریفہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سالکان طریقت کے واسطے مسائل تقویٰ وطہارت

سالک راہ حق کو جن عادات ورسوم کا ہمیشہ پابند رہنا چاہیے انہیں میں سے ایک دوام وضو ہے۔ صوفیاء کرام میں خاص وعام کوئی بھی کسی وقت بغیر وضو کے نہیں رہتے مگر جب کبھی مجبوراً کسی عذر سے پانی کا استعمال نہ کر سکیں۔ (پھر اس وقت بھی تیمم ضرور کر لیتے ہیں)۔

صوفیوں کے نزدیک ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا چاہیے بلکہ نماز چاشت کے لیے بھی تجدید وضو بہتر ہے صوفی اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ آب رواں کے کنارہ اپنا مسکن یا مقام بنائیں یا بڑے حوض وتالاب پر قیام کریں۔

اگر کسی وقت کنوئیں ہی کے پانی استعمال کرنے پر مجبور ہوں تو اس کنوئیں کے لیے بڑی احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں مثلاً جوتی پہنے ہوئے کوئی شخص کنوئیں کے پارچہ پر نہ چڑھے نہ جو لوگ ننگے پیر پھرا کرتے ہیں وہ بغیر پاؤں دھوئے اس کنوئیں پر جا سکیں۔ ڈول کنوئیں پر یونہی پیروں میں نہ پڑا رہتا ہو بلکہ کسی بلند جگہ لٹکایا یا رکھ دیا جائے۔ پانی بھرنے کے بعد کنوئیں کا منہ بند کر دیں تاکہ چیل کوے وغیرہ جانوروں کی بیٹ سے محفوظ رہے۔

خود وضو کرنے کی بہ نسبت دوسرے سے وضو کرانے میں کم خرچ ہوتا ہے اور پاکیزگی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ دوسرے سے وضو کرانا اشتراک فی العمل کا موجب ہے مگر صوفی اس بات کو بہت پسند کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی ثواب میں

شریک کرلیں۔

جب نازک مزاج نحیف البدن لوگ صوم دوام اور تقلیل غذا اختیار کرتے ہیں تو بعض اوقات ان سے پانی کا بھرا ہوا آفتابہ لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں کہ دوسرے شخص سے مدد لے کر بخوبی طہارت حاصل کریں۔ کبھی بغیر مسواک کے وضو نہ کرنا چاہیے۔ نہ وضو میں دل وزبان کو ذکر الٰہی سے معطل رکھیں اگر کسی وقت صوفی ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں تو اس کو بلاء ناگہانی تصور رکھتے ہیں۔

وضو کے اندر حضوری یہ ہے کہ ہر ایک عضو کے دھونے میں اتصال وانفصال کا خیال رکھیں۔ ممکن ہو تو ہر فرض نماز کے لیے غسل کرنا بہت بہتر ہے جیسا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ کرتے تھے۔ جب وضو کرنے بیٹھے تو آستین چڑھا کر دامن سمیٹ لے اور سینہ کے نیچے دبالے ازار کو اونچا کرلے تاکہ وضو کا پانی کپڑوں پر نہ ٹپکے۔ وضو کے مستعمل پانی میں علما کا اختلاف ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عضو پر سے گذرتے ہی پانی نجس ہو جاتا ہے۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد فورا رومال سے اعضا کو خشک کرلے اور ہر وضو کے بعد تحیتہ الوضو کا دوگانہ ادا کرنا ضروری سمجھے۔ وضو کرنے کے بعد سوا تحیتہ الوضو یا سنتوں کے پڑھنے کے فرضوں سے پہلے اور کوئی کام نہ کرے۔ نیز وضو کرنے میں بے ضرورت کسی سے بات نہ کرے۔

استنجا : کرنے کے وقت دستار وٹوپی اتار کر دوسرا کپڑا سر پر باندھ لے اور اس حالت میں بھی حضوری سے خالی نہ رہے۔ اگر حضوری اس شخص پر ایسی غالب اور مستولی ہوگئی ہے کہ کسی وقت بھی اس سے خالی نہیں رہتا تب کچھ حرج نہیں کہ اسی میں مشغول رہے ورنہ جو تصور بھی اس کی حالت کے مناسب ہو اس کو اختیار کرلے۔ کم سے کم یہ تو ضرور ہی کرلے کہ اس حالت میں اپنے آپ کو سب سے بدتر اور ذلیل وخوار تصور کیا کرے۔

بے وضو ہرگز نہ سویا کرے اگر سوتے سوتے آنکھ کھل جائے تو اٹھ کر وضو کرلے اور تحیتہ الوضو پڑھ کر سو رہے۔ وضو کرنے سے دل کو شفا حاصل ہو کر طبیعت کا ملال دور ہوتا ہے ہمیشہ باوضو رہنا چہرہ پر نور پیدا کرتا ہے۔

فرائض ونوافل کے متعلق ہدایات

بڑے اہتمام کے ساتھ تمام فرائض اول وقت ادا کرنے لازم ہیں خصوصاً نماز فجر وعصر کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بعد ایسے مخصوص وظائف ہیں جن کو قبل از طلوع وغروب پڑھ لینا ضروری ہے۔

صبح کے فرائض ادا کرنے کے بعد جو اوراد ووظائف پڑھنے ہوں ان سے فارغ ہو کر اشراق کی نماز ادا کرے پھر تلاوت میں مشغول ہو۔ اگر ملفوظات بزرگان یا کتب سلوک وتصوف کا مطالعہ کرے تو یہ بھی اچھا ہے۔ پھر چاشت کی نماز سے فارغ ہو۔ بعض بزرگوں کے چاشت ادا کرنے کا یہ طریق ہے کہ چار رکعتیں اشراق کے ساتھ ہی ادا کرتے ہیں اور چار اس وقت جب دھوپ خوب پھیل کر ہوا گرم ہو جاتی ہے (یعنی پہر دن چڑھے) اور چار رکعتیں زوال کے قریب پھر قیلولہ میں مشغول ہو جائے تاکہ رات کے قیام بہ اعانت ہو صبح کی نماز کے بعد سے اداء اشراق تک اور عصر کے بعد سے مغرب کے بعد تک بغیر کسی سخت ضرورت کے بعد نہ کرے۔ مشائخین اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

عصر کی سنتیں ایسے ہی احتیاط سے پڑھے جیسے مؤکدہ سنتیں پڑھتا ہے۔ اگر کسی وقت جماعت کے سبب فرضوں سے پہلے نہ پڑھ سکے تو فرضوں کے بعد خلوت میں جا کر پڑھ لے اگر چار نہ پڑھ سکے تو دو ہی پڑھ لے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ کے مریدان وخلفاء جو اکابرین علما اور فاضلان وقت تھے طلوع صبح صادق کے بعد ان نوافل کو جو رات میں پڑھنے رہ جاتے بلا کراہت ادا کرتے تھے۔ لہٰذا طلوع صبح صادق کے بعد جب تک رات کی سیاہی باقی رہے رات کے فوت شدہ نوافل ادا کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

نماز فجر میں ایسی ہی مختصر قرات بہتر ہے جیسی کہ مغرب میں پڑھتے ہیں۔ فقہا نے جو طوال مفصل اوساط مفصل اور قصار مفصل کو بیان کیا ہے ان کے لیے حضوری کا قائم رہنا

ضروری ہے اور جب یہ احتمال ہو کہ خیالات پریشان نہ ہو جائیں یا کوئی ضرورت بشری نہ پیش آجائے تو مختصر قرات پڑھنی ہی بہتر ہے۔

نماز میں معانی قرآن کا خیال کرنا صوفیوں کے نزدیک دل کی پریشانی اور تفرقہ ہے۔ اس لیے دل کو ایک ہی خیال پر قائم رکھے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ سب سے ضروری اور بہتر کام یہی ہے کہ دل یکسو رہے۔ نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے کہ مراقبہ میں وقت صرف کیا جائے۔ باقی جس عبادت میں جس شخص کو ذوق حاصل ہو وہی اس کے لیے افضل ہے۔

جماعت کی پابندی

سالک شہر میں ہو یا جنگل میں ہر ایک فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کیا کرے۔ جو بزرگان صحرا نشین تھے ان کی جماعت مردان غیب کے ساتھ ہوتی تھی۔ اگر دوسرے کا ملنا ممکن نہ ہو تو خیر مجبوری ہے۔ یہ کہنا کہ کراماً کاتبین کے ساتھ جماعت ہو جاتی ہے بے ہودہ گوئی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہر شخص میں یہ لیاقت کہاں کہ فرشتے اس کی اقتداء کریں۔ اگر بالفرض فرشتے یا ارواح بزرگان نماز میں اس کے ساتھ شریک بھی ہو جائیں تو جماعت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ ہاں اگر مردان غیب شریک ہوں گے تب جماعت ہو جائے گی۔

وقت مقبول کا بیان

جہاں تک ہو سکے ہرگز ہرگز کسی ایسے وقت کو ضائع نہ کرے جس میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگان طلوع صبح صادق کا وقت بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک فجر کے سنت و فرض کا درمیانی وقت ہے اور بعض فجر کے فرضوں کے بعد سے طلوع آفتاب تک بتاتے ہیں۔ بعض نے چاشت کا وقت بیان کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک وقت زوال اور

ے اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو پھر اگر یہ بات میسر نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یوں سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

بعض کے نزدیک ظہر و عصر کا درمیانی وقت اور بعض کے نزدیک عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وقت مقبول مغرب کے بعد سے عشاء تک اور بعض کے نزدیک نصف شب اور بعض کے نزدیک آخر شب قریب صبح کا وقت ہے۔ مرید صادق اور طالب راسخ ان تمام اوقات کو ذکر شغل' مراقبہ' تلاوت یا نوافل میں صرف کرے۔ شب قدر کی تلاش میں جو لوگ سرگرداں رہتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ ہر شبانہ روز میں وہ وقت موجود ہے وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کو یہ وقت نصیب ہو۔

اوقات مکروہہ اور عبادت

اکثر صوفی اوقات مکروہہ میں بھی نماز و مراقبہ بجا لاتے ہیں۔ فقہاء کہتے ہیں مکروہ وقت میں غضب الٰہی جوش کرتا ہے۔ دوستان خدا جواب دیتے ہیں کہ اس جوش غضب ہی کو فرو کرنے کے لیے طاعت و عبادت بجا لانی ضروری ہے کیونکہ بندہ و غلام کا منصب بھی ہے کہ جب اپنے آقا میں غیظ و غضب کے آثار دیکھے تو خوشامد و تضرع میں مشغول ہو۔ تاکہ وہ غصہ بخیر و خوبی رفع ہو جائے۔ نیز عاشق صادق کو محل و غیر محل سے غرض نہیں وہ اپنی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ پھر مہربانی کی حالت میں محبوب کا کچھ اور حال ہوتا ہے۔ اور غضب کی حالت میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اگر معشوق بہزار ناز و انداز گھوڑے پر سوار نیزہ تانے چلا آتا ہو بجز اس کے کہ تم اپنے سینہ کو اس کا نشانہ بناؤ اور کچھ نہ کرو گے اور اس شان قہر سے تم کو جو لذت حاصل ہوگی وہ اندازہ سے خارج ہے فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ اوقات مکروہہ میں مشرکین شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ صوفی کہتے ہیں لہٰذا ضرور ہوا کہ ہم ان کی ضد و مخالفت کر کے وحدہ لاشریک کے حضور میں سرنگوں کریں۔

بعض صوفی اول شب میں سو رہتے ہیں اور نصف شب کے وقت اٹھ کر وضو کر کے

نوافل یا نماز پڑھنے کے تین اوقات مکروہ اور ممنوع ہیں۔ یعنی ایک وہ وقت جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔ دوسرا وہ وقت جب کہ سورج عین سر پر ہو۔ اور تیسرا وہ وقت جب سورج قریب الغروب ہو۔ چونکہ یہ تینوں اوقات زرتشتیوں یا مجوسیوں کی سورج پرستی کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اہل اسلام کو منع کر دیا گیا ہے کہ ان اوقات میں سجدہ ریزی کرنے والوں کو کہیں مجوسی اپنا ہم مذہب نہ سمجھ لیں۔ علاوہ ازیں سورج جب طلوع یا غروب ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں میں بیٹھ کر طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ لہٰذا ان اوقات کی سجدہ ریزی سے شیطان اور سورج کی پرستش کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ صوفی بطور ضد مشرکین کی مخالفت میں خدائے واحد لاشریک کے حضور میں سرنگوں ہوتے ہیں۔ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتے۔ صوفی چونکہ اہل حال ہوتا ہے لہٰذا اہل قال کو اس کی بات حجت نہیں بنانی چاہیے۔

نماز عشا ادا کرتے ہیں کیونکہ اس نماز کا مستحب وقت یہی ہے پھر اس کے بعد ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس تدبیر سے دن کی سستی و کاہلی دور ہو کر عبادت میں خوب دل لگتا ہے۔

بعض بزرگوں نے یہ قاعدہ اختیار کیا ہے کہ عصر کی نماز سے عشاء کے بعد تک بجز عبادت کے اور کوئی کام نہیں کرتے یہاں تک کہ کسی سے بولتے بھی نہیں اور روزہ بھی صرف چند قطرہ آب ہی سے افطار کر لیتے ہیں جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے ہیں تب کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ بعض حضرات دونوں وقت کھانے کے بدلہ صرف سحری پر اکتفا کرتے ہیں اور نوافل میں اتنا وقت نہیں گزارتے جس سے ذکر و مراقبہ میں کمی ہو جائے۔ بعض لوگ تمام شب قران خوانی کرتے ہیں یہ کام تو اچھا ہے مگر اپنے حصہ کے موافق کرنا چاہیے کیونکہ صوفی کے لیے سب سے بڑا مشغلہ مراقبہ ہے۔

نماز تہجد

تہجد کی نسبت کہا گیا ہے کہ یَقْظَةٌ بَعْدَ نَوْمَةٍ اَوْ نَوْمَةٌ بَیْنَ الْیَقْظَتَیْنِ اَوْ یَقْظَةٌ بَیْنَ النَّوْمَتَیْنِ یعنی تہجد بیداری ہے نیند کے بعد یا نیند ہے دو بیداریوں کے درمیان میں یا ایک بیداری ہے دو نیندوں کے درمیان میں۔

پہلی تعریف کی تفسیر یہ ہے کہ اول شب میں سو رہے اور نصف شب کے قریب بیدار ہو کر باقی تمام شب عبادت میں بسر کرے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ دوسری تعریف کی تفصیل یہ ہے کہ اول کی تہائی اور آخر کی تہائی میں بیدار رہے اور درمیان تہائی میں آرام کرے تیسری تعریف کی تشریح یہ ہے کہ اول شب میں کچھ دیر سو کر بیدار ہو جائے پھر صبح کے قریب کچھ دیر سو رہے۔

طالب کو غافل سونا نہیں چاہیے بلکہ اس کو ان لوگوں کی سی حالت بنانی چاہیے جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ اَکْلُھُمْ کَاَکْلِ الْمَرِضِ وَنَوْمُھُمْ کَنَوْمِ الْغَرِیْقِ یعنی ان کا کھانا مریض کے کھانے جیسا اور ان کی نیند ڈوبنے والے کی نیند جیسی ہوتی ہے۔

میں نے چشم خود دیکھا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے چند آدمیوں کے پیروں میں شگاف وبکران کو الٹا درخت میں لٹکایا تھا اور اس حالت میں بھی نیند ان پر غالب ہو گئی تھی۔ صوفی کی نیند بھی ایسی ہی ہونی چاہیے ایک غریب صوفی کو بے دینی وزندقہ کی تہمت لگا کر گرفتار کیا اور ہاتھ پیر کاٹ کر ڈال دیا صوفی سو گئے اور احتلام ہو گیا جب بیدار ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ میرے اوپر پانی بہادو مجھے احتلام ہو گیا ہے حاکم ظالم یہ بات سن کر اپنے ظلم سے پشیمان ہوا اور کہنے لگا یہ شخص اگر بے دین ہوتا تو غسل کے لیے اتنا اہتمام نہ کرتا۔

سونے کے آداب اور قلت منام

صوفی کی نیند ایسی ہونی چاہیے جس کی نسبت وارد ہے کہ تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ یعنی حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ ایسی نیند نہ سوئے کہ جس میں اپنے وجود سے بے خبر ہو جائے کہتے ہیں دو آدمیوں کو نیند نہیں ایک مبتلائے درد فراق کو رنج وغم کے سبب دوسرے واصل کامل کو لطف ولذت کے سبب سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل یقین کو نیند بہت آتی ہے کیونکہ ان کے دل میں رنج وتشویش نہیں رہتی اطمینان کے سبب خوب سوتے ہیں مگر جب کہ تمام عمران کی بیداری میں گذری ہے ان کی طبیعت جاگنے ہی کی عادی ہو جاتی ہے نیند کی یہ تین اقسام عمدہ محمودہ ہیں بِاللّٰہِ لِلّٰہِ مِنَ اللّٰہِ اور عَنِ اللّٰہِ یعنی وہ نیند جس میں خدا سے غفلت ہو بہت بری ہے۔ مرد بیدار باکار ہے اور مرد خفتہ بیکار ہے مرد باکار کو اس کے کام کی داد ملتی ہے اور بیکار داد ودرد سے غافل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں چلنے والے سے کھڑا رہنے والا اور کھڑے رہنے سے بیٹھنے والا اور بیٹھنے والے سے لیٹنے والا بہتر ہوگا۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ نیند افضل ہے بشرطیکہ اوپر کی تینوں اقسام میں سے ہو۔

شیطانی نیند اہل وساوس اور گرفتاران حرص وہوا ہی کو آتی ہے۔ اگر عارف کو احتلام ہو نہایت افضل ہے اگر عوام کو ہو تو محض تکلیف ہے۔

مرید بیدار رہنے کی بہت کوشش کرے کھانا پینا بھی کم کر دے۔ جب تک دل صاف نہ ہو شب بیداری مشکل ہے اور دل کے صاف کرنے کی چار باتیں ہیں پھر جب دل صاف وزندہ ہو گیا اس کا جمال تم پر تجلی کرے گا اور تمہاری تعریف تقریر و تحریر سے باہر ہوگی۔ حضرت جنید بغدادی سہل بن عبداللہ تستری کے حق میں فرماتے تھے کہ سہل دنیا میں صائم آئے اور صائم ہی گئے مگر دل نہ رکھتے تھے حالانکہ سہل وہ شخص تھے جن کا قول ہے کہ روز ازل میں خداوند تعالیٰ کا روحوں سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمانا اور ان کا بَلٰی کے ساتھ جواب دینا مجھ کو یاد ہے صوفی چشم ظاہر سے جو کچھ دیکھتا ہے اس میں غلطی بھی ہو جاتی ہے مگر جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ بعض بزرگان قصداً اس غرض سے سوتے ہیں کہ جو بات ان کو معلوم کرنی ہے خواب میں معلوم ہو جائے اور شاید اسی سبب سے یہ لوگ بیداری پر خواب کو ترجیح دیتے ہیں

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں خواب خدا کا فعل ہے اور خدا کے فعل میں تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے لہٰذا خواب بیداری سے افضل ہوئی۔

ایک دفعہ حضرت مولا علی اور بی بی خاتون جنت سوتے تھے اور جو کپڑا اوڑھے ہوئے تھے وہ ان کے سینہ سے نیچے اتر گیا تھا حضور ﷺ ان کو بیدار کرنے تشریف لائے اور دروازہ ہی میں سے آنکھیں بند کر کے فرمایا اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ یعنی نماز کے لیے اٹھو۔ جب حضرت علی بیدار ہو کر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ایسے سوتے ہو کہ نماز کا وقت آخر ہو گیا۔ عرض کیا کہ سلانے والے نے سلا دیا ہم سو گئے حضور نے تر شرو ہو کر یہ آیت پڑھی وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (الکہف۔ ۵۴) (ترجمہ) "اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے"۔ بات یہ ہے کہ حضرت مولا علی کے پاس اس وقت اور کوئی جواب نہ تھا اس لیے یہی عرض کیا۔ کاہل وغافل جن کو رات بھر سونے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے وہ یہ جواب نہیں دے سکتے کیونکہ یہ جواب ان لوگوں کا ہے جن کی تمام عمر شب بیداری میں گزرتی ہے اگر کبھی اتفاقاً بتقاضائے بشریت سو رہے تو وہ بات کہہ سکتے ہیں۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور ﷺ سے حضرت خضر نے ملاقات کی ہے یا نہیں۔ ملاقات ہونے سے حضرت خضر کے نبی ہونے کا اور نہ ہونے سے ولی ہونے کا ثبوت ہے۔ حضرت ابراہیم تیمی نے جو مسبعات عشر حضرت خضر سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر کی حضور سے روحانی ملاقات ہوئی تھی۔ نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَوْ کَانَ الْخَضِرُ حَیًّا لَزَارَنِیْ یعنی حضور فرماتے ہیں اگر خضر زندہ ہوتے تو مجھ سے ملاقات کرتے۔ اس حدیث میں بھی اختلاف ہے ایک روایت ہے کہ جب ذوالقرنین نے سد یاجوج وماجوج بنائی تو حضرت خضر کو اس کا محافظ مقرر کیا جب ہمارے حضور ﷺ کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت خضر سو گئے اور سو برس تک سوتے رہے جب بیدار ہوئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ نبی آخر الزمان پیدا ہو کر وصال بھی فرما گئے۔

اس روایت سے حدیث کا مضمون درست ہو گیا اور اس روایت کی نقل کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ نیند منجانب اللہ آتی ہے مگر خاص خاص لوگوں کے پاس نیند ہی کے متعلق اصحاب کہف کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے جو تین سو نو سال کے بعد بیدار ہوئے اور خیال کیا کہ پورے دن بھر بھی نہیں سوئے جب سونے کو لیٹے آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو جائے تاکہ جو وہم وخیال خواب میں نظر آئے وہ خلل سے محفوظ رہے۔ اگر کوئی بات معلوم کرنی ہو تو **قصداً** سو رہے۔ خواب میں جو کامیابی ہے وہ بیداری میں نہیں اور بیداری میں جو لطف ہے وہ خواب میں نہیں ہر ایک کا مزہ چکھنا چاہیے۔ خواب میں مقصود خوب حاصل ہوتا ہے۔ اور بہت سے بزرگان دیدار پروردگار سے مشرف ہوئے ہیں۔ حضور زیادہ ہونے کی خاطر اپنی حالتوں میں تفرقہ نہ کرے اور موت کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

قیلولہ

دوپہر کو سونا بہت مفید ہے اگر نیند نہ آئے تو لیٹ ہی رہے۔ ہمارے خواجہ کا ارشاد

ہے جو صوفی قیلولہ نہ کرتا ہو تم جان لو کہ وہ تمام رات سوتا ہے۔ یعنی بغیر قیلولہ کئے شب بیداری کرنا نیند ہی کے شمار میں ہے۔ جو لوگ تمام شب بیدار رہتے ہیں وہ بھی قبل از اشراق تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں تاکہ ادا نوافل واوراد میں کسل نہ ہو۔ بعض لوگ طلوع صبح صادق کے وقت ذرا آرام لے لیتے ہیں مگر وہ لوگ جن کو فرض فجر کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو بعض لوگ تمام شب بیدار ہیں اور صبح کو بھی نہ سوئیں ان کے رخساروں پر زردی چھا جاتی ہے اور پیشانی پر ایک قسم کا نور ہوتا ہے اور آنکھیں غلطاں رہتی ہیں جن کے دیکھنے سے لوگ ان کو شب بیدار جان لیتے ہیں۔ صوفی ایسی باتوں سے بہت پرہیز کرے تاکہ اس میں کوئی علامت پیدا نہ ہو۔ اور اس لیے اس کو رات کے تین حصے کرنے لازم ہیں ایک حصہ نیند کا دوسرا اوراد وظائف کا تیسرا ذکر و مراقبہ کا۔ اور ان دونوں میں سے جس میں زیادہ دل بستگی ہو اس میں زیادہ وقت صرف کرے۔

خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق ہدایات

خواب دن کو دیکھے یا رات کو اپنے مرشد کے سوا کسی سے بیان نہ کرے اور جب بیان کرے تو اس کی تعبیر نہ پوچھے اگر مرشد بیان کر دیں فھو المراد ورنہ خاموش ہو جائے۔ سالک ابتدا میں جو واقعات دیکھا کرتا ہے وہ بعد میں رفتہ رفتہ کم ہو جاتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص کسی شہر کو جا رہا ہو تو راستہ میں اس کو درخت وپہاڑ اور طرح طرح کی چیزیں نظر آتی ہیں اسی طرح اثناء سلوک میں بھی آفتاب وستارے اور صور مشائخ وغیرہ اشیاء سالک کی نظر میں آتی ہیں اور کبھی کبھی ہاتف کی آواز بھی سنتا ہے مگر بعد میں مفقود ہو جاتی ہیں۔

اگر مرید خواب میں دیکھے کہ ایک بکری کا بچہ اس پر حملہ کرتا ہے تو پیر کو اس کی یہ تعبیر دینی چاہیے کہ مرید پر شہوت غالب ہے اور اسی کا علاج کرے۔ جس حیوان کی جو عادت وخصلت مشہور ہے مثلاً کتے وچیونٹی کا حرص وبخل۔ اور سانپ بچھو کی ایذا رسانی تو ان کی یہی تعبیر ہے اور اسی کے موافق علاج واصلاح کرنی چاہیے۔

خواب میں ہر ایک قسم کا نور مشاہدہ کرنے کی بھی جداگانہ تعبیر ہے۔ اگر خواب یا بیداری میں کسی شخص کے حال سے مطلع ہو تو کسی پر اس کو ظاہر نہ کرے اگر اس کے خلاف کرے گا تو غیب سے کوئی شخص پیدا ہو کر اس کا راستہ بند کر دے گا۔

روزہ کے متعلق ہدایات

روزہ کی بہت اقسام ہیں جن میں سے ایک صوم دوام ہے یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا یہ طریقہ سلوک میں بہت عمدہ ہے۔ بعض صوفیہ روزہ داؤدی یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا بہتر بتاتے ہیں کیونکہ ہر روز روزہ رکھنے میں روزہ کی عادت ہو جاتی ہے۔ میرے نزدیک عادت کے اعتبار سے دونوں باتیں یکساں ہیں۔ بعض لوگ ہفتہ میں تین دن دو شنبہ پنج شنبہ وجمعہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور بعض صرف پنج شنبہ وجمعہ ہی کو۔ اور بعض بزرگان نے سال میں تین مہینے کے اندر ان روزوں کو پسند کیا ہے نو روزے ماہ ذالحج میں دس محرم میں اور چھ شوال میں۔

سالک واسطے ایام بیض یعنی ہر مہینہ کی تیرہویں چودھویں اور پندرہویں کے روزے رکھنے لازمی ہیں مگر جب کہ ضعف پیری یا بیماری کے سبب مجبور ہو۔ غرضیکہ روزہ سالک کے لیے نہایت ضروری اور ارکان سلوک الٰہی میں سے ایک بڑا رکن ہے۔

بعض لوگ دن بھر کچھ نہیں کھاتے صرف غروب آفتاب سے پہلے کچھ کھا لیا کرتے ہیں۔ روزہ کی نیت اس لیے نہیں کرتے کہ دل میں خود ستائی کا خطرہ پیدا ہو گا میرے نزدیک بھی ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ کم کھانے سے مقصد قلب کی صفائی ہے چاہے روزہ ہو یا فاقہ پھر جس خطرہ کا احتمال روزہ میں ہے فاقہ بھی اس سے خالی نہیں ہے۔ نیز روزہ دین کا ایک رکن ہے اس کی شرائط کی پوری پابندی بجا لانی چاہیے۔ میرے نزدیک صوم دوام ہی بہتر ہے مگر اس طرح کہ جو کچھ غیب سے فتوحات ہو اس کے ساتھ افطار کرے کچھ تیاری نہ کیا کرے اور اگر دفع تشویش کے لیے افطاری کے لیے کچھ رکھ چھوڑے تو حرج نہیں۔ اگر سالک طے گا روزہ نہ رکھ سکے تو صوم دوام ضرور رکھے۔

روزہ سے اعلیٰ درجہ کی صفائی اور جلا ہوتی ہے اور اس کا ثواب بھی بہت ہے خدا فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کے بدلہ میں ہوں۔ روزہ میں بہت سے فائدے ہیں ایک تو دن بھر کھانے پینے کا خیال نہیں آتا۔ دوسرے بدگوئی و فضولیات سے پرہیز ہوتا ہے۔ تیسرے آخرت کا اکثر خیال رہتا ہے چوتھے شہوت بھی کچھ کم ہو جاتی ہے طالب کے لیے شہوت نہایت مضر ہے اس کے لیے ضرور روزہ رکھے روزہ سے جو سستی و کاہلی پیدا ہو وہ بھی نہایت مفید ہے اگر بے ہوش ہو جائے تو اس میں خالص حضوری ہوگی۔ اس کے روزہ کو دیکھ کر اس کے بال بچوں کو بھی شوق ہوگا روزہ کھول کر کم کھانا کھانے سے نیند بھی کم آتی ہے۔

طے کا روزہ

طے کا روزہ رکھنے کے لیے پہلے صوم دوام اختیار کرے اور عشاء کے بعد کھانا کھانے کی عادت ڈالے اور بتدریج کھانے میں دیر کرتا جائے یہاں تک کہ طے کا روزہ حاصل ہو۔ دو روز اور ایک شب کا روزہ کو طے کہتے ہیں جب یہ روزہ حاصل ہوا تو پھر تین روز بھی بغیر کھائے رہ سکتا ہے اور جب اس کی یہی عادت ہو گئی تب دس روز بغیر کھائے گذر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ کے روزہ کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ پھر اسی طرح چند ماہ اور ایک سال تک بغیر کھائے صبر کر سکتا ہے اور جب یہاں پہنچا تو پھر عمر بھر کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر یہ تمام تدابیر اس وقت مفید ہیں جب ان روزوں سے چلنے پھرنے وغیرہ ضروری امور میں حرج نہ واقع ہو اور اگر حرج پیدا ہو تو ان کو ترک کرنا بہتر ہے۔ رباعی

یا دل از خانماں خود بر کن
یا تمنائے عشق کمتر کن
تو نہ مرد عشق بازی ما
برو اے خواجہ کار دیگر کن

بعض لوگ گرم اور پیاس لگانے والی چیزیں کھاتے ہیں اور پانی نہیں پیتے چند روز پانی نہ پینے سے اس کی بھی عادت ہو جاتی ہے۔ جو شخص کھانا پینا کم کرے گا اس کو نیند بھی کم آئے گی۔

جن چار چیزوں کا سلوک میں حکم کیا گیا ہے یعنی قلت طعام' قلت کلام' قلت منام اور قلب صحبت مع الانام۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی معاون ہے۔

اگر طالب عشق وشوق میں راسخ ہے مہینوں پر مہینے گذر جائیں گے اور اس کو کھانے پینے کی خبر نہ ہوگی نہ اس کی قوت وطاقت میں فرق آئے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَبِیۡتُ عِنۡدَ رَبِّی یُطۡعِمُنِی وَیَسۡقِیۡنِی ؎1

تقلیل آب وطعام کے دیگر طریق

کم کھانے کی عادت ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک خوراک کھاتا ہو تو وہ اک سیر چنے تول کر رکھ لے پھر ہر روز ان چنوں میں سے ایک چنا کم کرے ان کے ساتھ اپنی خوراک کا آٹا یا چاول وزن کر لیا کرے اس تدبیر سے سال بھر میں تین سو ساٹھ چنوں کی برابر خوراک کم ہو جائے گی اور کسی قسم کا ضعف پیدا نہ ہوگا۔ بعض لوگوں نے ایسا کیا کہ اپنی خوراک کے ہموزن ایک ہری لکڑی لے کر رکھ لی پھر روز اسی کے ساتھ خوراک تول کر کھاتے رہے اور جوں جوں لکڑی سوکھتی گئی خوراک بھی کم ہوتی گئی۔ اس تدبیر میں خرابی یہ ہے کہ بہت ہی تھوڑے دنوں میں لکڑی کا وزن نصف رہ کر خوراک میں کمی ہونے سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ میں سے ایک نوالا روز کم کھانے سے بھی ضعف ولاغری پیدا ہوتی ہے لہٰذا چنے والی تدبیر سب سے بہتر ہے۔

تقلیل غذا میں جوگیوں کا طریق یہ ہے کہ وہ ایک کاسہ چوبیں میں غذا بھر کر کھاتے اور روز اس کاسہ کو پتھر پر رگڑا کرتے ہیں جس قدر وہ گستا ہے غذا کم ہوتی ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کے پاس سے کھاتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

اعتکاف کا بیان

صوفیاء کرام اعتکاف کی بڑی رعایت فرماتے ہیں۔ بعض نے چالیس روز کا اور بعض نے تین چلوں کا اعتکاف اختیار کیا خاندان کبرویہ کے بزرگان دس دن آخر شعبان کے اور پورا مہینہ رمضان کا اعتکاف کرتے ہیں اس چلہ کا نام انہوں نے اربعین محمدی رکھا ہے۔ اس کے علاوہ پورا مہینہ ذیقعدہ کا اور دس روز ذلحجہ کے اعتکاف کرتے اور اس کو اربعین موسوی کہتے ہیں۔ اور پورا مہینہ رجب کا اور دس روز شعبان کے چلہ کو اربعین عیسوی کہتے اور ان تینوں اعتکافوں کو نہایت ضروری جانتے ہیں۔ ان چلوں میں ذکر و مراقبہ بکثرت اور دیگر نوافل و تلاوت بہت کم بجالاتے ہیں۔ سنن مئوکدہ اور تحیتہ الوضو کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے۔

بعض لوگوں نے رمضان کے آخر عشرہ کا اعتکاف ہی کافی سمجھا ہے۔ کتاب ہدایہ میں اس اعتکاف کو سنت مئوکدہ لکھا ہے اور بعض فقہا کا بھی یہی قول ہے۔ مگر میں نے اصحاب کرام سے کوئی روایت ایسی نہیں سنی کہ وہ اس سنت کی حمایت و حفاظت کرتے ہوں اسی سبب سے بعض مشائخ اعتکاف نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اس میں شہرت ہوتی ہے ہم ہروقت معتکف ہیں۔ اعتکاف کے لیے کوئی وقت معین کرنا زیادتی ہے۔ یہ بھی ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہماری سکونت مسجدوں اور خانقاہوں ہی میں ہے جہاں نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور تمام شرائط اعتکاف کے ہم پابند رہتے ہیں پس اعتکاف ہی میں ہیں اگرچہ اس کا نام اعتکاف نہیں ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ ایک اعتکاف معین جو سب کو معلوم ہے اور عام لوگ اعتکاف کرتے ہیں۔ دوسرا اعتکاف دوام جس کا بیان بھی اوپر گزرا ہے۔ تیسرا اعتکاف دل یعنی اہل دل اپنے خانہ دل کے اندر اعتکاف کرتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ جو دل ہمارے پاس ہے ہم اپنے دل سے اس دل پر اعتکاف کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حضور ﷺ نے بجز ماہ رمضان کے اور کسی مہینہ میں پورے روزے نہیں رکھے نہ پورے مہینہ بھر افطار کیا نہ کوئی دن روزہ کے لیے مخصوص فرمالیا تھا

صوفیوں نے ایام بیض کے روزوں کی پابندی میں سنت کا اتباع بھی پیش نظر رکھا ہے اور اپنے اوراد و وظائف کی رعایت بھی۔

نکاح اور نوافل

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں خلوت میں نوافل ادا کرنے سے نکاح کرنا بہتر ہے اور امام شافعی کا قول اس کے برعکس ہے۔ امام اعظم نے انتہا کی بات فرمائی ہے اور امام شافعی ابتدا کی خبر دیتے ہیں۔ منتہی جس لذت کے اندر مشغول ہوگا اسی میں تجلی پائے گا۔ لہٰذا اس کو لذت سے باز رہنا بہتر نہیں۔ اور محرومی کے ساتھ راضی ہونا مشکل ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهُمْ نِسَاءً یعنی اس امت میں بہتر شخص وہ ہے جس کے زیادہ بیویاں ہوں۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں وارد ہے کہ كَانَ أَزْهَدَ النَّاسِ وَلَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَثَمَانَ عَشَرَ سَرِيَّةً یعنی آپ سب سے بڑے زاہد تھے مگر آپ کی چار بیویاں اور اٹھارہ لونڈیاں تھیں۔ پس معلوم ہوا کہ شادی کرنا دنیاداری میں داخل نہیں ہے کیونکہ حضرت امیر المومنین سب سے بڑے زاہد تھے نیز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ نے اسی برس کی عمر میں چار شادیاں کی ہیں مگر محمد حسینی اپنے تجربہ کے موافق یہ کہتا ہے کہ جس نے ایک عورت بھی کی وہ تمام دنیا کی طرف محتاج ہو گیا۔ تم بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ پہلے تم کو صرف اپنی ہی ضروریات کا فکر تھا اب دوسرے کا بھی ہو گیا اگرچہ ہم نے مانا کہ تم کو لذت و خواہش کی پرواہ نہیں مگر دوسرے کو تو ہے۔ دن بدن تمہاری قوت زائل ہو کر تمہارا جمال زوال سے مبدل ہوگا۔ اگر تم مر گئے تو وہ بے چاری بیوہ کیسی کسمپرسی کی حالت میں رو رو کر واویلا مچائے گی۔

اے عزیز اس خیال سے درگذر کر اگرچہ خدا اور رسول نے اس کی اجازت دی ہے مگر تم یہ تو غور کرو کہ فرائض تم کس قدر انجام دے رہے ہو جو اس مباح کے پیچھے پڑے ہو۔ اگر تم عارف ہو اور تجلیات کا مشاہدہ کر چکے ہو تو خود جانتے ہو کہ بہت سی باتوں کو وہ

فرماتے ہیں مگر تم نہیں کرتے۔ میرا یہ بیان بہت لوگوں کے خلاف مرضی ہوگا۔

این نیز بنه برآن دگراں

خداوند تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرماتا ہے کہ وہ حضور تھے یعنی انہوں نے شادی نہ کی تھی۔ مدعی کہتا ہے کہ ان میں قوت باہ نہ تھی۔ میں کہتا ہوں تم بھی مرد صوفی ہو قلت طعام تمہارے لیے لازمی ہے پس تمہارے اندر قوت باہ کہاں سے آئی لہٰذا تم بھی انہیں کے حکم میں ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ میری عمر کے دس پندرہ روز ہی باقی ہیں تب بھی میں شادی کروں کیونکہ میں تجرد کی حالت میں خدا سے ملنا نہیں چاہتا۔ یہ بات بہت اچھی ہے اور تمہاری بھی خواہش ہونی چاہیے کہ تم سنت نبوی پر جان دو یعنی حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بیویاں چھوڑی تھیں تم بھی چھوڑو مگر یہ دیکھ لو کہ تمہارے بعد بیوہ پر کیا مشکل بنے گی۔ میرے عزیز جہاں تک ہو سکے اس کام سے باز رہو اور اپنے آپ کو عورت کے حوالہ کر کے دین سے برطرف نہ ہو جاؤ میری بات سنو میں خود نامردی کی وجہ سے اس کام سے باز نہیں رہا باوجود اس قوت وشوکت کے جو مجھے حاصل ہے تم کو تنبیہہ کرتا اور جتلائے دیتا ہوں کہ جو سالک اس فعل کا مرتکب ہوا وہ منزل مقصود سے رہ گیا ذوق وطلب فنا ہوئے۔ اگر تم عارف ہو تو قسم ہے خدا کی اس کام سے تمہاری تجلیات میں فرق آجائے گا اور تم شہود غائب سے شاہد موجود کے ساتھ راضی ہو گے۔ اس مقام پر شیخ ابن عربی علیہ الرحمتہ نے ایسی گفتگو فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم غیب کو چھوڑ کر عالم شہادت ہی سے راضی تھے اور ان موجودات کے علاوہ کسی اور موجود کا وجود نہ سمجھتے تھے۔ ان تمام صور واشکال کو وہ اسی کی صورہ اشکال کہتے ہیں اور وراء الوراء سے شعور بھی نہیں رکھتے۔ وَالْحَقُّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ فَافْهَمْ وَاغْتَنِمْ ان اَنْتَ مِنْ هٰوءُ لاَءِ یعنی خداوند تعالیٰ سب سے وراء الوراء ہے پس خوب سمجھو اور غنیمت جانو اگر تم ان لوگوں میں سے ہو۔ اگر ابن عربی میرے زمانہ میں ہوتے میں ان کو ان شواہد سے چھڑا کر بالاتر لے جاتا اور وراء الوراء کا

نظارہ دکھاتا۔ اس وقت وہ نئے سرے سے مسلمان ہوتے۔ اگر یہ میرا بیان خلاف حق وحقیقت ہے تو دوستان خدا کا ہاتھ اور میرا دامن۔

ابن عربی فرماتے ہیں اِلٰہِ مُطْلَقٌ وَاِلٰہِ مُقَیَّدٌ سبحان اللہ اگر اس کے فیض نے رنگ آمیزی اور کیمیاگری کی تو اس صِبْغَةُ اللّٰہِ کا نام تم نے اِلٰہِ مُقَیَّدٌ رکھ دیا یہ کیا بات ہے اچھا وہ ازل الازال میں بالقوۃ اِلٰہ تھا تو جب قوت سے فعل میں آگیا تب تم کیا کہتے ہو۔ اس مقام پر میں طویل شرح و بسط کرتا مگر اَلْوَقْتُ عَزِیْزٌ وَالْعُمْرُ قَصِیْرٌ افسوس میں کہاں سے کہاں آگیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

صوفی کو لازم ہے کہ تمام اوصاف کمال حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے اوراد میں سے کوئی ورد ناغہ نہ کیا کرے حضرت جنید اپنے انتقال کے وقت تسبیح پھیر رہے تھے کسی نے سبب پوچھا فرمایا کہ اس وقت میرا نامہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اسی کام کے ساتھ ختم ہو ہمارے مشائخ رضی اللہ عنہم باوجود اس کمال کے جو ان کو حاصل تھا کبھی ان سے ذرا سا وظیفہ بھی فوت نہیں ہوا۔

اگر بلند نظر سے دیکھو تو مرد عارف ہر چیز میں اسی کو دیکھتا ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ بزرگان کے طریق معبود سے روگردانی کر کے امتیازی صورت حاصل کرے۔

آداب طعام

کھانے کے وقت لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کا ذکر یا اور کوئی ذکر کرتا رہے تا کہ وَنُبُوْ اطْعَامَکُمْ بِالذِّکْرِ کا مصداق بنے۔ کھانے کے ہر لقمہ اور پانی کے ہر گھونٹ پر بسم اللہ پڑھتا جائے بعض بزرگان ہر لقمہ و ہر گھونٹ پر بسم اللہ مع فاتحہ کے پڑھتے تھے یہ تعجب کی بات نہیں ہے جتنی دیر میں لقمہ اٹھایا اور چبایا و نگلا جاتا ہے اتنی دیر میں سورہ فاتحہ پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں جو بزرگان ہر لقمہ پر ختم قرآن شریف کرتے ہیں یہ ان کی کرامت میں داخل ہے ہر شخص ایسا نہیں کر سکتا۔

سالک کو بھوک بڑھانے کے لیے چورن وغیرہ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کئی

اقسام کے کھانے ہوں تو سب میں سے اس قدر کھائے جتنا کہ ایک میں سے کھاتا ہے مزے مزے کے کھانے دیکھ کر زیادہ نہ کھا جائے۔

اگر کھانے میں دوسرا شخص بھی شریک ہو تو اس طرح کھائے کہ وہ خوش رہے۔

میزبان کو لازم ہے کہ سریع الہضم کھانا مہمان کو کھلائے ثقیل اور ریاح پیدا کرنے والا نہ کھلائے اور مہمانی اپنی حیثیت کے موافق کرے۔

مہمان کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے آگے آئے بخوشی قبول فرمائے اور ایسی فرمائش نہ کرے جس کے پورا کرنے میں میزبان کو دقت ہو۔ جب میزبان کے ہاں جائے تو خالی ہاتھ نہ جائے کچھ نہ کچھ لے کر جائے اگر نقد پیش کرے سب سے بہتر ہے اور اگر کوئی چیز ہو تو میزبان کے کام کی ہو یا اگر پھول ہوں تو ان کو صاف کر لے اور پژمردہ و کم خوشبو کے نہ ہوں مزاروں پر چڑھانے کے پھولوں میں بھی بھی احتیاط لازم ہے۔ اگر چھری یا چاقو و قینچی کا تحفہ دے تو اس کے ساتھ سوئی دھاگا بھی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ چھری چاقو قطع کرنے کا آلہ ہے اور سوئی دھاگا جوڑنے کا ہے۔ محض چھری چاقو کا پیش کرنا بدفالی ہے اور سوئی دھاگا ساتھ ہونے سے یہ بات نہیں رہتی۔

اگر کسی برتن کا تحفہ ہو تو خالی نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کے مناسب چیز بھی اس کے اندر ہونی ضروری ہے۔ سیاہی پھٹا ہوا کپڑا' قبر کی خاک اگرچہ کسی بزرگ ہی کی کیوں نہو۔ فاتحہ کا کھانا علی الصبح کسی کے گھر نہ بھیجیں کھانے کے وقت روٹی کے ٹکڑے کر کے نہ ڈال دے جب ایک روٹی کھا چکے تب دوسری توڑے۔ اگر سالن میں ٹکڑے ڈال کر کھائے بہتر ہے۔

اگر کھانے کا حصہ بھیجے تو اس قدر کہ بخوبی کافی ہو۔ درویشوں کا قاعدہ ہے کہ جب باہم کھانے بیٹھتے ہیں تو روٹیوں کے ٹکڑے کر لیے ہیں یہ بہت اچھی اور پردہ پوشی کی بات ہے یعنی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کتنی روٹیاں کھائیں نیز اس میں اپنی شکستہ اور پارہ پارہ حالت کا اشارہ ہے۔

ابدالوں کا قاعدہ ہے کہ نوالہ چبا کر تھوک دیتے اور پانی کا گھونٹ پی لیتے ہیں پانی کے

ساتھ جس قدر کھانے کے ریزے پیٹ میں چلے گئے وہی ان کو کافی ہیں۔

مجلس طعام یعنی دعوت کے آداب

جب کسی دعوت میں جانے کا اتفاق ہو تو کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ نہ لے جائے اگر مصلیٰ اٹھانے والا خادم ساتھ ہو تو اس کو مجلس میں اپنے برابر نہ بٹھائے مگر جب کہ میزبان ناراض نہ ہو۔ اگرچہ لوگ راستہ میں باتیں کرتے ہوئے ساتھ ہولیں تو مکان دعوت کے دروازہ پر ان سب کو رخصت کرے اگر کسی کو اپنے ساتھ اندر لے بھی جائے تو میزبان سے اطلاع کردے کہ ایک شخص کو میں خود لایا ہوں یا وہ خود آیا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو شریک طعام کیا جائے پھر جب میزبان اجازت نہ دے تو برا نہ مانے۔ اس اجازت میں کئی فائدہ ہیں اول یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بغیر بلائے ضیافت میں گیا اس کا جانا چوری کے ساتھ اور واپس آنا غارتگری کے ساتھ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میزبان نے چند گنتی کے آدمیوں کی دعوت کی ہے اب یہ جو مفت کے مہمان لے جائے گا تو اس غریب کو ناحق شرمندگی ہوگی۔ تیسرے یہ کہ میزبان نے اپنے ہم مشروب وہم مذاق لوگوں کو مدعو کیا ہے اس اجنبی کی شرکت سے ان کے ذوق میں فرق پڑے گا۔

اب گفتگو یہ ہے کہ جو شخص بغیر بلائے کھانے میں شریک ہو گیا اس کو وہ کھانا مباح ہے یا نہیں اگرچہ میزبان بامروت اور کشادہ دل ہو مگر کھانے والا ضرور بے حمیت وبے غیرت اور بے تمیز وبے شرم کہلائے گا۔

مجلس میں صدر جگہ بیٹھنے کا قصد نہ کرے اگر قصد کرے بھی تو صف نعال کا۔ اگر لوگ باصرار اس کو صدر جگہ بٹھائیں تو اس طرح نہ بیٹھے جیسے انگشتری میں نگینہ یعنی تمام جگہ کو گھیرے بلکہ نہایت فروتنی کے ساتھ بیٹھے۔ نیز صدر جگہ بیٹھنے میں زیادہ انکار بھی نہ کرے۔ جہاں اس کو بٹھائیں بیٹھ جائے کیونکہ اَلضَّیْفُ کَالْجَمَلِ یَجْلِسُ حَیْثُ یُجْلَسُ یعنی مہمان مثل شتر کے ہو جہاں اس کو بٹھایا جاتا ہے بیٹھ جاتا ہے۔ اس کو یہ

خیال بھی نہیں کرنا چاہیے کہ پہلے اسی کے ہاتھ دھلائے جائیں اور اس کے آگے کھانا رکھا جائے۔ اگر مجلس میں سب کا یہی بزرگ ہے تو بلا تکلف صدر جگہ جا بیٹھے جب تک اور لوگ نہ کھانے لگیں خود لقمہ اٹھانے میں سبقت نہ کرے۔ اگرچہ مجلس میں چھوٹا نوالہ لینا چاہئے مگر نشست ایسی بیٹھے جس سے لوگ سمجھیں کہ خوب کھائے گا کھانے سے بے رغبتی کا اظہار نہ کرے کیونکہ یہ متکبروں کی عادت ہے بڑے بڑے لقمے نہ کھائے متوسط درجہ کے خوب چبا کر نگلے۔ بڑا لقمہ کھانا حریصوں کا کام ہے۔ جب تک اور لوگ کھانے سے دست کش نہ ہوں خود بھی شریک رہے۔ بلکہ ان سے پیچھے فارغ ہو تا کہ حیا والا بھوکا نہ رہ جائے۔ اپنے آگے سے کھانا چاہئے ادھر ادھر ہاتھ نہ دوڑائے۔ نہ دور سے اٹھائے کیونکہ باعزت لوگوں کا یہ طریقہ نہیں ہے کھانے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے روٹی سالن اور ترشی وغیرہ جو اس کے ساتھ ہو وہ کھائے بعد ازاں چاول وبریانی پھر مٹھائی کھائے۔ میٹھے اور سلونے کھانے کو ایک ساتھ نہ ملائے۔ اگر ویسا ہو تو اس کو کھانے سے پہلے ہی پی لے تاکہ زیادہ کھایا جائے۔ اگر کھانے کے بعد پیوے تب بھی مفید ہے۔ اگر کھانے کے حصے لگائے گئے ہیں تو اپنے حصہ میں سے دوسرے کو بھی دے اگر شیرینی رکھی گئی ہے اور سب لوگ اس میں سے اپنا اپنا حصہ لیتے ہیں تو یہ بھی لے تکبر نہ کرے۔ شیرینی رکھنے کے لیے ایک روٹی کافی ہے' بزرگوں کا قول ہے کہ ایک نان خلاف است دو گی خلاف۔ مہمان شیرینی وغیرہ تقسیم نہ کرے مگر جب کہ اس کو اختیار دیا گیا ہو کہ جو جی چاہے کرلے۔ جو لوگ مجلس کی خدمت کرتے ہیں مثلاً مکھیاں اڑانے والے یا پنکھا جھلنے والے ان کو بھی ہر چیز کا حصہ دینا چاہئے۔

مجلس میں خود کوئی خاص کھانا نہ کھائے مگر پرہیز کی مجبوری سے پھر اپنے کھانے میں سے بھی دوسروں کو کچھ تقسیم کرے تاکہ شَرَّ النَّاسِ مَنْ اَکَلَ وَحْدَهٗ میں داخل نہ ہو۔

صف نعال اور صدر جگہ کا کھانا ایک ہی ہونا چاہیے اگر مختلف کھانے ہوں تو مختلف لوگوں کے لیے۔ کھانا اس طرح نہ کھائے کہ ہاتھ اور ہونٹ آلودہ ہو جائیں تین انگلیوں

سے نوالہ بنا کر کھانا چاہئے۔ مگر جس کھانے کا نوالہ نہ بن سکتا ہو جیسے شیر برنج، خوب سیر ہو کر نہ کھائے نہ کھانے کی زیادہ تعریف کرے کہ نہایت لذیذ ہے اور خوب پکا ہے۔ اور مذمت تو بالکل ہی نہ کرے اگر پسند ہو کھالے ورنہ دست کشی کرے برا نہ کہے۔

اگر میزبان کی مرضی کا کھانا نہ ہو تب بھی اس کو مہمانوں کی خاطر سے شریک طعام ہونا چاہیے۔ کھانے کا عیب وہنر باورچی سے ضرور بیان کرے تاکہ اس کو تنبیہہ ہو اور آئندہ خراب کھانا پکا کر مال ضائع نہ کرے۔

کھانے کی بیٹھک یہ ہے کہ دایاں پیر کھڑا رکھے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھے یہی نشست سنت ہے مگر مشائخ وبزرگان کے سامنے باادب بیٹھنا چاہیے۔ کھانے کے بعد اگر خلال کرنے کی تھوڑی ضرورت ہو تو وہیں کرلے اور اگر زیادہ ہو تب کسی گوشہ میں چلا جائے۔ لوگوں کے سامنے طشت میں کلی نہ کرے مگر بضرورت کھانے میں پانی اس طرح پیوے کہ آبخورہ آلودہ نہ ہو اور لوگوں کو گھن نہ آئے۔ کھانے کے بعد ہی پانی پینا نہیں چاہئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پینے سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے مگر جب کہ خشکی کے سبب بغیر پانی کے کھانا نگلا نہ جائے۔ اگر کھانے کے حصے تقسیم ہو رہے ہوں تو اختیار ہے چاہے وہیں کھالے چاہے اپنے گھر لے آئے یا کسی کو دے دے یا وہیں چھوڑ دے۔ کھانے کے بعد زور سے ڈکار لے کہ یہ متکبروں کی عادت ہے۔

صوفیوں کے کھانے کا وقت بعد نماز عشاء اور قریب زوال کے مناسب اور حکیمانہ کام ہے۔ وہ وقتؐ سے تیسرے وقت کھانا نہیں چاہیے۔ اور کھائے اتنا جتنا کہ لوگ تیسرے وقت کھاتے ہیں (یعنی مختصر طور سے)

کھانے کا شکریہ

مجلس طعام سے رخصت ہونے کے وقت میزبان سے مصافحہ کر کے مختصر الفاظ میں کھانے کا شکریہ ادا کرے کھانے کے شکریہ کو صوفی مزد دندان کہتے ہیں۔ یعنی کسی کا کھانا مفت نہیں کھاتے بلکہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں آدمی میں ایسی ہی غیرت ہونی چاہیے۔

دعوت کا قبول و انکار

جوان مرد اور کشادہ دل آدمی کی دعوت قبول کرے بخیل کی دعوت ہرگز قبول کرنی نہیں چاہئے۔ کسی حیلہ بہانے سے ٹال دے۔ خود نما اور تکلف والے کے کھانے سے بھی پرہیز کرے۔ اجنبی فقیروں کو کھلانے سے اپنے یاران طریقت کی دعوت کرنی بدرجہا بہتر ہے۔ اگر ان میں کوئی اپنا رشتہ دار ہے تو اس کو مقدم سمجھے اور جو کچھ اس کے ساتھ سلوک کرے بجز خدا کے کسی کو اس کی خبر نہ ہو اور جو کچھ یہ لوگوں کو علانیہ دیا کرتا ہے اس کو بھی پوشیدہ ہی دینا اختیار کرے۔

صوفی کسی شخص سے کوئی معین چیز مثلاً یہ جامہ یا یہ دستار کہہ کر سوال نہ کرے۔ مرید ٹوپی کے علاوہ ہر ایک کپڑا اپنے پیر کی نذر کر سکتا ہے۔ اگر ٹوپی بالکل نئی ہو تو اس کے پیش کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

ارادت کی شرائط اور مبتدی کے فرائض

مبتدی کے لیے مقدم یہ ہے کہ مرشد ہادی کی تلاش و جستجو کرے مرشد دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ہادی اور ایک منذر۔ ان دونوں میں تمیز کرنی بہت مشکل ہے کیونکہ دونوں نصیحت کرتے ہیں اور نصیحت میں ہدایت بھی ہے اور انداز بھی جیسے واعظ اپنے وعظ میں جنت کا شوق بھی دلاتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بھی ڈراتے ہیں۔ اسی طرح مرشد قرب حق کی طرف بلاتا اور غیر حق سے بچاتا ہے جو غریب مرشدوں کے ان اوصاف میں تمیز نہیں کر سکتا وہ توکل بخدا ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان کے دامن سے اپنی جان و جہان کو وابستہ کر دیتا ہے۔ اگر مرشد ہادی ہوئے فھوالمراد اور اگر منذر ہوئے تب ان کو اس جہان کی خبر ہی نہ ہوگی۔ اور شاید کہ وہ مرید ہی نہ کریں میں نے بہت لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں جو دعوت تو کرنے لگے مگر ہدایت و ارشاد کی ان کو خبر تک نہیں بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جنھوں نے عام لوگوں کے اغراض و مقاصد کو

معلوم کر کے دعوت شروع کر دی اور لوگ ان کو مرشد ہادی سمجھ گئے۔

دوسری شرط : یہ ہے کہ طالب جواں مرد اور ہمت والا ہونا چاہیے جو اپنے دل سے گھربار اور مال واسباب اور جورو بچوں کا تعلق منقطع کرے۔

تیسری شرط : تزکیہ نفس یعنی نفس کو پاک بناتا ہے اس کی حد نہیں جہاں تک ہو سکے کئے جائے اخلاق ذمیمہ مثلاً حرص' حسد' غضب' شہوت' کذب وغیبت وغیرہ سے باز رہے اور تمام محرمات ومکروہات شرعی کو چھوڑ دے۔ دنیا کی لذتوں اور تمام محسوسات و معقولات سے جدا ہو جائے۔

چوتھی شرط : یہ ہے کہ اپنی ریاضت ومجاہدہ کو شمار میں نہ لائے اور یہ سمجھے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔

پانچویں شرط : یہ ہے کہ خلوت وتنہائی اختیار کرلے اگر صحراء میں غار مل جائے تو بہت عمدہ ہے۔

چھٹی شرط : یہ ہے کہ عورت سے الگ رہے اگر بیوی ہو تو اشد ضرورت کے علاوہ اس کے پاس نہ جائے۔

ساتویں شرط : یہ ہے کہ اکل حلال کا انتظام کرے اور جہاں تک ممکن ہو احتیاط سے کام لے۔ غذا اتنی کھائے کہ جس سے جسمانی کاروبار چلتے رہیں طے کا روزہ بہت بہتر ہے اور بعض لوگ صوم دوام کو بھی اسی کے قریب سمجھتے ہیں۔ پانی کم پینے میں بھی بہت کوشش کرے۔

آٹھویں شرط : یہ ہے کہ پیر کا حکم بجالانے میں بڑی مستعدی سے کام لے اور خفیف باتوں پر توجہ نہ کرے۔

نویں شرط : تھوڑا سوئے اور غافل نہ سوئے۔ خواب وبیداری کے درمیان سونا چاہیے۔

دسویں شرط : جب دو کام سامنے آئیں تو ان میں جو بہتر ہو اس کو اختیار کرے۔ مگر طالب کے نزدیک وہی کام بہتر ہوتا ہے جو سخت دشوار ہو۔

گیارہویں شرط : نفس کی خواہش پر ہرگز عمل نہ کرے۔ اگر نفس کی خاطر کسی حظ نفسانی کا مرتکب ہو جائے تو پھر نفس پر اس کا سخت جرمانہ ڈالے۔ (یعنی کسی سخت مجاہدہ میں مبتلا کرے)

بارہویں شرط : یہ ہے کہ اباؤ اجداد اور علم و عقل پر فخر نہ کرے اپنے تئیں سب سے بدتر اور ذلیل و خوار سمجھے کیونکہ جو شخص ایسا سمجھتا ہے خدا سے بہت نزدیک ہوتا ہے۔

تیرہویں شرط : دین وملت کی ترجیح اور مباحث علمی میں اتنا مشغول نہ ہو کہ وہی اس کا مقصود معلوم ہوں۔

چودہویں شرط : وضو وطہارت میں اتنا وہم نہ کرے کہ نماز واوراد کا وقت فوت ہو جائے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ طالب کو سب سے زیادہ دو باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے ایک تزکیہ نفس دوسرے توجہ تام یعنی نفس کا پاک کرنا اور خدا کی طرف پورے طور سے متوجہ ہونا۔ انہیں دو باتوں کے لیے انبیاء مبعوث ہوئے اور انہیں کی انہوں نے تعلیم دی۔

پندرہویں شرط : اپنے لیے کوئی خاص لباس ہیئت اختیار نہ کرے۔

سولہویں شرط : فراغت وقت میں کوشش کرے۔ ہم نے فرض کیا کہ وضو نہیں ہے نہ ہو مراقبہ اور حضوری سے دل کو خالی نہ رکھے۔ تزکیہ نفس یہی ہے کہ نفسانی خواہشات کرے اور توجہ تمام یہ ہے کہ تمام خطرات دل سے دفع کر دے۔ غیر مذاہب کے ریاضت کش بھی انہیں دو چیزوں کی پابندی کرتے ہیں اور سب کا ان پر اتفاق ہے لہٰذا تم بھی ان کو غنیمت سمجھو صحابہ کرام باوجود اس قدر جہاد اور محنت ومشقت کے ان دو باتوں پر سخت کوشش کرتے تھے اور انہیں کے سبب سے ان کے مراتب ومدارج بلند تھے۔ طالب کے لیے ضرورت نہیں کہ سلامتی ایمان کی دعا کرے اپنے مقصود کو پیش نظر رکھے پھر جو ہو

ہوا کرے کسی جگہ میں نے یہ رباعی لکھی دیکھی ہے

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گوشو گو
وز ورزماں ہر چہ شود گوشوگو
مشغول تجلی باش مبراز دو کون
وزسود وزیاں ہرچہ شود گوشوگو

طالب کے نزدیک درد ودرماں برابر ہو۔ درماں کی حالت میں ایسا درد ہو جو ترماں کی حالت میں بھی نہ ہو۔ اور حرماں کی حالت میں ایسا درماں ہو کہ جو درماں کی حالت میں بھی نہ ہو۔

طالب ہر وقت اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ کا نعرہ لگائے اور ھَلْ مِنْ مزید کا غلغلہ بلند کرے کہتے ہیں کہ تمام طالب واصلوں کے مقام کی تمنا کرتے ہیں اور تمام واصل طالبوں کے مقام کے طالب ہیں ابو الحسن نوری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں درد ما ابدی است۔

بغیر دیدار ومعرفت کے محبت فضول ہے اصل محبت وہی ہے جو معرفت ودیدار کے بعد پیدا ہو۔ پیروں کا ارشاد ہے کہ اندیشہ نہ کر طلب وتقلید سے باہر نکل۔ طلب وتقلید میں سوز وراحت اور درد درماں ہے۔ اکثر بزرگوں نے تقلید سے نکل کر افسوس کیا ہے کہ کاش ہمیشہ تقلید ہی میں رہتے۔ سماع میں گریہ وزاری تقلید کی علامت ہے۔ رسالہ قشیری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بہت بزرگ کشف حقیقت سے بیزار ہوئے اور چاہا کہ مقام تفرقہ کی طرف رجوع کریں کیونکہ ذوق وشوق اسی مقام میں ہوتا ہے بعض بزرگان نے مقام حقیقت میں گھبرا کر یہ کہہ دیا کہ اگر ہم تقلید وحجاب ہی میں رہتے تو بہت اچھا ہوتا کیونکہ اس حقیقت سے تو وحشت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

طالب ہر ایک راستہ سے مطلوب کو تلاش کرے کیونکہ اس کو معلوم نہیں کدھر سے جلد پہنچے گا لَا تَدْخُلُو مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْ امِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (یوسف۔ ٦٦) (ترجمہ) "ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا"۔ یوسف کو ہر ایک دروازہ سے تلاش کرنا چاہیے۔ طالب ہر قسم کی نیکیاں بجالائے

بعض طالب قلندر اور دیوانے ہو گئے ہیں۔ بعض برہمن اور جوگی ہیں۔ ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا مطلوب حجاب عزت و تتق غیرت میں پوشیدہ ہے اس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ وہی ہے جو مرشد بتائے اور جس کی حضور انور ﷺ نے تعلیم دی ہے طالب وہی راستہ تلاش کرے۔ یہ کوشش نہ کرے کہ اس کے اندر کشف وکرامت پیدا ہو کیونکہ یہ چیزیں حجاب عظیم ہیں لوگ انہیں کو بڑا کام سمجھتے ہیں اور انبیاء کے معجزات دیکھ کران پر ایمان لاتے اور اولیاء کی کرامات سے ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ طالب اپنا اصلی مقصد پیش نظر رکھے اس کے سوا جو کچھ ہے وہی اس کے لئے کفرو جنم ہے۔

طالبوں کی اقسام

ایک طالب وہ شخص ہے جو اپنے عقل وفہم سے خدا کی طلب اختیار کرے اور جان لے کہ خدا سب سے بڑا بزرگ۔ قدیم اور واجب الوجود ہے۔ یہ شخص حکمت کی راہ سے طالب ہوا ہے۔ عاشق نہیں ہے عاشق کے اندر جو طلب ہوتی ہے وہ خدا ہی کی طرف سے اس میں ڈالی جاتی ہے وہاں گفت وشنید کی گنجائش نہیں جس پر گزرتی ہے وہ خوب جانتا ہے حکیم سنائی اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؂

مرا بارے بحمد اللہ رراہ ہمت و حکمت
بسوی خطہ وحدت برد عقل از خطہ اشیا

اگر عاشق سے دریافت کیا جائے کہ معشوق پر کیوں عاشق ہے اگر وہ عشق میں سرشار ہے تو کچھ جواب نہ دے سکے گا اگر جواب بھی دے گا تو یہی کہ میں نہیں جانتا۔

طالب تنگی یا کشادگی کا طلبگار نہیں ہوتا بلکہ کشادگی میں شاید اس کا وقت زیادہ ضائع ہوتا ہو مگر تنگی میں بھی پریشان خاطری سے نقصان پہنچتا ہے۔ حد بلوغ سے چالیس سال کی عمر تک مرید ہونے کا اچھا وقت ہے اگر ان ایام میں اچھی طرح مجاہدہ کرے گا جلد کامیاب ہو گا۔ پیرانہ سالی میں اگر اس طرف متوجہ ہوا تو ایسے فریب المرگ کو کیا حضور حاصل ہو سکتا ہے مگر پھر بھی نیکیوں کے سبب سے جنت میں درجے بلند ہوں گے مطلب یہ ہے کہ

جوانی کی عمر میں یہ کام بڑی خوبی سے انجام پاتا ہے خدا توفیق دے تو پوری ہمت اس طرف متوجہ کرے۔ اگر نفس اچھے کھانے کپڑے کی خواہش کرے تو لعنت وملامت سے اس کو عاجز کر دے۔

یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب کوئی شخص عورت یا مرد پر عاشق ہو تو ہر وقت ہر طرح سے اس کے وصل کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ جان ومال سے دریغ نہیں کرتا تعویذ گنڈے کے لیے عاملوں وساحروں کی خوشامد کرتا ہے لہٰذا طالب کو بھی لازم ہے کہ مسجد یا صحرا میں خلوت اختیار کرے کبھی کبھی نیک اور بزرگ لوگوں کی صحبت میں جایا کرے۔ جو کچھ اس کے پاس ہو ان کی خدمت میں خرچ کرے اور ان سے راستہ سیکھے۔ نیکیوں کے کسی راستہ کو نہ چھوڑے۔ نماز' روزہ' ورد وظیفہ' ذکر ومراقبہ سب کو بجا لائے۔ بعض طالب ایسے بھی ہیں جن کو مرشد کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ مرشد کا یہی کام ہے کہ وہ طالب کو ایک چیز کا پابند نہیں رکھتا مرید جس مقام میں پہنچتا ہے مرشد اس کو وہاں سے آگے بڑھاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ وَیَکْرَہُ بِنِفسافِھَا یعنی خداوند تعالیٰ بلند ہمتی کو پسند اور پست ہمتی کو ناپسند فرماتا ہے۔

طالب کے لیے چند مفید نصیحتیں

اگر ارادت میں کچھ لغزش ہو جائے تو ارادت کو ترک نہ کر بیٹھے امید ہے کہ اگر یہ ارادت پر قائم رہے گا تو چند روز میں لغزش کا اثر جاتا رہے گا۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر۔۵۳) (ترجمہ) "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔" خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اپنی خطا پر شرمندہ بھی رہو اور اس کی رحمت سے امید بھی رکھو۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ارادت وطلب کے لیے جوانی کے ایام بہت خوب ہیں مگر جب کوئی شخص ستر اسی برس کی عمر رکھتا ہو اور خداوند تعالیٰ اس کو توفیق نیک عنایت کرے تو اس کے لیے کیا تدبیر کرنی چاہیے نہ یہ طے کے روزے رکھ سکے گا۔ نہ سخت مجاہدے کرے گا بلکہ اس کو یہ ضرورت ہے کہ کوئی اور شخص اس کی خدمت کیا کرے لہٰذا اس کے لیے یہی کافی ہے

کہ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرے ورد وظیفہ پڑھے اور خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں اور منہ بند کرے اور مراقبہ میں مشغول ہو۔ مشغولی کا جو طریقہ پیر بتائے اس پر عمل کرے۔ اگر اس کے دل میں پیر کی محبت ہے تو ضرور کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے گا۔

اس بوڑھے کے لیے یہ بات بہت عمدہ ہے کہ دنیا کی خواہشات سے سیر ہو کر گور کے کنارے آبیٹھا ہے مال واولاد کی محبت اس کے دل میں نہیں رہی اب اس کو موت اور خدا کے سوا اور کیا چاہئے۔ ان وجوہات سے یہ بمقابلہ جوان آدمی کے خدا سے زیادہ نزدیک ہے البتہ جوان کا دل اگرچہ ان پھندوں سے چھٹنا مشکل ہے مگر اس کے دل میں جو حرارت ہوتی ہے وہ بڑھاپے میں نہیں رہتی نیز بوڑھے کے دل میں خشکی نہ ہونے کے سبب مراقبہ کا نقش نقش برآب ہوتا ہے۔ بوڑھے کو ہاتھ پیر توڑنے اور شکستگی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بڑھاپے نے پہلے ہی اس کے دانت توڑ کر اس کی بینائی وشنوائی میں فرق ڈال دیا ہے۔

میرے خیال میں بوڑھا آدمی اپنی طویل عمر کے سبب دنیا بھر کے تجربے کر چکا زمانہ کے گرم وسرد سے واقف ہو گیا اب ہر وقت موت پیش نظر دیکھتا ہے خوشیوں اور آرزوؤں کی حد سے گزر گیا رنج وغم سے اس کا دل پک گیا ہے لہٰذا ضرور یہ دردمند ہے اور امید ہے کہ اس کا درد اس کی طلب کو ترقی دے کر حضوری کے مقام میں اس کو پہنچا دے۔ اس کو چاہیے کہ نار و نور اور کشف وظہور کا طالب نہ بنے اپنے مقصود اصلی پر نظر رکھے۔ اس تدبیر سے امید ہے کہ جن چیزوں کا مشاہدہ مجاہدہ کرنے والے کرتے ہیں یہ بھی کرے گا۔ اس بوڑھے کو لازم ہے کہ سب چیزیں اپنے مقصود پر فدا کر دے اگر اس کا مال یا اولاد تلف ہو گئی ہو تو ٹھنڈے سانس نہ بھرے کسی کے سامنے شرمندگی اور لاچارگی کا اظہار نہ کرے۔ دنیاوری کاروبار سے ہاتھ کھینچے بستر مرگ پر پیر پھیلا دے ایسا کرے گا تو انیس بسوہ کشف وکرامت سے بھی مشرف ہو گا۔ ایک بسوہ کی کسر میں نے اس لیے رکھی ہے کہ بوڑھے کا کام اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے۔ اگر جوان کی طرح اس کا کام بھی اختیاری ہوتا تو بیسوں بسوے ٹھیک ہو جاتا۔

شدہ پیر و عاجز و فرتوت
ماندہ در کار خویشتن مبہوت
تو بتر تو متردد میان جبرو قدر
غافل از عین عزت جبروت

آنکھیں بند کر کے دھیان جمائے کہ میرا محبوب نہایت حسن وجمال اور لطف وکمال کے ساتھ مجھ پر جلوہ گر ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جیساوہ میرے ساتھ رکھے) یہاں مستحق ہو گا۔ اس بیت کو غور سے سمجھو۔

از بعد مکن شکایت اے خستہ جگر
کز غایت قرب مے نہ بیند مارا

اے پیر نابالغ بچوں کی طرح اپنی ضد پر اڑ جا بجز خدا کے اور کسی چیز سے راضی نہ ہو۔ میں نے تیرے لیے یہ ایسی تدبیریں بیاں کی ہیں کہ ان سے ضرور تیرا دل روشن ہو جائے۔ بوڑھا آدمی اپنے بڑھاپے اور عمر کا زیادہ حصہ گزر جانے کے سبب اپنے آپ کو نیست ونابود سمجھنے لگتا ہے کیونکہ قُرْبُ الشَّیْءِ یَاخُذُ حُکْمَہٗ (یعنی کسی چیز کے قریب ہونے سے بھی اسی چیز کا حکم ہو جاتا ہے) اگرچہ یہ فنافنا تصوری ہے مگراس تصور کا منبع تحقیق ہے صوفیوں میں ایک مشہور فنا یہ بھی ہے اور اس کے حصول کا یہی طریق ہے تفصیل اس کی بہت طویل ہے مگر ہم نے کافی طور سے بیان کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دروازہ سب کے لیے کشادہ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس دروازہ کی طرف کون آتا ہے۔ ندا آتی ہے کہ تعجب کی بات دیکھو بوڑھے نے تمام عمر حرص دھوا میں برباد کی اب آخری وقت صوفیوں کی طرف متوجہ ہوا ہے تو اس ایک سانس میں کونسا مقام طے کر لے گا۔

اس بوڑھے کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے جو آخر عمر میں بھی عورتوں سے پرہیز نہیں کرتا۔ عورت کی صحبت جب جوان کو ناتوان بنا دیتی ہے تو اس غریب بوڑھے کا

کیا کہنا ہے بس یہی ہوگا کہ اپنے آپ کو بہت جلد ضائع کر دے گا۔ نیز اس کو ہر ایک ایسی چیز سے پرہیز کرنا چاہیے جو اس عمر میں نقصان کرتی ہے اگر بڑھاپے میں سخت بیمار ہو گیا تو مر ہی جائے گا تصوف کا کیا کام کر سکے گا۔

بوڑھے آدمی کے اندر ان دو باتوں میں سے ایک نہ ایک بات ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ یا تو ہر وقت اونگھے جاتا ہے اور یا کسی وقت نیند نہیں آتی اگر اس بیداری سے تکلیف نہ ہو تو بہت اچھی چیز ہے اگر تھوڑی سی کسی وقت نیند آجائے تو اس کو غنیمت سمجھے ورنہ بیداری سے خوب کام لے۔ اگر غنودگی کے غلبہ میں مراقبہ کا لحاظ رکھے گا تو وہ بھی مضر نہیں ہے خواب میں جو کچھ دیکھے گا صحیح ہوگا۔ مراقبہ کرنے والے اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ مراقبہ میں ان کو نیند آجائے۔

بڑھاپے میں اکثر آدمی رونا دھونا اور تنگ مزاج ہوتا ہے۔ پیر طالب کو ان باتوں سے پرہیز چاہیے ہاں اگر اپنی گذشتہ عمر کی بربادی پر افسوس کرے اور روئے تو کچھ حرج نہیں اگر یہ بوڑھا سچی طلب رکھتا ہے تو ہرگز محروم نہ رہے گا بلکہ وہ چیز ہاتھ آئے گی جس پر بہت لوگ رشک کریں گے۔ اس شیخ فانی کے دل میں زندگی کی ہوس ہوگی تو کوئی کام نہ بنے گا اس خواہش سے خدا کی پناہ مانگے اور پیر کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس خواہش کا پیدا ہونا محرومی کی نشانی ہے۔

میں نے بوڑھے طالب کی تعلیم کے لیے بہت کچھ بیان کر دیا ہے ورنہ بہت سے مرشدوں نے تو ان کو محض درود و وظائف ہی میں پھنسا رکھا تھا اور کہہ دیا تھا کہ تمہارے لیے کسی ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت نہیں مگر میں نے ان کی امید قائم رکھی ہے اور مقصود کا پتہ بتا دیا ہے۔

اگر ایسا بوڑھا ہے کہ نماز بھی بیٹھ کر ہی پڑھتا ہے اور ہر وقت اونگا کرتا ہے تو اس کے لیے مراقبہ و مرابطہ سب سے بہتر ہے اَبْنَاءُ الضَّائِنِيْنَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ یعنی اسی برس کی عمر والے خدا کے آزاد کردہ ہیں۔ بعض لوگ اس قول کو حدیث نبوی کہتے ہیں۔ یہ قول کئی معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک یہ کہ جب غلام بہت بوڑھا ہو جاتا ہے تو آقا اس پر رحم

کھا کر اسے آزاد کر دیتا ہے اور اپنے کاروبار کی تکلیف نہیں دیتا اس طرح خداوند تعالیٰ بھی اسی برس کے بوڑھے کو اپنے قہر سے آزاد کر دیتا ہے۔ شیخ لقمان کی حکایت اس مضمون سے بہت مناسبت رکھتی ہے۔ نیز جب انسان اسی برس کی عمر کو پہنچتا ہے دل اس کا ست ہو جاتا ہے جوڑوں میں درد رہتا ہے طبیعت نہایت کمزور وناتوان ہوتی ہے غرضیکہ جو جو تکالیف اس کو پہنچتی ہیں وہ سب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں یہ شخص عذاب الٰہی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس عمر میں بوڑھے نے کسی مغفور کی صورت دیکھی ہو اور اس کے پاس بیٹھا ہو حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مغفور سے ملا اور مصافحہ کیا تو یہ بھی مغفور ہے پس یہ بوڑھا طالب گناہوں سے پاک ہو کر آزاد ہو گیا اب راستہ اس پر آسان ہے چند جوان میری صحبت میں تھے مجاہدہ وریاضت اور روزہ وغیرہ سے ان کو کچھ کام نہ تھا مگر بات یہ تھی کہ وہ اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ نفس تھے اسی سبب سے ان کا کام اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ تم میری نسبت بھی اس کا گمان نہیں کر سکتے۔

نابالغ بچہ کو مجاہدہ کی تعلیم کرنا بے سود ہے کیونکہ اس کا ان آتش فشاں پہاڑوں اور پر خار صحراؤں سے گذرنا بہت مشکل ہے جنید وسری کی حکایتیں نادرات زمانہ سے ہیں۔

اگر طالب کسی پر عاشق ہو جائے تو اس کی خلاصی کی یہی تدبیر ہے کہ معشوق کو بھی اسی راستہ پر لگائے ورنہ خیالات فاسدہ دور کرنے کے لیے سفر میں چلا جائے اور صبر سے کام لے کیونکہ یہ موقعہ بہت خوفناک ہے۔

پیر طالب اگر اس خیال سے کچھ عمر کی تمنا کرے کہ مقصود کو پہنچوں یا نہ پہنچوں مگر درد وطلب کا ذوق تو حاصل کر لوں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مجالس ومحافل میں اس کے شریک ہونے کی ضرورت نہیں گوشہ نشین ہو کر سانس شماری کرے اور سمجھے کہ کیا اس وقت بھی عمر کو ضائع کئے جائے گا۔

اگر کسی بادشاہ یا نواب کے دل میں شوق طلب پیدا ہو اپنی سلطنت وریاست کو چھوڑ کر خلوت اختیار کرے اگر شاہی ملازم میدان طلب میں قدم رکھے اور شاہی خدمات اس

کے اوراد و وظائف کی مانع نہیں ہیں تو بہت اچھا ہے اگر شاہ کی حضوری میں حاضر رہتا ہو اور اس کے ہونٹ ہلانے اس کو ناگوار ہوں تو دل ہی دل میں اپنا کام کرے اس طرح پڑھنا نہایت مفید ہے دل کو گرمی پہنچتی ہے اور حروف و آواز کا پورا اثر دل میں جذب ہو کر جلد کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بادشاہ یا نواب کے لیے بھی کام بہتر ہے کہ اپنی رعایا پر احسان کرے اور سب کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے ہر وقت ذکر الٰہی کرتا رہے۔ رات کو عبادت و مراقبہ کے لیے مخصوص رکھے اور دن کو مسلمانوں کے کام انجام دے اگر سالک شاہی ملازم ہے اور بادشاہ نے کسی کو قتل کرنے یا سزا دینے کا حکم دیا تو یہ مناسب جواب دے دے کہ مجھ کو معاف کیا جائے مجھ سے ایسے کام نہ ہوں گے میرا استعفیٰ قبول ہو۔

بادشاہ و سلطنت کے روپیہ کو اپنا روپیہ نہ سمجھے وہ مسلمانوں کا بیت المال ہے ہاں بادشاہ یا نواب اپنی ضرورت کے موافق خرچ کر سکتا ہے۔ جو نامشروع باتیں لوازمات شاہی میں داخل ہو گئی ہیں ان سے پرہیز کرے۔ ریشمی اور زری کے لباس سونے چاندی کے زیورات و ظروف کا استعمال نہ کرے اگر کوئی ملازم اس قسم کا پہننے کے لئے مجبور ہو تو بس حاضری کے وقت باکراہ پہن کر اتار دیا کرے ایسے مواقع میں تصور شیخ بہت مفید ہوتا ہے۔

ملازمان شاہی میں سے وزیروں اور سرہنگوں کو جب شوق دامن گیر ہو تو بجز ترک ملازمت کے چارہ نہیں۔ مگر جب اس نیت سے نوکری کرے کہ ماتحت اہلکاروں کی نگرانی کروں گا سرکاری ملازموں کے ظلم و تعدی اور رشوت ستانی سے بندگان خدا کو بچاؤں گا۔ قیدیوں کی مظلوموں کی خبر گیری اور فریادیوں کی فریاد رسی کروں گا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر یہ کام اس شخص سے انجام پائیں تو ان کو خدا کی طرف سے سمجھ کر ان پر خوش نہ ہو۔ ایسا کرنے سے بہت شہسواران لوک سے آگے بڑھ جائے گا اور ثواب عظیم کا مستحق ہو گا۔ ایک شخص آزادی سے ایک کام کرتا ہے اور دوسرا بدقت و دشواری تو دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں یہ آیت ایسے ہی لوگوں کی شان میں نازل ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر-۹) (ترجمہ) "صابروں کو ہی ان کا ثواب

بھرپور دیا جائے گا بے گنتی)

اگر بادشاہ کو بچی طلب پیدا ہوئی ہے وہی کام کرے جو حضرت ابراہیم بن ادھم اور معاویہ بن یزید اور عبداللہ نے کیا۔ (یعنی سلطنت چھوڑ کر خلوت اختیار کرے) اگر ایسا نہ ہو سکے اور سلطنت کا سنبھالنے والا نہ ملے تب بادشاہ خود ہی امور سلطنت انجام دے اور امور شرعی انجام دینے کے لیے کسی ایسے عالم باعمل امانتدار ومتدین کو مقرر کرلے جس کی صورت وسیرت سے ہویدا ہو کر وہ خواہشات نفسانی کا پیرو نہ ہوگا۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کر کے مخبروں کے ذریعہ سے بھی اس کے حالات کا تجسس کرتا رہے۔ امور شرعی کے فیصلہ کرنے میں فقہا کی ان روایات پر عمل کرے جو راجح اور زیادہ احتیاط والی ہیں حیلہ بازوں اور مکاروں کو سزا دے یعنی جو لوگ زکوۃ دینے میں حیلے بہانے کرتے ہیں ان سے جبرا زکوۃ لے اور جس نے لونڈی کے استبراء کرنے میں حیلہ کیا ہو کم سے کم دس بیس کوڑے تو اس کو ضرور مار دے جس نے گیہوں یا جو وغیرہ کی شراب پی ہو اس کو پورے اسی کوڑے لگائے۔ منشیات ومسکرات کی خرید وفروخت بند کرے محض حنفی مذہب کے موافق ہی فیصلہ نہ کرے بلکہ جس مذہب کی روایت احوط واسلم ہو اسی پر فیصلہ کرنا چاہیے۔

فقراء وضعفاء اور یتامی بیوہ گان کی خبر گیری فرض جانے کیونکہ بیت المال انہیں لوگوں کا ہے۔ دیانتدار اور خدا ترس اہلکار ان کی تفتیش پر مقرر کرے اگر پھر بھی کوئی ضعیف ومسکین باقی رہ جائے اور اس کو خبر نہ ہو تو یہ معذور ہے۔ اس کی یہی کوشش ہو کہ اس کی رعایا میں سے اندھے اور لنگڑے لولے اپاہج لوگ ضائع نہ ہو جائیں۔ انہیں کاموں کے بجالانے سے بادشاہ کی فضیلت اور بارگاہ خداوندی میں اس کا تقرب ہے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے اور ہمیشہ قہر وجلال خداوندی کو پیش نظر رکھے کیونکہ اس کے نفسانی حملوں کو قہر خدا کے خیال کے سوا اور کوئی چیز دفع نہیں کر سکتی۔ اس آیہ شریفہ کا اکثر ورد رکھے اور اس کے معانی میں غور وفکر کیا کرے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ

مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوْ الصَّخْرَ بِالْوَادِوَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ الَّذِیْنَ طَغَوا فِی الْبِلَادِ فَاَکْثَرُوْ افِیْهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْ طَ عَذَابٍ اِنَّ رَبَّکَ لَبِا الْمِرْ صَادِ(الفجر ۶ تا ۱۴)

کیا تم نے نہ دیکھا۔ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ وہ ارم حد سے زیادہ طول والے کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا۔ اور ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں۔ وہ فرعون کو چومیخا کرتا۔ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ پھر ان میں بہت فساد پھیلایا۔ تو ان پر تمہارے رب نے کوڑا ثبوت مارا۔ بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

بادشاہ کے دل میں جس قدر خواری و شکستگی ہوگی اسی قدر خدا سے اس کا قرب زیادہ ہوگا۔ کہتے ہیں اگر کسی سال بارش نہ ہونے سے قحط کے آثار نمایاں ہوں بادشاہ نہایت خستہ وشکستہ لباس پہن کر کدال ہاتھ میں لے اور تھوڑی زمین کھود کر جو اس کے اندر بو دے پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر سچے دل سے عجز وزاری کے ساتھ بارش کی دعا مانگے کیونکہ بادشاہ جب اپنے آپ کو ذلیل وعاجز تصور کر کے دعا کرتا ہے فورا قبول ہوتی ہے۔ غرور وتکبر سے کبھی مقصود کو نہیں پہنچا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے اسی وجہ سے تمام صوفیوں میں اپنے آپ کو حقیر وذلیل بنا رکھا تھا۔ اگرچہ ترک سلطنت کے بعد اس شراب کا نشہ نہیں رہتا مگر اثر وخمار کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو بھی دور کر دینا چاہیے۔

طالب وتارک کے لیے یہ خطرہ بھی بہت بری انا ہے کہ وہ اپنے آپ کو طالب وتارک سمجھے۔ اس میدان سے صاف گزرنا بغیر خدا اور اس کے خاصان کی امداد کے ممکن نہیں۔

اگر بادشاہ کسی مجرم کو سزا دے تو بھی نیت رکھے کہ اس کا شر وفساد رفع ہو جائے۔ یہ ان باتوں کا بیان کیا گیا ہے جن کی تعلیم کے لیے بادشاہ حکما کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اگر خداوند تعالیٰ کی محبت وطلب عورت کے دل میں پیدا ہو تو ہو سکتی ہے کیونکہ اس راہ میں

عورت و مرد یکساں ہیں۔ اگر عورت جوان ہے گوشہ نشینی فرض سمجھے بغیر ضرورت بشری کے آفتاب و آسمان کی بھی صورت نہ دیکھے اس عورت کا مرشد نہایت بوڑھا اور بزرگ ہونا لازم ہے وہی اس کو خلوت و مراقبہ کی تعلیم دے یہ عورت گوشت بالکل نہ کھائے خشکہ و چاول سے روزہ افطار کرے صوم دوام اس کے لیے ضروری ہے نیز کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہو۔ اکثر عورتیں اپنے گور و کفن کے خیال سے کچھ زر نقد پاس رکھتی ہیں یہ ہرگز ایسا نہ کرے نہ ایسی عورتوں سے صحبت رکھے جو رسوم و عادات کی پابند ہیں۔

مرشد کو چاہیے کہ عورت کو اپنا مراقبہ و تصور تعلیم نہ کرے۔ عورت کو عبادت ظاہری سے زیادہ حصہ لینا اور زینت و آرائش کو بالکل ترک کرنا لازم ہے۔ اگر عورت خاوند رکھتی ہے اور خاوند اس کا محبوب بھی ہے تب بھی اس کو ترک زینت کرنا اور دیگر عورتوں سے الگ رہنا ضروری ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت کا پیر ہی اس کا خاوند ہے جیسے کہ فاطمہ اور احمد خضرویہ تھے میں کہتا ہوں یہ افسانہ جس رات کا ہے اسی میں ختم ہو گیا اب میں اپنے زمانہ کا قصہ کہہ رہا ہوں۔

خلوت میں جو معاملات خیر و شر عورت کو نظر آئیں ان کی طرف متوجہ نہ ہو اور بہ نسبت اوراد کے نوافل زیادہ پڑھا کرے۔ کسی کو دینی باپ یا بھائی نہ بنائے جیسے کہ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔

اگر عورت کی اس مشغولی سے اس کا خاوند خوش نہ ہو تو علاوہ ضروریات خانگی کے عورت اس کی اطاعت نہ کرے اگر خاوند کسی دوسری بیوی یا لونڈی کے ساتھ مشغول ہو یہ اس کو غنیمت سمجھے شہوت پرستوں کا قاعدہ ہے کہ بنی سنوری عورت پر زیادہ مائل ہوتی ہیں جب یہ عورت ایسا نہ کرے گی تو اس کا خاوند بھی اس کی طرف زیادہ متوجہ نہ ہوگا۔ اور اس عورت کے دل میں صوم دوام قلت طعام کی وجہ سے خاوند کی خواہش نہ ہوگی۔ اگر مولوی صاحب اعتراض کریں کہ عورت کا خاوند کی خاطر زیب و زینت کرنا خاوند کے حقوق میں داخل ہے اس لیے ضرور کرنا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں یہاں محبان و عاشقان کا ذکر

ہے اگر کوئی شخص عشق مجازی میں گرفتار ہو جاتا ہے تو خویش واقارب کے حقوق اس پر نہیں رہتے کیونکہ وہ اپنی از خود رفتگی کے سبب ان کے ادا کرنے سے عاجز ہوتا ہے پھر عشق حقیقی کا کیا کہنا۔

اگر عورت بڑھیا ہے اس کے لیے تسبیح پھیرنی اور نماز پڑھنی سب کاموں سے بہتر ہے روزے بھی رکھا کرے اور بال بچوں کے رنج و غم نہ کھائے نہ ان کے لین دین کاروبار میں دخل دے نہ ان کو خاندانی رسومات وغیرہ کی تعلیم دے کہ ہمارے ہاں یوں ہوتا آیا ہے اور اس طرح کرنا چاہیے۔ غرضیکہ ان تمام باتوں کو دل سے رخصت کرے اور لغو باتوں سے ایسا پرہیز کرے جیسے کفریات سے پرہیز کرتے ہیں۔ بجز رنج و درد مقصود کے اور کسی بات سے نہ روئے۔ اگر حج کرنے کو جی چاہے اپنے کعبہ دل کا طواف کرے اور گوشہ خلوت سے باہر نہ نکلے اگر اس کے خلاف کرے گی تفرقہ و پریشانی لاحق ہو کر عبادت ظاہری کو بھی کھو بیٹھے گی۔ بہتر یہی ہے کہ گھر کے کونہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کئے جائے تمام عبادتوں سے بڑھ کر اثر اسی میں پائے گی۔

اگر لڑکی نابالغ ہے اور طلب الٰہی کا شوق پیدا ہوا شوہر سے ابھی آشنا نہیں تو یہ بہت خدا کی طالب عورت کے لیے نہایت مضر ہے کہ وہ اپنے آپ کو عابدہ زاہدہ اور پارسا ظاہر کرے پانی پڑھ پڑھ دیا کرے یا بچوں پر دم کرے ایسا کرے گی تو ہرگز مقصود کو نہ پہنچے گی۔ نیز مردوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

طالب مرد ہو یا عورت جب خواب میں اس کو کسی ایسی بات کا حکم کیا جائے جو اس کی خواہش کے موافق ہے تو ہرگز اس پر عمل نہ کرے اور اگر ایسی بات کا حکم ہو جو اس کی مرضی کے خلاف ہے فوراً اس پر عمل کرے۔

عورت اگر اس مرتبہ میں پہنچ جائے جو حضرت رابعہ بصریہ اور بی بی فاطمہ[1] اسام کا تھا کہ وہ بڑے بڑے مردوں کو ارشاد و تلقین کرتی تھیں تب اس کو ہماری ان نصائح کے پابند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

[1] بی بی فاطمہ سام بہت بڑی زبردست بزرگ ہوئی ہیں۔ حالات ہماری کتاب سیرت نظامی میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور حضرت بی بی رابعہ بصریہ کی سوانح عمری بھی عنقریب تیار ہونے والی ہے۔ سید یسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ۔

شیخ یعنی اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضری کے آداب

جب مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو اس کے جمال باکمال پر نظر رکھے عاشق کی طرح منہ تکتا رہے یا اپنے پیروں پر نگاہ رکھے کھڑا رہے اگر بیٹھے تو سینہ پر نظر رکھے۔ پیر کے سامنے دوڑ کر نہ چلے نہ بہت آہستہ چلے اگر کوئی چیز لایا ہے سامنے رکھ دے۔ اگر قرآن شریف یا اور کوئی دعا یا بزرگوں کا تبرک لایا ہے نہایت ادب کے ساتھ پیش کرے۔ جب شیخ کے سامنے حاضر ہو سرزمین پر رکھے مگر اس طرح کہ سجدہ نہ ہو جائے یعنی پیشانی زمین کو نہ لگے بلکہ عمامہ کا پیچ زمین پر ٹک جائے حضرت شیخ نصیر الدین قدس اللہ سرہ کی حضور میں اسی طرح کیا جاتا تھا۔

جب شیخ کی خدمت سے واپس ہو تو شیخ کی طرف پشت نہ کرے اور جس طرح کہ دل شیخ کی طرف متوجہ ہے چہرہ بھی متوجہ رہے۔ جو شخص ہر وقت شیخ کی خدمت میں کاروبار کے لیے آمد و رفت رکھتا ہے اس سے یہ اہتمام نہ ہو سکے گا مگر اس کو بھی اتنا ضرور چاہیے کہ پیر کے سامنے سے دو تین قدم الٹا چل کر پشت کرے پہلے ہی قدم میں پشت نہ کرے جب پیر کے سامنے بیٹھے تو ادھر ادھر نہ تکتا رہے اور گھڑی گھڑی نہ اٹھے بیٹھے ہاں جب پیر اٹھیں تو ان کی موافقت کرے اور جب وہ آئیں تب بھی کھڑا ہو جائے۔ پیر کے سامنے بیٹھ کر اونگا نہ کرے اگر نیند غلبہ کرے کسی کونہ میں جا کر پڑ رہے۔ پیر کے سامنے نہ وظیفہ پڑھے نہ تلاوت کرے نہ پیر کو تنہا چھوڑ کر نفل پڑھنے چلا جائے۔ پیر کے سامنے پان بھی نہ کھائے مگر جب کہ پیر خود حکم دیں اگر پیر کے سامنے کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو بہت تمیز کے ساتھ چھوٹا نوالہ لے اور انگلیاں سالن میں نہ بھرے۔

امور بشری میں شیخ کو مثل اپنے تصور کرے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور امور الٰہی میں شیخ کی مثل جانے شیخ عارف ہے اور عارف کا نفس بھی عارف ہوتا ہے نفس جب عرفان کے میدان میں جولانی کرتا ہے اس وقت اس کی بندش مشکل ہو جاتی ہے اس لیے امور بشری میں شیخ کو اپنے سے بھی زیادہ جانے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مقام ولایت میں گناہ مراجعت کی دلیل ہے اور مقام محبت میں نقص محبت کی اور مقام معرفت میں کمال

معرفت کی دلیل ہے۔

پیر کی مجلس میں سے بغیر کسی کار ضرور کے باہر نہ جائے اور جب پیر اس کی طرف دیکھیں تو اپنی نظر نیچی کر لے پیر کی آنکھوں سے آنکھیں نہ ملائے۔ پیر سے بجز دعا کے کوئی سوال نہ کرے اور اپنے انقباض وگرفتگی طبیعت کا حال بھی نہ کہے۔ اگر پیر خود مطلع ہو جائیں بہت بہتر ہے اگر مرید کو غزل یاد ہو پیر کے سامنے نہ گائے مگر جب کہ پیر ہی فرمائش کریں یا مرید قوال ہو پیر کی مجلس کو مرید مجلس حق تصور کرے اور سمجھے کہ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ○ (القمر۔ ۵۵) (ترجمہ) "سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور"۔ پیر کے حق میں صادق ہے اپنے تئیں اور پیر کو ایک پلہ میں نہ رکھے گا جو مولی تولنے کی ترازو اور ہے اور جواہرات تولنے کی اور۔

پیر کے سامنے زیادہ آمدورفت اچھی نہیں۔ پیر جو کچھ فرمائیں اس پر غور کرے اگر شریعت کے موافق ہے بلا تامل بجالائے اگر سخت ناجائز ہے تامل سے کام لے۔ اگر کچھ وہم پیدا ہو بے دھڑک کر بیٹھے کیونکہ پیر ان علوم سے واقف ہے جن کی اس کو خبر بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام کا قصہ سنا ہو گا پیر کے تصرفات کو بھی ایسا ہی تصور کرے۔ تم کو نہیں معلوم کہ پیروں سے کیا کیا باتیں ظہور میں آتی ہیں جن کی حکمت انہیں کو معلوم ہے پیر کے سامنے ذکر ومراقبہ میں مشغول نہ ہو بلکہ پیر کی حضوری میں رہے پیر کو حالت خواب میں بھی بیدار جانے۔ خوب سمجھ لے کہ پیر سے غافل ہونا پوری محرومی ہے۔ ہر شخص اپنے کام میں استاد اور ماہر ہوتا ہے پیر حق کے راستہ کی رہنمائی میں استاد اور ماہر ہے۔ جس جگہ تم صد سالہ مجاہدہ سے نہیں پہنچ سکتے پیر تم کو ایک بات میں وہاں پہنچا سکتا ہے کیونکہ وہ راستہ کی دوری ونزدیکی اور نشیب وفراز سے خوب واقف ہے اس لیے جو کچھ وہ فرمائے تم بلا عذر بجالاؤ۔ اگر شیخ کسی اپنے خاص کام کا حکم دیں اس کو بڑی رحمت تصور کرو۔ رفتار' گفتار' دستار میں پیر کا اتباع بہتر جانے اکثر پیر کا نام ورد زبان رکھے پیر کے تصور کے لیے کوئی وقت معین نہ کرے بلکہ ایک لحظہ بھی اس کے تصور سے خالی نہ رہے۔ مرید ہر وقت پیر کو غیب کے مشاہدہ میں سمجھے اور اپنے اوپر پیر کی تجلی کا

تصور کرے اگر ایسا کرتا رہا تو ایک وقت وہ ہوگا کہ پیر اس کی خلوت میں سامنے آجائیں گے اور پیر کے دل پر جو حق کی تجلی ہو رہی ہے اس کا عکس اس کے دل پر جلوہ گر ہوگا۔ دیکھو آفتاب کا عکس پانی میں پڑتا ہے اور پانی کے پاس جو دیوار ہوتی ہے اس کے اوپر پانی کا عکس نمودار ہوتا ہے۔ دیوار میں کثافت کے سبب سے یہ قابلیت نہیں ہے کہ آفتاب کا عکس اس کے اندر ظاہر ہو مگر جب وہ پانی کے قریب ہوئی تو آفتاب کے عکس میں سے بتوسط پانی کے اس نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس تفصیل سے تم سمجھ گئے ہوگے کہ پیر کے قلب کی طرف متوجہ ہونے میں کتنا فائدہ ہے۔

مرید ہمیشہ اپنے آپ کو پیر کی حراست میں خیال کرے اور اپنے ہر کام کو پیر اور خدا کی عنایت و اعانت پر موقوف جانے اگر اس بات پر مداومت کی چند روز میں جدھر دیکھے گا پیری پیر نظر آئیں گے پیر صورت و معنی رکھتا ہے تم کو پیر کی صورت سے متعلق ہونا چاہیے کیونکہ معنی کا فیض بھی صورت ہی کے ساتھ ہے جب تم صورت کو لازم پکڑو گے تو معنی کا فیض خود بخود تم پر جلوہ گر ہوگا امت کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبی کی طرف متوجہ ہوں تاکہ نبی پر جو فیض وارد ہو رہا ہے ان کو بھی پہنچے۔ یہی بات پیر و مرید میں ہے۔ صوفیان متاخین مثلاً عین القضاۃ ہمدانی و منصور حلاج وغیرہم نے پیر کے دل میں خدا کو دیکھا ہے اور ان کے نزدیک پیر کی نظر مرید کے دل پر رہتی ہے پیر کے مرتبہ کو سمجھنا بہت بڑا کام ہے جس کو تم کچھ بھی نہیں جانتے کم سے کم اتنا تو ضرور اعتقاد چاہیے کہ پیر جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ پیر سے بڑھ کر کوئی ولی نہیں ہے۔ اگر پیر کے پیر بھی موجود ہوں تب بھی یہی سمجھو کہ مجھ کو جو فیض اپنے پیر سے پہنچ سکتا ہے وہ پیر کے پیر سے نہیں پہنچ سکتا۔

اگر تم سچے دل سے پیر کے طالب ہو تو پیر کے پیر خود تم پر مہربان ہوں گے اور تمہارے اعتقاد کی تعریف کریں گے حضرت خواجہ فرید الدین اور حضرت خواجہ قطب الدین و خواجہ معین الدین کی حکایت تم نے سنی ہوگی۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ معاذ تم رات کو

کیا کرتے ہو عرض کیا کہ یا رسول اللہ رات کی ایک چوتھائی میں حضور پر درود پڑھتا ہوں اور باقی تمام شب خدا کی عبادت کرتا ہوں حضور نے فرمایا معاذ تم سے ہو سکے تو درود زیادہ پڑھا کرو۔ چند روز کے بعد پھر حضور نے فرمایا کہ معاذ تم رات کو کیا کرتے ہو عرض کیا نصف شب حضرت پر درود پڑھتا ہوں اور نصف شب خدا کی عبادت کرتا ہوں حضور نے ارشاد کیا کہ تم سے ہو سکے تو زیادہ درود پڑھا کرو پھر چند روز کے بعد حضور نے فرمایا کہ معاذ تم رات کو کیا کرتے ہو عرض کیا کہ دو تہائی شب میں حضور پر درود پڑھتا ہوں اور ایک تہائی میں خدا کی عبادت کرتا ہوں فرمایا تم ٹھیک کرتے ہو یونہی کیا کرو بتاؤ کہ خدا کی عبادت بہتر ہے یا درود شریف۔ اور حضور نے کیوں عبادت سے روکا اور درود کا حکم دیا اس کی حکمت یہ ہے کہ حضور جانتے تھے معاذ خود راستہ طے نہیں کر سکتا۔ اگر مجھ کو واسطہ بنائے گا جلد منزل پر پہنچے گا۔ یہی معاملہ پیر و مرید کا قیاس کرو۔

اگر پیر نے کسی کام کا حکم دیا اور نماز کی جماعت تیار ہے تو پہلے پیر کا حکم بجا لائے کیونکہ جماعت دوبارہ بھی مل سکتی ہے مگر پیر کے حکم میں جو حرج پڑے گا اس کی تلافی ممکن نہیں۔

یہ بات اچھی طرح غور سے سمجھ لو کہ پیر ایک بشر ہے اور بشریت رکھتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ تمام نسب واضافات سے منزہ ہے اس کے کام میں تاخیر ہونے سے اس کو غصہ نہ آئے گا کیونکہ اس کا غصہ اعتباری ہے اور پیر چونکہ بشر ہے اور غصہ بشریت کے لوازمات سے ہے لہٰذا اس کے کام میں تاخیر نہ ہونی چاہیے کہ اس کو غصہ نہ آجائے پیر کے دوستوں اور ہم نشینوں کو کسی قسم کا رنج نہ دو کیونکہ آخر وہ کب تک تمہارا لحاظ کریں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ تم خراب ہو گے۔ اگر تم سے پیر کو رنج پہنچا اور پیر نے معاف بھی کر دیا مگر یہ سمجھ لو کہ مقتضائے بشریت پیر کے دل میں ایک گرہ ضرور لگ گئی۔ کبھی نہ کبھی اس کو ضرور خیال آئے گا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے میرے ساتھ ایسا کیا تھا۔ حضور ﷺ خواط انصاری پر خفا ہوتے تھے کیونکہ اسلام لانے کے بعد کئی کام ان سے اسی قسم کے سرزد ہوئے تھے حضور فرماتے تھے تو وہی شخص ہے کہ تو نے ایسا اور ایسا کیا۔ کبھی خطبہ

میں صحابہ کو خطاب کر کے فرماتے کہ تم وہی لوگ ہو کہ پتھر پوجتے مردار کھاتے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے تم کو ہمارے طفیل سے عزت وہدایت نصیب ہوئی۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ خدا سے زیادہ پیر سے خوف کرنا چاہیے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی جناب میں گستاخی کرنے کے بعد توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول ہے اور اگر حضور ﷺ کی جناب میں نا سزا کہے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ نبی عالم نسب واضافات سے ہیں ان کی نسبت جو بات کہی جائے ان پر اس کے ثبوت کا وہم ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں نبی نے جھوٹ بولا ہے تو یہ ان نبی کے حق میں دشنام صریح ہے کیونکہ نبی انسان ہیں اور جھوٹ وسچ دونوں انسان کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے خدا کو جو شخص جھوٹا کہتا ہے تو خدا کی طرف جھوٹ کی نسبت نہیں ہو سکتی یہ محض اس شخص کی بے ہودگی ہوگی جو توبہ سے معاف ہو جائے گی جو شخص اشارہ یا صراحتا اپنے پیر کی توہین کرتا ہو تم کو اس سے بالکل بیزار ہو جانا اور ایسی نفرت کرنا چاہیے جیسے زاہد شیطان سے نفرت کرتا ہے۔ اگر تم کچھ بھی اس کی طرف مائل ہوگے تو بے غیرت کہلاؤ گے۔

جیسے محبان حضرت علی یزید کے نام سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح تم کو اپنے پیر کے دشمن سے نفرت کرنی لازم ہے۔ تم نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ خدا کے واسطے محبت کرنی اور بغض کرنا ایمان کی محکم دستگی ہے۔

پیر اگر اپنا پہنا ہوا کپڑا مرید کو عنایت کریں تو اس کو بہت احتیاط سے محفوظ رکھے کبھی عید وغیرہ ایام میں اس کی زیارت کیا کرے اور اس کو اپنا شفیع جانے۔ پیر کی نشستگاہ کے ساتھ ہی یہی آداب ملحوظ رکھے جو پیر کے ساتھ لازم ہیں یعنی اس کے اوپر نہ بیٹھے آداب کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا ہو اور اس کی طرف پشت نہ کرے الٹے پیروں واپس ہو اور سمجھے کہ جیسے پیر وہاں تشریف رکھتے ہیں اگرچہ پیر انتقال ہی کر چکے ہوں کیونکہ پیر کی روح ارواح خاصہ میں سے ہے اور یہ وہ روحیں ہیں جن کو طی مکان حاصل ہوتا ہے ایک

ہی وقت قبر میں بھی ہیں اور مجلس میں بھی اور خدا کے حضور میں بھی ۔

جس مرید نے اپنے قلب کا آئینہ شفاف بنایا ہے اس سے دریافت کرکے سنو کہ وہ کیا کہتا ہے کتب سلوک میں جو لکھتے ہیں کہ ہر ذکر و شغل میں ربط شیخ کو مضبوط کرے وہ یہی شیخ کے ساتھ دل کا تعلق ہے جس کو ہم بیان کر رہے ہیں۔

پیر کے تمام خلفاء کو ایک ایک نعمت کے ساتھ مخصوص تصور کرو ایک دریا سے بکثرت نہریں نکلتی ہیں اور سب سے آبپاشی کی جاتی ہے جس زمین میں جو تخم ڈالتے ہیں وہی پیدا ہوتا ہے۔ یہی حالت مریدان و خلفاء کی ہے کہ شیخ سے ہر ایک اپنی استعداد کے موافق فیض لیتا ہے۔ امور بشریت پیر کے اتباع کی ضرورت نہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو نقصان پہنچے مثلاً پیر کے چار بیویاں ہیں تو اب تم کو یہ ضرورت نہیں ہے کہ تم بھی چار ہی کرو مگر جب کہ تم چار کا بوجھ اٹھا سکتے ہو اور تمہاری مشغولی میں فرق نہ آئے اگر پیر ذخیرہ جمع کرتا ہے تم کو نہیں کرنا چاہیے۔ پیر کی نسبت خیال کرو کہ وہ جو کچھ کرتا ہے بحکم الٰہی کسی مصلحت سے کرتا ہے غرضیکہ ہر ایک بات میں، پیروی ٹھیک نہیں بہت سوچ سمجھ کر کام کرو۔

پیر کو شجر موسیٰ تصور کرے یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے خدا کا کلام سنا تھا یہ محض شیخ کے کلام کو سمجھے اور اس کو محال نہ خیال کرے کیونکہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ خدا فرماتا ہے جب بندہ نوافل کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرتا ہے تو میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بولتا ہے (آخر حدیث تک) اس سے زیادہ اور کہاں تک بیان کروں۔ تم سمجھ دار ہو خود سمجھ لو۔

اگر شیخ کوئی بات بیان کریں مولویوں سے اس کی تحقیق نہ کرتا پھرے اگر تحقیق کی ضرورت ہوگی تو پیر ہی سے ہو جائے گی۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ○ (النحل۔ ۴۳) (ترجمہ) "اے لوگو! علم والوں سے

روحوں کے متعلق پورے حالات معلوم کرنے ہوں تو ہماری کتاب "علم روحانی" ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے بہتر کتاب آپ کے دیکھنے میں نہ آئی ہوگی۔ نیز "مجموعہ چہل رسائل" میں بھی کافی بیان ہے۔
(سید یٰسین علی نظامی)

پوچھو اگر تمہیں علم نہیں"۔ اہل ذکر کون ہیں یعنی اہل مشاہدہ۔

بعض لوگ پیر کو محض ایک استاد یا معلم سمجھتے ہیں ہمارے خواجگان کا یہ طریقہ نہیں ہے ہمارے ہاں مرید عاشق اور پیر معشوق ہے ہم پیر کے برابر بھی کسی کو نہیں سمجھتے پیر سے بہتر سمجھنا تو شئی دیگر ہے۔ ہم ہر گز نہ کہیں گے کہ جنید و بایزید ہمارے پیر سے بڑھ کر تھے۔ ہم نے پیر و پیغمبر اور خدا کو ایک دیکھا اور ایک جانا ہے۔ حضرت اوحد کرمانی کی یہ دو بیتیں میں نے اپنے شیخ رضی اللہ عنہ کی مبارک زبان سے سنی ہیں"

گفتم کہ پیمبری تو یا پیر
گفتا کہ دوئی زراہ بر گیر
چوں نیک بدیدم ایں نیکو بود
من دپیرو پیامبر ہرسہ اوبود

غرضیکہ پیر سے ایسی محبت ہونی چاہیے کہ اپنے زن و فرزند اور جان و مال سب سے زیادہ اس کو عزیز جانے اگر مرتے وقت پیر ہی کی یاد میں دم نکلے تو زہے سعادت پیر خدا کا سفیر اور اس کے خزانہ کا امین ہے تم کو جو کچھ ملے گا اسی کے ہاتھ سے ملے گا۔ جو شخص پیر کے فرمان میں تفاوت کرے اس کو نیک بخت نہ تصور کرو۔

مرید ابتداء میں جو خواب دیکھے پیر کے سامنے عرض کرے اور تعبیر نہ پوچھے اگر پیر خود ہی بیان کریں بہتر ہے ورنہ خود سوال نہ کرے۔ متوسط اور منتہی کے لیے یہ ضرورت نہیں کہ ہر ایک بات پیر سے بیان کرے۔

بعض اوقات مبتدی کو ایسی بات دکھائی دیتی ہے کہ منتہی اس سے محروم ہوتے ہیں اگر یہ ان سے بیان کرے گا تو ان کو غیرت آئے گی اور اس کو نقصان پہنچے گا۔

پیر سے خاص اسرار معلوم کرنے کے درپے نہ ہو نہ پیر کا راز کسی سے بیان کرے۔ اگرچہ خواب میں انبیاء و اولیاء کی زیارت کرے مگر پیر کی زیارت سب سے بہتر جانے اور عقیدہ رکھے کہ تمام پیر حق پر ہیں مگر میرے پیر کا راستہ سب سے نزدیک ہے۔ پیر کو ساقی سمجھو معرفت کی شراب اس کے ہاتھ سے ملے گی۔

تم نے سنا ہوگا کہ قیامت کے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساقی ہوں گے جب تک لوگ آپ کے ہاتھ سے جام کو از نوش نہ کریں گے پیاس فرو نہ ہوگی پیر کو بھی ایسا ہی تصور کرو پیر حضرت علی کا نائب ہے اور نائب منوب کے حکم میں ہوتا ہے اگر مرید پیر کے آگے آگے چلتا ہو تب بھی پیر کے اتباع کو نہ چھوڑے۔ قیامت کے روز مرید چاہے کسی مرتبہ کا ہو پیر کے پیچھے اس کو کھڑا کیا جائے گا۔ اگر مرید بحکم الہی یا باجتہار صادق یا بالضرورت دیگر اپنے لیے کوئی روش اختیار کرے تو یہ مستثنیٰ ہے۔ ازروئے شرع شریف کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔ عاقبت کا خوف سب کے ساتھ ہے مگر تم یہی عقیدہ رکھو کہ تمہارا شیخ خدا کا مقبول اور واصل ہے اس اعتقاد سے شریعت میں حرج نہیں اور تم اگر ایسا اعتقاد نہ رکھو گے تو تمہاری توجہ درست نہ ہوگی۔

اگر جواب میں پیر کو یا پیغمبر کو بری حالت میں دیکھو تو اس کو اپنی حالت تصور کرو یا یوں سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا حادثہ ہونے والا ہے جس کے اندر مخلوق کی یہ حالت ہو جائے گی۔

مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر ہی کے مریدان و معتقدان کی صحبت اختیار کرتے پیر کی خدمت میں جو کچھ خرچ کرے اس کا شکریہ بجالائے اور پیر کا اپنے اوپر احسان سمجھے کہ اس کو قبول فرمایا۔

جس مجاہدہ کا پیر حکم دیں اس کو مزید نعمت تصور کرے۔ اگر پیر خوبصورت ہیں اور مرید ان کے جمال ظاہری پر عاشق ہو جائے تو اس مرید کی یہ بڑی خوش نصیبی اور اس کا راستہ بہت نزدیک ہے۔

محمد حسینی اپنے پیر پر ایسا مبتلا تھا کہ اگر وہ کیفیت تم سے بیان کرے تو سن نہ سکو گے۔ مرید کا اعتقاد ایسا مستحکم ہونا چاہیے کہ کسی کرامت کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ اپنی ہر ایک بات پیر سے عرض کرے بشرطیکہ پیر کو اتنی فرصت بھی ہو۔ اپنے دل کو پیر کے سپرد کرے اور دل کی خیریت پیر سے چاہے۔ شادی مہمانی یا غم کی حالت میں اپنے پیر بھائیوں سے صحبت رکھے اگرچہ وہ معمولی اہل حرفہ کیوں نہ ہوں۔ پیر مثل موضعہ یعنی دودھ

پلائی کے ہے اگر بچہ کو مرضعہ سے جدا رکھیں بچہ ضائع ہوگا جب دودھ چھٹ جائے اس وقت بھی بچہ کو مربی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بچہ اپنے نفع وضرر کو جانتا نہیں نہ موذیات ومہلکات سے بچ سکتا ہے یہاں تک کہ سن تمیز کو پہنچے جب سن تمیز کو پہنچا تب بھی اس کو اتالیق ومعلم کی ضرورت ہے ورنہ آوارہ ہو جائے گا جب حد بلوغ کو پہنچا تب بھی کسی حکیم ودانا کی ضرورت ہے تاکہ اس کو ناجائز خواہشوں سے باز رکھے۔ جب جوان ہوتا ہے تازہ بتازہ معاملات سامنے آتے ہیں مگر ناتجربہ کاری سے ان کے بھید کو نہیں جانتا۔

مرد خرد مند ہنر مند را
عمر دو بائستے اندر شمار
تابہ یکے تجربہ آموختی
واں بد گر تجربہ بردے بکار

ایام جوانی سے کہولت تک عمر کا ایک حصہ ہے یعنی تجربہ سیکھنے کا اور کہولت سے شیخوخت تک دوسرا حصہ ہے یعنی اس تجربہ سے کام لینے کا غرض کہ مرید مبتدی شیر خوار بچہ ہے اگر شیخ سے جدا ہوگا ہلاک ہو جائے گا جب عالم غیب کی کچھ کچھ باتیں ظہور کریں مثلاً نور ونار یا صورت کا دکھائی دینا یا آواز کا سنائی دینا ظاہر ہو تو اب گویا اس کے دودھ چھٹنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ جب سن تمیز کو پہنچا تو مقام توسط میں آگیا تَلَوُّن پیدا ہوتا ہے۔ غرور وسرور کا یہی وقت ہے غرور سرور سے خالی نہیں ہوتا جب مغرور ہوا راستہ سے دور ہوا۔ جب حد بلوغ کو پہنچا تجلیات شروع ہوئیں مستی ودیوانگی سر میں سمائی ہدایت وگمراہی اس کی طرف سے ہیں نہ معلوم کدھر چلا جائے اور کہنے لگے میں اور تو ایک ہیں مجھ میں تجھ میں بیگانگی نہیں ہے۔ پھر جذب ہو کر مزید نعمت سے محروم رہے ہزارہا عارفان اس جگہ غرقاب ہو گئے ہیں اور ابھر نہ سکے۔ جس خواہش نفس میں مبتلا ہوئے کہنے لگے کہ خدا ہی نے ہم کو حکم دیا ہے اگر ان سے کہا جائے کہ اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمىً وَحِمِى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ (یعنی ہر ایک بادشاہ کی ایک محفوظ جگہ ہوتی ہے اور خدا کی محفوظ جگہ اس کے محارم) یعنی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں کہ ان کے قریب نہ جائے) تو یہ

لوگ دین سے بیگانہ ہو کر جواب دیتے ہیں کہ ممی میں وہی شخص جاتا ہے جو مزار میں ہو۔ نعوذ باللہ مِنْ ذٰلِکَ الغرض ایام شباب میں انسان اپنے آپ کو بڑا تجربہ کار سمجھتا ہے مگر بعض چیزیں ایسی پوشیدہ ہوتی ہیں کہ ان کی خبر تک نہیں ہوتی اور وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝ (انفال۔ ۳۰) (ترجمہ) "وہ اپنا سا کر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے"۔ کا معاملہ سامنے آتا ہے ہزار ہا ہو کے اور غلطیاں اس پر ڈالی جاتی ہیں۔ آئینہ کی پشت کو کب کہا جاتا ہے کہ یہی منہ ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے تجربوں کے بعد زمانہ کہولت میں قدم رکھتا اور انقلابات و تحولات سے خلاصی پاتا ہے۔

اگر پیر سے پوچھا جائے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ ہنوز اس کے مکر سے بے خوف نہیں ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ بدبخت کون ہے تو میں یہی کہوں گا کہ جو پیر کی فرمانبرداری اور صحبت چھوڑ کر اپنی خواہش پر چلے۔

تم جس مقام پر بھی پہنچو پیر کی صحبت ترک نہ کرو۔ یہاں ایسے باریک نکات ولطائف ہیں کہ ہر ایک نظر ان کا احساس نہیں کر سکتی میں تقریباً سترہ سال اپنے شیخ کی صحبت میں رہا۔ اور اپنی نسبت بہت کچھ گمان رکھتا تھا مگر جب وہ گذر گئے تب معلوم ہوا کہ ابھی بہت سے ایسے کام کرنے باقی ہیں جو ان کے سامنے ہی کرنے کے تھے مگر میں نے جو ایسی پیر پرستی کی تھی کہ جیسی چاہیے تو پیر مجھ سے غائب نہیں ہیں بلکہ ہر وقت میری تربیت کے لیے موجود ہیں یہ میرا بیان محض علم سے نہیں ہے بلکہ میرا مشاہدہ و معائنہ ہے۔

تم کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی کہاں تک تکمیل کی تھی مگر پھر بھی حضور کے بعد ان میں کیا کیا اختلافات پیدا ہوئے اگر یہ ارشاد نہ ہوتا کہ میرے اصحاب کے ذکر کے وقت خاموش ہو جاؤ تو میں کچھ بیان کرتا۔ یہی معاملہ پیر و مرید کا خیال کرو جس مرید کے دل میں جاہ و مرتبہ کا خیال پیدا ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اب پیری مریدی نہیں رہی حالانکہ اس کو ذوق حقائق ہی حاصل نہیں ہوا اور نہ اشکال غیبی کی فریفتگی سے اس کو اتنی فرصت نہ ہوتی کہ وہ اور کسی طرف متوجہ

ہوتا اور اپنے مقصود کو چھوڑ بیٹھتا۔ کیا اس نے یہ بیت نہیں سنی ؎

مرا نجا نہ خمار برید و سپار
دگر مرانعم روزگار مسپاری
نہ پند چند مرا دہ برائی مستی را
کہ سیر گردم ازیں زیر کی دہشیاری

مرید اگر ارشاد و تلقین کی قوت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی پیر کے سامنے اس کام سے باز ہے جب کہ یہ حکم نہ دیں یا خدا اور رسول کی طرف سے مامور نہ کیا جائے۔ جب پیر حکم دیں اپنی قوت کے موافق دعوت خلق کرے اور توبہ کرائے کیونکہ آخر زمانہ میں توبہ کرانا بھی غنیمت ہے۔ مرید ارادت کے بعد جملہ مطالب اپنے پیر ہی سے طلب کرے کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے پیر کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا مرتد ہونا ہے۔ اس لیے پیر ہی سے طلب کرے اگر دوسرے کے پاس جائے گا وہ اس کی دستگیری نہ کرے گا۔ مفت میں اس کی راہ ماری ہوگی۔ پیر سے کسی ایسی بات کی فرمائش نہ کرے جس کی سلوک میں ضرورت نہ ہو۔ نہ اس کا منتظر رہے کہ پیر سے کوئی کرامت ظہور میں آئے اس کے کئی سبب ہیں ایک یہ کہ پیر کرامت رکھتا ہے مگر اس کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے یا وہ خواہ اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ شہرت ہو کر لوگ اس کا وقت خراب کریں گے یا پیر نے مریدوں کو آزمانے کے لیے کرامت پوشیدہ کر رکھی ہے۔ کرامت دیکھنے سے جو شخص معتقد ہو اس کا اعتقاد کامل نہیں ہے۔ پکے اعتقاد کا وہی مرید ہے جو اپنے پیر کی نسبت کاشف حالات ہونے کا یقین رکھے۔

الہیات کے ہر ایک معاملہ کا پیر سے ابتدا میں ذکر کرے کیونکہ پیر تجربہ کار ہونے کے سبب ہر ایک اشارہ کو بخوبی سمجھ لے گا۔ لازم ہے کہ مرید اپنے پیر کو اپنے جسم کی جان بلکہ جان جان تصور کرے۔ اگر دعا میں غلبہ شوق کے وقت پیر کو مخاطب گردانے تو پھر اس بات سے توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مغلوب الحال ہے اور مغلوب سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس غلبہ کا سبب وہی تعلق ہے جو یہ پیر کے ساتھ رکھتا ہے وہ

تعلق اتنا مجبور اور مقہور کر دیتا ہے کہ یہ اپنی خودی میں نہیں رہتا۔ مرید اپنی حالت ایسی بنائے کہ پیر اس کو واصل و کامل خیال کریں۔ پیر مرد کامل ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے گمان کے ساتھ ہوں جب پیر کا گمان اس کی طرف نیک ہوگا تو کچھ عجب نہیں کہ یہ نیک ہی ہو جائے۔ بخلاف اس کے اگر پیر اس کی طرف سے بدگمان ہوئے تو بمصداق ظَنُّ الْمُؤْمِنِ لاَ یُخْطِئُ (یعنی مومن کا گمان خطا نہیں کرتا اس کے لیے بہت بڑا اندیشہ ہے) مرید اگر ابدال واوتار سے ملاقات کرے ان کی طرف متوجہ نہ ہو اپنے پیر ہی سے کام رکھے۔ اگر اپنے پیر سے حقائق و معارف کی کوئی بات سنے تو اس کو اپنا اصول نہ بنائے نہ اس میں سے شاخیں نکالے ہاں جو بات پیر اس کو تعلیم کریں اس پر عمل کرے۔ پیر سے اگر کوئی لغزش ہو جائے اس کو حجت نہ قرار دے۔ اسی طرح جو بات پیر بطور حکایت کے بیان کریں اس کو بھی حجت نہ بنائے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ پیر کی لغزش کو حجت قرار دینا بدبختی کی نشانی ہے۔ اگر پیر نے کسی عورت کا گانا سنا ہے تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم بھی سنو پیر جو کچھ کرتا ہے خدا کے ساتھ کرتا ہے تمہارا وہاں کیا دخل ہے۔ اگر پیر نے کوئی حکایت بیان کی اور اس میں کچھ اختلاف ہوا تم کو بداعتقادی نہ چاہیے۔ یہ عالم الہیات کی بازی گری ہے تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ تمام محقق و عارف اور انبیاء و اولیاء وہاں گم ہیں کسی پر حقیقت کا بھید نہیں کھلا۔ اگر پیر کی نسبت خواب میں کوئی خلاف بات دیکھو تو بداعتقاد نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا اپنے دوستوں سے مختلف قسم کے معاملے رکھتا ہے۔ دیکھو دوست اپنے دوست کو ناسزا اور سخت وست کہتا ہے مگر پھر اس کے برابر کسی اور سے تعلق نہیں رکھتا۔ بعض دوستان خدا شیخ لاالاسلام اور سید القوم کہلاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کو جھوٹا دغا باز کہتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اول الذکر بزرگان و سروران ہیں اور آخر الذکر مقربان و محرمان ہیں۔ دیکھو آدمی کو جو بچہ زیادہ پیارا ہوتا ہے اسی کا نام بگاڑ کر لیتا ہے یہی معاملہ خدا اور پیر کا قیاس کرو۔ اور تم کو اس معاملہ کی کیا خبر۔

حضرت ابراہیم خواص اور حضرت یوسف حسین کی حکایت تم نے سنی ہوگی کہتے ہیں

کہ ابراہیم خواص یوسف حسین کے مرید تھے ایک دفعہ خواب میں دیدار پروردگار سے مشرف ہوئے اور آواز آئی کہ یوسف حسین سے کہہ دینا کہ وہ مردود حضرت ہے زیادہ رنج اور مشقت نہ اٹھایا کرے۔ ابراہیم خواص اس خواب سے بہت پریشان ہوئے اور اتنی جرات نہ ہوئی جو پیر کی خدمت میں ایسے کلمات عرض کرتے دوسرے دن اور تیسرے دن بھی یہی خواب دیکھا ناچار پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے پیر نے ان کی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ اے ابراہیم کچھ یاد ہے انہوں نے فارسی کی ایک غزل پڑھنی شروع کی یوسف حسین پر اس قدر وجد وذوق طاری ہوا کہ خون کے آنسو آنکھوں سے جاری ہوئے بعد ازاں جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے ابراہیم لوگوں نے ہرچند آیات قرآنی سنائیں مگر جو اثر تمہاری غزل سے پیدا ہوا ان سے پیدا نہ ہوا تم نے دیکھا کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا کر رکھا ہے اب اگر لوگ ہم کو زندیق ملحد اباحی اور بے دین کہیں تو کہہ سکتے ہیں کیونکہ خدا خود کہتا ہے کہ یوسف مردود حضرت ہے۔ ابراہیم پیر کا یہ کلام سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئے اور سیدھا جنگل کا راستہ لیا حضرت خضران کے سامنے آئے اور کہا اے ابراہیم خبردار یوسف کی طرف سے بداعتقاد نہ ہونا وہ زخم خوردہ عزت ہے۔

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی حکایت بھی آپ نے سنی ہوگی کہ جب آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا نام لیتے تو شیخ الاسلام بہاؤ الدین کہتے اور وہ جب ان کا نام لیتے تو شیخ فرید الدین کہتے کسی نے حضرت سے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ میں نے لوح محفوظ میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین لکھا دیکھا ہے اور ارشاد ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ یعنی اگر تو دوسرے کو شریک کرے گا تیرے عمل ضبط ہو جائیں گے علماء کی باتوں پر ان باتوں کو قیاس کرنا نہ چاہیے بعض علما کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ میں نے دنیا میں خدا کو دیکھا ہے وہ کافر ہے۔

خدمت شیخ کے آداب

پیر کی خدمت جان ودل اور ہاتھ پیر سے بجالائے اور شکر کرے کہ پیر ہی کی عنایت

سے اس خدمت کی مجھ کو توفیق ہوئی ہے۔ ہر وقت پیر کے لیے درازی عمر اور قرب خداوندی کی دعا کیا کرے۔ اگرچہ اس غریب کی دعا سے کیا ہوتا ہے مگر اس بات میں اس کے خلوص و محبت کا اظہار ہے کہو جو کچھ اس سے ہو سکتا ہے کرتا ہے۔ اگر پیر وصال فرما چکے ہیں ایصال ثواب سے ان کی روح کو خوش کیا کرے اور ہر وقت پیر پیر زبان سے جاری رکھے۔

ایک مرید سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کیا تم پیر کو انبیاء کے برابر سمجھتے ہو اس نے کہا عقیدہ تو جو کچھ ہے وہی ہے مگر میں بزرگوں میں تفرقہ نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے اپنے فرمان اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ میں اسی بات کا اشارہ فرمایا ہے اور حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اور حدیث وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَهٗ نَظِیْرٌ فِیْ اُمَّتِیْ کا یہی مضمون ہے۔ علماء امت کی یہ فضیلت حضور ﷺ کے اتباع سے ہو۔ جیسے کہ درود میں آل کا ذکر بالتبع ہے۔ دیکھو جب کسی بڑے شخص کی دعوت کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ دو چار آدمی خادم و غلام آتے ہیں تو ان کی بھی مدارات ہوتی ہے اور آب و طعام و خوشبو وغیرہ میں شریک کئے جاتے ہیں حالانکہ خاص انکو اس دعوت میں بلایا نہیں گیا تھا مگر یہ لوگ اپنے آقا کے سبب سے اس نعمت کے مستحق ہوئے تو دراصل یہ ان کے آقا ہی کی فضیلت ہے نہ ان کی۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جو چیز خدا نے میرے سینہ میں ڈالی وہ میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دی پس اگر ابو بکر یہ کہیں کہ جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ کسی کو نہیں دیا گیا تو کہہ سکتے ہیں اور آیہ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہے یعنی حضرت علی نفس حضرت محمد ﷺ ہیں مگر یہ سب فضائل بالتبع ہیں نہ بالاصل۔ اگر تم نیک بخت آدمی ہو تو ہمارے اس بیان کے موافق اپنے پیر سے اعتقاد رکھو گے۔

کہتے ہیں کہ طالب مرید ہی اور حق تعالیٰ مراد ہے۔ اگر حقیقت میں دیکھو تو دونوں مرید و مراد ہیں کیونکہ اگر طالب حق کی مراد نہ ہوتا تو مرید بھی نہ ہوتا اور جب یہ مرید نہ ہوتا تو حق اس کی مراد نہ ہوتا۔ ان دونوں میں ایسی نسبت ہے جو ایک کو دوسرے کی

طرف کشش کرتی ہے۔ غرضیکہ مرید پر سب سے پہلے دو فرض ہیں اول پیر کی تلاش دوئم اس کے حکم کی پیروی۔ اگر مرید ایک بار یہ کہہ دے کہ میں پیر کا مرید نہیں ہوں تو وہ ارادت سے خارج ہو گیا اگرچہ اس کے بعد کتنا ہی اعتقاد ظاہر کرے کیونکہ ارادت مرید کی صفت ہے نہ پیر کی۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ پیر مراد ہے۔ لہٰذا مرید پیر کے سامنے فضول باتیں نہ کیا کرے کسی کی عیب جوئی اور گلہ کرے اگرچہ اس پر کتنا ہی ظلم کیا جاتا ہے پیر سے بیان نہ کرے کہ پیر کو رنج وغصہ لاحق نہ ہو۔ اپنے عیوب بھی پیر کے سامنے ظاہر نہ کرے۔

مرید ایک لباس کا پابند نہ رہے جیسا وقت پر میسر ہو پہن لے کبھی اپنے کپڑے فقیر کو بھی دیا کرے یا سماع میں قوال کو دے دے۔ اگر سر پر ٹوپی اور کاندھے پر کمبل ہے تو اسی پر قناعت کرے یہ جو کہتے ہیں کہ مرید لباس میں پیر کی مشابہت اختیار کرے یہ بھی اچھی بات ہے۔ مگر ہم نے جو بیان کیا ہے یہ شہبازوں کا طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ رسم پرستوں کا ہے اگرچہ پیر کی رسم پرستی بھی ایک بڑی بات ہے مزید نعمت کے باعث ہے مگر ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف رغبت کرنی بھی پیر ہی کی رسم ہے اور اس کو عیب نہیں کہتے۔

داد وستد اور امور معیشت ومعاشرت میں پیر کا اتباع درست نہیں ہوتا کیونکہ یہ ساری باتیں بشریت سے متعلق ہیں اور ہر شخص اپنی بشریت کے تقاضا سے وہ روش اختیار کرتا ہے جو دوسرے کے لیے موزوں نہیں ہوتی۔ انہیں امور بشریہ میں حضرت شیخ فرید الدین کی روش سے حضرت خواجہ نظام الدین کی روش جداگانہ بھی اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین کی روش سے حضرت خواجہ نصیر الدین کی روش الگ تھی پھر حضرت خواجہ کے مریدان میں سے بعض لوگوں نے نہایت سخت اور بعض نے سہل روش اپنے محل وموقعہ یا طبیعت کے لحاظ سے اختیار کی تھی۔ عوارف میں لکھا ہے کہ اَلشَّیْخُ صُوْرَۃٌ یُسْتَشَفُّ مِنْھَا الْمُطَالَبَاتُ الْاِلٰھِیَّۃُ یہ ایک جملہ بہت معانی رکھتا ہے یعنی تم کو جو کچھ خدا سے طلب کرنا ہے وہ شیخ سے طلب کرو اور جو الیست تم چاہتے ہو وہ شیخ کی صورت سے تم کو نصیب ہوگی۔ نیز جن باتوں کے تم خدا سے طالب ومنتظر ہو مثلاً

لطف وکرم قہر وغضب۔ جلال وجمال، ردو قبول ان سب کو شیخ ہی کی طرف سے سمجھو۔ اس فقرہ کے پورے اسرار بیان کیے جائیں تو بہت طول ہو جائے گا مرید پیر کو چھوڑ کر خانہ کعبہ نہ جائے مگر جب کہ پیر خود کسی مصلحت سے اس کو بھیج دیں۔ اگر تمہارے پیر محقق وعارف ہیں اور تم نے ان سے اجازت چاہی تو وہ اجازت تو دے دیں گے مگر دل میں یہ کہیں گے کہ افسوس اس احمق نے ہم کو نہ پہچانا۔ اگر مرید ابدال ہو جائے تو پیر سے اس کی حکایت کرے نہ ان کی خدمت میں اس صفت کے ساتھ حاضر ہو وہی معمولی طرح آیا جایا کرے۔ اگر پیر عارف ہیں مرید کو ہر وقت ان کی ضرورت رہے گی ابدالیت کی طیر وسیر سے کیا کام چل سکتا ہے اگر ابدال کسی شیخ کا مرید ہونے آئے تو شیخ اس کو یہ نصیحت ضرور کریں کہ بری صورت میں کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو اور اگر ظاہر ہو اور لوگ اس کے ساتھ بری طرح پیش آئیں تو ان سے انتقام لے۔

اگر مرید اپنے دل میں کوئی مطلب رکھتا ہے جس کی پیر کو خبر نہیں اور پیر نے مرید کو حکم دیا مرید اس کو بجا لائے اور اپنے مطلب کا خیال رکھے مجھے امید ہے کہ اسی صورت سے یہ کامیاب ہوگا۔ یہ جو کہتے ہیں کہ عاشق کو معشوق کا مذہب اختیار کرنا چاہیے یہ قول دیوانوں کا ہے جن سے ہم غرض نہیں رکھتے۔ جب تک مرید پیر کی طرف پورے طور سے متوجہ نہ ہو پیر کے مشرب کا اس کو مزہ حاصل نہیں ہوتا۔ ایک مرید نماز واذکار میں مشغول ہے اور دوسرا تصور شیخ میں تو یہی افضل ہے کیونکہ اس نے اصل کار کو اختیار کیا ہے۔

اگر پیر مرد یا عورت پر مبتلا ہو جائیں مرید بداعتقاد نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ پیر نے اس کے چہرہ پر سر خداوندی دیکھا ہے اس کا مبتلا ہو گیا نہ امرد وعورت کا بعض اوقات عالم قدس میں ایک صورت نظر آتی ہے پھر ویسی ہی صورت دنیا میں دکھائی دیتی ہے دیکھنے والا اس کا مبتلا ہو جاتا ہے اب دراصل یہ اس دنیاوی صورت کا مبتلا نہیں ہے اسی صورت قدسی کا مبتلا ہے مگر میں کہتا ہوں اگر اس پیر کو توفیق دی جاتی تو یہ قدسی سے اقدس کی طرف ترقی کرتا۔ ان باتوں میں پیر کا اتباع کرنا درست نہیں ورنہ شہوت وہوا کے جال میں پھنس کر برباد ہو جائے گا نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْحِرْمَانِ اگر اتفاقاً مرید ایسی خرابات

میں پڑ جائے پیر اس کے باز رکھنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ اس کو نظر استحسان سے دیکھے۔
مرید کو امرد کی صحبت سے بہت پرہیز کرنا لازم ہے خصوصاً جو امرد خوبصورت و خوش گلو ہو۔ جس مجلس میں ایسا امرد ہو وہاں نہ جائے اگر چلا گیا تو واپس آ کے اگر مجبوراً نہ آ سکے تو اپنی نظر جھکائے بیٹھا رہے۔ جو شخص در و دیوار شجر و حجر اور امرد و شیخ کو ایک نظر دیکھتا ہو اس کی نسبت ہمارا کلام نہیں ہے۔ (اور جب وہ ایسا ہے تو اس کو خاص امرد کی طرف رغبت بھی نہ ہوگی۔)

اگر مرید اپنے پیر کی حیات میں یا ان کی وفات کے بعد کسی دوسرے بزرگ سے ملاقات کرے اور ان کا کشف و کرامات دیکھے تو اپنے پیر سے بدعقیدہ نہ ہو کیا خبر ہے کہ اس کے پیر زیادہ کشف و کرامت رکھتے ہوں اور اس کو ظاہر نہ کیا ہو۔ اگر کسی بزرگ سے کچھ حاصل ہو یا خانہ کعبہ میں کشود کار ہو تو اپنے پیر ہی کا طفیل سمجھے۔

مرید کو ہر حالت میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ پیر پر اس کا بار نہ پڑے۔ جہاں تک ہو سکے یہ خود پیر کا بوجھ بٹائے اور سمجھے کہ پیر جیسے دین کے معاملات میں اس کا محتاج نہیں دنیا کے معاملات میں بھی اس کا محتاج نہیں ہے اگر مرید خوشحال اور پیر تنگدست ہو تو مرید اپنی خوشحالی کو پیر ہی کی بخشش تصور کرے۔

مرید کواکب و جنات کی تسخیر کا ارادہ نہ کرے نہ ان کا اعتقاد رکھے یہ سب دنیاوی جھگڑے ہیں اور مرید نے دنیا کو رخصت کر دیا ہے سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ کا مصداق بنا ہے۔
نیز مرید امامت و پیشوائی نہ کرے۔ روزمرہ گوشت' حلوا اور مزیدار چیزیں نہ کھائے۔
مجالس و محافل میں اپنی طرف سے اپنی نشست کے لیے کوئی جگہ مقرر نہ کرے۔ راستہ چلنے میں ادھر ادھر نہ دیکھتا جائے۔ اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھے دل سے اس کو ناپسند کرے وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ اس کے معنی یہ ہیں کہ ذٰلِكَ الْاِیْمَانُ اِیْمَانُ اَضْعَفِ عِبَادِ اللّٰهِ یعنی یہ ایمان خدا کے ضعیف ترین بندوں کا ایمان ہے۔ پھر مرید سے زیادہ ضعیف و مسکین کون ہو سکتا ہے مرید ہرگز اس ذکر و شغل کو آشکارا نہ کرے جس کو پیر پوشیدہ رکھتے ہیں نہ پیر سے کسی راز کو دریافت کرے کیونکہ اگر اس کا دریافت

کرنا ان کے منشا کے موافق ہو اتب تو خیر ورنہ اس پر سخت بلا نازل ہو گی۔

پیر جو کچھ حکم کرے مرید اس کو فورا بجالائے اگرچہ وہ حکم محالات سے بھی ہو تب بھی اس کے پورا کرنے کی کوشش کرے مثلاً پیر کہیں کہ اونٹ کے ہاتھ پیر باندھ کر چھت پر لے آؤ تو مرید اس کے بجالانے کی کوشش کرے۔

اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں خواجہ خضر اور ابدال واوتاد وغیرہ اولیاء اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو یہ اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر مرید خواب میں حضور ﷺ کو اپنے پیر کی صورت میں دیکھے تو سمجھے کہ پیر کا اتباع بالکل حضور ہی کا اتباع ہے اور گویا حضور نے اس کو یہ اشارہ فرمایا ہے کہ تیرا پیر میری جگہ ہے مجھ میں اور اس میں بیگانگی نہیں ہے۔ اگر اپنے پیر کو خواب میں دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ خدا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ پیر خدا کا مظہر ہے خدا کی اس پر تجلی ہے اور بہت سے کام خدا نے اس کے سپرد کیے ہیں اِفْعَلْ مَا شِئْتَ یعنی جو چاہے کر۔ ایسے ہی شخص کو متخلق باخلاق اللہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ نیک وبد جو چاہو کرو۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ محققوں کا یہ قول نہیں ہے۔

اگر خواب میں کوئی بات دیکھے پھر اسی طرح ظاہر ہو تو اس کو کرامت نہ سمجھے کیونکہ عوام الناس کے ساتھ بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خطرہ دل میں آیا اور اس کے موافق ظہور ہوا تو یہ بھی کرامت نہیں ہے۔

مرید کو ایسی حلال روزی کھانی چاہیے جس میں کسی کا حق نہ ہو۔

مرید کو یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اس کے پیر اور تمام پیران سلسلہ مامون العاقبت ہیں کیونکہ اگر اس کا یہ عقیدہ نہ ہوگا تو یہ ان سے کچھ بھی فیض نہیں لے سکتا۔ تمام بزرگان سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ پیر ایک ایسے مقام میں پہنچتا ہے جہاں وہ مامون العاقبت ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مریدوں کو شجرے لکھوانے اور خلفا کی سندیں حاصل کرنی فضول ہوتیں۔ حضرت ذوالنون مصری کا قول بھی اسی کا شاہد ہے مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ الا عَنِ الطَّرِيْقِ وَمَنْ وَصَلَ لَا يَرْجِعُ (یعنی جو الٹا پھرتا ہے تو وہ راستہ ہی

سے الٹا پھرتا ہے اور جو پہنچے گا وہ الٹا نہیں پھرتا) میں بھی یہی کہتا ہوں کہ جب بندہ پر طریق الہیت سے حقیقت کھل جاتی ہے تب وہ ایک ایسے مقام میں پہنچتا ہے کہ وہاں تنزل کی گنجائش نہیں رہتی اس کا حافظہ نہایت درست ہو جاتا ہے اور اب وہ ایک ایسا شخص ہو گیا ہے کہ اعلیٰ واسفل سب اس کے نزدیک یکساں ہے اس مسئلہ میں صوفیہ اور علماء ظواہر کے اندر بڑا اختلاف ہے۔

مرید اپنے پیر سے جنید بایزید کو بھی بہتر نہ جانے اگر اپنے پیر پر کسی اور شخص کی فضیلت ظاہر وثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنا ہاتھ پیر کے دامن سے نہ ہٹائے۔ باپ ہی اپنے بچہ کی پرورش کرتا ہے غیر کیا ہی رحیم وشفیق ہو تمہاری پرورش نہ کرے گا تمہاری پرورش تمہارے پیر ہی پر فرض ہے کیونکہ اس کی تم اولاد معنوی ہو۔ مرید اگر جن اور دیو پری کی جھاڑا پھونکی جانتا ہے ہرگز ایسی لغویات میں مشغول نہ ہو نہ دریا کا سفر کرے کیونکہ جہاز وکشتی میں بیٹھنے سے اس کا وقت خراب ہوگا۔

جو چیز پیر کی منظور نظر ہو مرید اس پر نظر نہ ڈالے۔ پیر کی بیویوں' لونڈیوں کو اپنی ماں سمجھے جیسا کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق حکم تھا۔ جب تک مرید پیر کی صحبت سے کچھ فیضیاب نہ ہو علیحدگی اختیار نہ کرے ورنہ اس کے عقیدے میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اگر مرید کو علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو یا پیر اس کو حکم دیں تو فقہ حدیث وتفسیر کا علم حاصل کرے معقولات وغیرہ میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

پیر کی حیات میں سجادہ پر نہ بیٹھے نہ خادم وغیرہ سے پیروں کی طرح کام لے ہر ایک بات میں پیر کی روشن نگاہ رکھے۔ سماع میں پیروں کی طرح مجلس کا چکر لگانا پھر اپنی جگہ آجانا مرید کو زیبا نہیں اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ خانقاہ کے ایک گوشہ میں بفراغت ذکر الٰہی کیا کرے۔ پیر کے روبرو جب حاضر ہو تو مشائخوں کا لباس پہن کر نہ آئے نہ ایسے کپڑے پہنے جو زمین پر لٹکتے رہیں۔ کیونکہ ان باتوں سے اس کا پیر اگر سچا پیر ہے تو ضرور اس کے دل میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ نیز کسی خاص بات میں پیر کی پیروی نہ کرے کیونکہ پیر کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے مرید کو اس کی کیا خبر ہے۔ پیر کے

خادم وسقہ اور جاروب کش تک کی رعایت مد نظر رکھے۔ مرید کی یہ خواہش نہ ہو کہ پیر کی حضور کے سوا کہیں اس کی تعریف کی جائے نہ اس کو اس بات کا ڈر ہو کہ پیر کی حضور کے سوا کہیں اس کی مذمت کی جائے۔

اگر مرید خوبصورت وخوش ادا نہیں ہے تو بہت بہتر ہے اس کے حال میں تشویس نہ ہوگی۔ حضرت یوسف وزلیخا کا قصہ تم نے سنا ہوگا۔ جب پیر مرید کو خلافت واجازت عنایت کردیں تو فوراً ہی مرید نہ کرنے لگے نہ اپنے آپ کو شیخ سمجھے اگر کسی کو مرید بھی کرے تو یہ سمجھ کر کہ یہ کام عاریتاً میرے سپرد کیا گیا ہے مجھ کو پیر کے فرمان پر عمل کرنا ضروری ہے پھر اگر اس کام سے پیر کی رضامندی معلوم ہو تو آگے چلائے۔

آداب مجلس وغیرہ

مرد جب کسی مجلس میں جائے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے اگر یہ پیچھے بیٹھے اور لوگ اس کو صدر جگہ بٹھائیں تو زیادہ انکار نہ کرے جہاں بٹھائیں بیٹھ جائے کیونکہ اصرار میں بھی ایک طرح کی خودنمائی ہے۔ اگر مجلس میں دو وقت متواتر کھانا ملے وہاں نہ جائے فاقہ کو غنیمت سمجھے کیونکہ فاقہ میں نفس کی شکستگی زیادہ ہے۔ ایسی بات نہ کہے جس سے کسی کو رنج پہنچے نہ سخن چینی کرے اگر کسی سے دوستی ہے تو اس کی دوستی کا حق ادا کرے یعنی اس کو اس کے دشمن سے مطلع کردے۔ اہل دل کے معاملہ پر عمل کرے یعنی ٹھہرے دلوں کے سیدھا کرنے کی کوشش ضروری سمجھے۔

مزار شیخ کی زیارت کے آداب

اگر شیخ کی مزار کے گرد چند چکر لگائے تو یہ شیخ کے قلب کی حرمت وتعظیم ہے جو خدا کا عرش کہلاتا ہے اور کتب فقہ میں بھی اس کی نسبت ایک روایت موجود ہے۔ پھول لے جاکر مزار پر رکھے کیونکہ ارواح خوشبو سے بہت خوش ہوتی ہیں مزار کے آگے زیادہ نہ بیٹھے صرف اتنی دیر ٹھہرنا چاہئے جتنی دیر میں سورہ یٰسین پڑھتے ہیں زیادہ دیر ٹھہرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ ادھر ادھر نظر پڑنے سے مزار شریف کی بے حرمتی ہوگی۔ جتنی دیر بیٹھے یا تو

مزار کو تکتا رہے یا آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور کرے۔ اگر عبادت میں مشغول ہو گا تو پیر بہت خوش ہوں گے۔ مزار شیخ کے سامنے کسی شخص کی تعظیم نہ کرے مگر اس شخص کی جس کی شیخ اپنی حیات میں تعظیم کرتے تھے۔ نیز پیر کی حیات میں بھی ان کے سامنے ایسا ہی کرنا چاہیے پیر کے مکان یا مزار کی سمت کی بھی حرمت ملحوظ رکھے نہ ادھر پیر کرے نہ تھوکے۔ نہ بغیر وضو کے پیر کا جوتا یا کپڑا ہاتھ میں لے۔ اگر اس کے پاس رکھا ہو تو کبھی کبھی اس کی زیارت کر کے آنکھوں پر ملا کرے۔

پیر کے بعد پیر کے جانشین کے آداب

جب پیر گذر جائیں اور ان کے خلیفہ جانشین ہوں تو ان کی خدمت واطاعت بجا لائے اگر وہ اپنی توجہ کا حکم دیں اس کو اختیار کرے کیونکہ یہ پیر سے روگردانی نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ پہلی صف سے دوسری صف میں آگیا مگر دراصل یہ توجہ بھی پیر ہی کی طرف ہے اگر اسی خاندان کے دوسرے پیر موجود ہوں اور ان کے پاس چلا جائے تو کچھ حرج نہیں اگر یہ دوسرے شیخ کی کوئی ایسی نئی چیز بتائیں جو اس کے شیخ نے نہ بتائی تھی فورا اس کو شروع کر دے اور اگر ایسی چیز بتائیں جو اس کے پیر کی تعلیم کے خلاف ہے تو اس میں تامل کرے ایسے وقت طالب بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

شہرت اور پوشیدگی

صوفی ہرگز خیال نہ کرے کہ اس کی شہرت ہو یا وہ پوشیدہ رہے کیونکہ شہرت کا طالب کافر ہے اور جو شخص شہرت کے خوف سے عبادت ترک کرے وہ منافق ہے۔ اگر ذکر ومراقبہ کی طرف بے حد رغبت ہو تو اتنا مشغول نہ ہونا چاہیے کہ مقررہ اور اوراد وظائف ناغہ ہو جائیں نہ ذکر ومراقبہ کو کسی روز ناغہ کرنا چاہیے۔ نماز اور ذکر میں مراقبہ کا لحاظ رکھے بزرگان کا یہی طریقہ ہے کہ کھانے پینے اور بات چیت کرنے میں مراقب رہتے ہیں۔

سالکان طریقت کے لیے ہر قسم کی ضروری ہدایات

یہ عقیدہ نہ رکھو کہ شریعت و طریقت ایک دوسرے سے جدا ہیں دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہیں پوست، مغز اور روغن، تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں یعنی پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا خلاصہ روغن اسی طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔

جب تک پیر زندہ ہیں مرید کسی دوسرے شیخ کی طرف متوجہ نہ ہو نہ اپنے پیر کو معصوم سمجھے اور نہ پیر سے کوئی ایسی بات دیکھ کر جو بظاہر خلاف شرع ہو بداعتقادی کرے کیونکہ پیر سے لغزش ہوئی تو درجہ ولایت سے نہیں گرا۔ انبیاء سے بھی لغزش ہوئیں ہیں مگر درجہ نبوت سے نہیں گرے۔ لغزش کے بعد ولی توبہ کرنے سے اپنی ولایت پر قائم رہتا ہے۔ مرید اپنے آپ کو حقیر وذلیل سمجھنے میں کوشش کرے ہرگز اپنے تئیں ذی عزت نہ سمجھے اگر پیر عزت دے عزت اختیار کرے اگر ذلت دے ذلیل رہے۔ اگر مرید مشہور ہو جائے یہ نہ سمجھے کہ میں کچھ ہو گیا بلکہ خدا سے خفیہ ایسا معاملہ کرے جو اس شہرت کا کفارہ ہو۔ شہرت کو اپنی شومی اعمال تصور کرے اور خدا کی طرف سے امتحان سمجھے۔ اگر اس کا نفس شہرت کے ساتھ مطمئن ہو گیا تو بس آئندہ ترقی سے محروم رہا۔ ہر شخص کا مذاق اور عمر مقرری ہے مگر ہاں کسی کا رزق کسی کی نسبت زیادہ فراخ اور کشادہ ہوتا ہے شہرت میں ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ مطلوب کے طرف سے کہیں یہ جواب نہ مل جائے کہ تو نے اگر ہمارے واسطے محنت و مشقت اٹھائی تو کیا ہوا ہم نے بھی اپنے بندوں کو تیری طرف متوجہ کر دیا تھا جو تیری تعظیم و تکریم کرتے اور تجھ کو نذرانے دیتے تھے۔ کہتے ہیں اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْداً اَمَالَ اِلَیْہِ الْخَلْق حب خداوند تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو مخلوق کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے محبت کا پہلا امتحان یہی ہے کہ مخلوق اس کی طرف مائل ہو۔

راحت اور مرتبہ و منزلت کی تمنا نہ کرنی چاہیے اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز کرے۔ اگرچہ وہ اپنے اقرباء ہی کیوں نہ ہوں۔ فقیری اختیار کرے مگر عزت کے ساتھ کسی کے سامنے سر نہ جھکائے اور اپنے فقر و فاقہ پر شکر کرے۔ اگر کوئی شخص امیر اور ذی عزت ہو

تو مسلمانوں کی موافقت کے سبب سے یہی بھی اس کی عزت کرے نہ اس کی امارت کی وجہ سے۔

اگر لوگ اس کے پاس آئیں اور نصیحت چاہیں تو حتی الامکان پرہیز کرے ورنہ دو چار باتیں ایسی کہہ دے جو نصائح کی جامع ہوں۔

اگر پیر کسی امر نامشروع کا حکم دیں تو اس طرح اس کام سے پرہیز کرے کہ پیر کو خبر نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ سے بد اعتقاد ہو گیا۔ اگر پیر کو ایسا کام کرتے دیکھو تو اس کو اسی کے حوالہ کرو اور اس کی ذلت واہانت کے پیچھے نہ پڑو۔

اگر مرید پیر کو شراب نوشی کرتے دیکھے اور یہ سمجھے کہ میرے پیر کا یہ فعل نہیں ہے یا یہ شراب نہیں ہے تو یہ اس کے کمال اعتقاد کی دلیل ہے۔

ایک دوست اپنی حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شہر کے باہر پھر رہا تھا دیکھا کہ ایک گڑھے میں ایک شخص جذامی بیٹھا کھچڑی پکا رہا ہے۔ ہاتھوں کی انگلیاں جھڑ گئی ہیں بدن سے لہو بہہ رہا ہے اور نہایت ہی بری حالت ہے ایک برتن میں دہی اور ایک میں روغن بھی پاس رکھا ہے۔ مجھ کو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ میں ایک مدت سے یہ تمنا رکھتا ہوں کہ کسی کے ساتھ کھانا کھاؤں تم ایک مرد صوفی اور عارف معلوم ہوتے ہو ضرور میرے ساتھ یہ دہی اور کھچڑی کہ کھاؤ گے کہتے ہیں میں اس دعوت کا پیغام سنتے ہی وہاں سے بھاگا۔ جذامی نے آواز دی کہ بھاگتا کیوں ہے ذرا پیچھے مڑ کر تو دیکھ اب جو میں نے دیکھا تو وہ ایک نہایت حسین خوبصورت جوان نو خواستہ قیمتی لباس پہنے بیٹھا ہے پھر تو میں بڑی رغبت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو اس نے کہا معلوم ہو گیا کہ تو مرد ظاہر بین ہے اور تو کسی لائق نہیں۔ میں نے کچھ بات کرنی چاہی کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا۔

ایسے واقعات بہت کم ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ کا فرمان وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۝ (النساء۔ ۱۵۵) (ترجمہ) "اور انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہہ کا بنا دیا گیا۔" اسی قبیل سے ہے۔ جو شیخ اس قسم کے تماشے دکھائیں شیخی کے قابل نہیں ہیں۔ مرشدوں سے ایسی باتیں سرزد نہیں ہوتیں وہ تو صرف

وہی کام اختیار کرتے ہیں جو خلائق کے واسطے نافع اور سود مند ہیں۔ جس کو محروم رکھنا ہوتا ہے اس کے ساتھ شعبدہ بازی کرتے ہیں اور جس کو ہدایت کرنی چاہتے ہیں اس کے پیشوا بنتے ہیں۔

مرید کو زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے نماز روزہ اور معاملات کے مسائل سے واقف ہو جائے اگر عربی زبان حاصل کرے بہت بہتر ہے اور چند روز سلوک کے مسائل بھی ضرور مطالعہ کرے (جیسے کہ اس کتاب اور کتاب حکمۃ الاشراق حصہ دوئم وسوئم میں مذکور ہیں) سلوک میں دو باتیں ہیں ایک تو خاص علم سلوک اور اس کے لوازمات کا علم۔ دوسرے بزرگان سلف کے حالات وحکایات اور اخبار وسیر کا معلوم کرنا اول الذکر سے راستہ کے حالات معلوم ہو کر اس پر چل نکلتا ہے اور آخر الذکر سے عالی ہمتی پیدا ہو کر راستہ کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ مگر بغیر مشقت ومجاہدہ کے یہ کام نہیں ہو سکتا ذکر وغیرہ ایک ہی کام میں تمام وقت خرچ نہ کرے بلکہ مختلف کام نماز وروزہ وتلاوت درود وخوانی وغیرہ کیا کرے۔ ہر دروازے پر ٹکریں مارے نہ معلوم کونسا دروازہ اس کے لیے جلد کھل جائے۔ اس کام کے اندر مسکینی' خوش خلقی' اور حق کی رعایت کرنا بہت ضروری ہیں۔

کتابوں کی تصنیف اور شعروغزل میں وقت ضائع نہ کرے ہر وقت اپنے مقصود کو پیش نظر رکھے۔ سب سے بڑا کام حضور قلب ہے مگر اس کے ساتھ ہی نیکی کے کسی پہلو کفرو گذاشت نہ ہونے دے اگرچہ ہر کام میں حضور قلب اس کام کے انداز سے ہوتا ہے اگر اتنی قوت نہ رکھتا ہو تو شیخ کے تصور ہی کو غنیمت سمجھے۔ رہگذر اور شارع عام میں نہ بیٹھا کرے نہ ایسے لوگوں سے گفتگو کرے جو دین سے بے خبر ہیں۔ اگر پیر میں مذہب سے انحراف کا احساس کرے تو خود بھی اس کے ساتھ منحرف نہ ہو جائے نہ بد اعتقاد ہے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اگر بندش پیدا ہو اشغال ظاہری وباطنی زیادہ کرے۔ باغ وصحرا میں تفریح کے لیے چلا جائے یہاں تک کہ بندش رفع ہو۔ جہاں تک ہو سکے اپنا کام پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے سوا ان اعمال کے جو مشہور ہیں مثلاً نماز چاشت واشراق

وغیرہ۔

اہل عقل جانتے ہیں کہ مذاہب کا مرجع مراسم کی طرف ہے اور حق الحقیقت نسب واضافات سے برتر ہے تم کو تعصب نہ کرنا چاہئے تم حق کے پیچھے جاؤ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ خدا جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

کشف وتجلی اور حصول مقصود سے پہلے کتب اہل تحقیق کا مطالعہ نہ کرے کیونکہ جو علم ان کتابوں سے حاصل ہوتا ہے صوفی اس کو حجاب اعظم کہتے ہیں اور علم سلوک کے علاوہ ہر ایک علم کا نام انہوں نے علم دنیا اور علم مجازی رکھا ہے میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے کتابوں کا مطالعہ کر کے اہل تحقیق کی سی باتیں بنانی شروع کر دیں اور اسی کو مقصود سمجھ کر محروم رہ گئے۔ سالک سیر وتماشے اور صید وشکار سے پرہیز کرے اگر کسی وقت طبیعت مکدر ہو تو کچھ تفریح کرنے میں حرج نہیں ہے۔ سفر وحضر میں تسبیح مصلا اور مسواک ورومال ہر وقت پاس رکھے۔ بعض لوگوں نے وضو کے لیے لوٹا ساتھ رکھنے کی بھی تاکید کی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کتاب عوارف میں لکھتے ہیں کہ جس کے پاس وضو کا لوٹا نہ دیکھو تو سمجھو کہ اس نے ترک نماز کا قصد کیا ہے اور اگر بالفرض یہ قصد نہیں بھی کیا ہے تب بھی کسی وقت اس کی نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر شہر میں کسی وقت آئے جائے تو ان چیزوں کا ساتھ رکھنا فضول ہے ایام ارادت میں اگر شہوت نے ستایا اور نکاح کر لیا تو ضرور راستہ سے رہ جائے گا بہتر یہی ہے کہ ریاضت ومجاہدہ سے اس قوت کو توڑ دے ایسا کام کرنے سے اس کو استحکام پہنچے گا۔

سالک بے صبر ہوتا ہے جو گھڑی بغیر حصول مقصود کے گزرتی ہے مرنا اس سے بہتر سمجھتا ہے۔

سالک سے اگر کوئی گناہ ہو جائے کسی سے اس کا ذکر نہ کرے ہر وقت اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے۔ جب سالک کسی دوسرے سالک یا صاحب دل سے ملاقی ہو تو سلام علیک نہ کہے ہاتھ سے سلام کا اشارہ کرے کیونکہ شاید سلام کے جواب دینے سے اس کی

مشغولی میں فرق پڑے۔ اشارہ کے جواب میں وہ بھی اشارہ کر دے گا۔ اور طرفین سے تفرقہ نہ ہوگا۔ اگر مرید فن موسیقی جانتا ہے اس میں مشغول نہ ہو اگر یاران طریقت میں کسی وقت تفریح کے طور پر کچھ گایا کرے تو حرج نہیں ہے۔ پیروں کا سا لباس نہ پہنے نہ اپنے ساتھ خادم رکھے عجز و انکسار کے ساتھ رہا کرے۔ اگر کوئی کام مثلاً طے کا روزہ اختیار کرے تو پست ہمتی کے سبب سے اس کو چھوڑ نہ بیٹھے۔ مجالس میں بکثرت شریک نہ ہو۔ اپنی جگہ کا پابند رہے۔ نہ اپنی حقارت کے لیے بڑی جگہ بیٹھے کیونکہ اس بات سے اگرچہ نفس ذلیل ہوتا ہے۔ مگر ذلیل ہو کر جامد ہو جاتا ہے یعنی ترقی کا طالب نہیں رہتا۔

اپنے مقصود کو ہر وقت قریب سمجھے جب ذکر یا مراقبہ میں مشغول ہو یقین رکھے کہ اس وقت مقصد حاصل ہوگا اور جب ناکامی سے گریہ و شکستگی پیدا ہو تو اس کو بھی غنیمت سمجھے۔ اس کے لیے دو کام ہیں ایک کامیابی اور دوسرے ناکامی پر سوز وگداز۔ مرید جس قدر ہاتھ پیر کا درست اور طاقت دار ہوگا بہتر ہے مجاہدہ خوب کرے گا۔ اگر کمزور ہوگا بہت کاموں سے محروم رہ جائے گا۔ مطلوب کے لیے رنج و محنت اٹھانے میں بھی بڑی لذت ہے۔

کسی کے نیک وبد سے تعلق نہ رکھے کیونکہ ابھی اپنی حالت میں گرفتار ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا کام نہیں ہے۔ لوگوں کی دعوت و مہمانی نہ کیا کرے اگر کوئی اس کے پاس آجائے اس کو کھلا پلا دے۔ کسی کی شادی اور غم میں شریک نہ ہو اگر ولیمہ کے اندر سنت سمجھ کر چلا جائے کچھ حرج نہیں ہے مگر فوراً واپس آجائے۔

اگر کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو ان سے کوئی چیز نہ مانگے اگر مانگے بھی تو اس طرح سے کہ جیسے چھوٹے بڑوں سے مانگا کرتے ہیں۔ اور یہ خیال رکھے کہ ان بزرگ کی میرے دل پر شفقت و عنایت ہے۔ اگر کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو تو عرض کرے کہ حضرت خدا کے لیے مجھ کو کچھ اشارہ فرمایئے اور خدا کے حضور میں نیکی کے ساتھ مجھ کو یاد کیجیے اور یہ کوشش کیجیے کہ وہ مجھ کو مہربانی کی نظر سے دیکھ لے۔

اگر مرید کیمیا و سیمیا کے اعمال جانتا ہے ان کو ظاہر نہ کرے نہ کسی کو سکھائے اس

کیمیاوی رنگ ایزی سے گدائی کر کے پیٹ بھرنا بہتر ہے اگر اثناء سلوک میں کیمیا وغیرہ کا انکشاف ہو تو ہرگز ہرگز ان کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ اس کو اپنے لیے ایک سخت امتحان تصور کرے اگر اس کی طرف متوجہ ہوا تو ایسا دھتکارا جائے گا کہ شیطان کی شاگردی کے لائق بھی نہ رہے گا۔ یہ ضروری ہے کہ راست بازوں کو ایسے مواقع پیش آتے ہیں مگر وہ ان کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے۔ اگر اضطرار کی حالت بھی ہو جاتی ہے تب بھی غیب سے جو کچھ ملے اسی پر گذارہ کرتے ہیں ورنہ جان بحق تسلیم کر دیتے ہیں۔ جس شخص نے دنیا کو اپنا مقصود ٹھہرایا ہے کیا وہ ان کی برابری کر سکتا ہے ہرگز نہیں ان دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ حضرت ذوالنون مصری کی طرف جو ان اعمال کو منسوب کیا جاتا ہے اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے وہ متخلق باخلاق اللہ تھے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مرید کے دل میں جمال غیبی کی طلب ہوتی ضرور ہے کیونکہ بڑے بڑے بزرگان کو اس دنیا میں بھی دیدار ہوا ہے۔ مرید ہر ایک لہو ولعب کو حرام سمجھے یہاں تک کہ بچوں سے ہنسنا بولنا جو اور لوگوں کے لیے مباح ہے مرید کے لیے جائز نہیں مرید کا عمل اس رباعی پر ہونا چاہیے۔

در ہر دو جہاں ہر چہ شود گوشوگو
وزدور زماں ہر چہ شود گوشوگو
مشغول بحق باش مبرا زود وکون
وز سود وزیاں ہر چہ شود گوشوگو

عبادت کے متعلق کسی حدیث یا حکایت کی صحت کے متعلق تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز کل ادیان ومذاہب میں عمدہ بہتر تسلیم کی گئی ہے اس کی صحت وسند کی کیا ضرورت میں ایسی حدیث کی تحقیق وتفتیش کرے جس میں عبادت سے رخصت کا ذکر ہے۔ اگر راستہ میں کاغذ پڑا ہے اور اس پر سلوک کی کوئی بات لکھی ہو تو اس پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔ مرید عاشق ہے اور نہیں جانتا کہ کس طریق سے اس کو مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اس وقت مرید ہذیان میں مبتلا ہوتا ہے۔ جی سے عاشق کبھی اپنے

معشوق کو سرو سے نسبت دیتا ہے کبھی سانپ سے کبھی گلاب سے حالانکہ یہ سب باتیں ہذیان نہیں تو کیا ہیں۔

مرید طالب اپنے حسب ونسب پر نظر نہ کرے کیونکہ اگر یہ قوم کا شریف نہیں ہے تو اس افسردگی سے اس کا ذوق وشوق باطل ہو کر محروم رہ جائے گا۔

ایں جامہ ژندہ ودل پارہ خرند
بازار چہ تصب فروشاں دگراست

مرید اک دل تمام طالبوں سے مشتاق تر۔ تمام سوختگان سے افروختہ تر۔ تمام دوڑنے والوں سے شتاب ترو تیز تر۔ اور تمام بلند ہمتوں سے بالاتر ہونا چاہیے۔ پھر اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوار وذلیل سمجھے اگر ان اوصاف سے متصف ہوا تو بہت جلد میدانوں کو قطع کرے گا۔ پہاڑوں کو پامال کر دے گا۔ آتشین دریاؤں سے پار ہو جائے گا۔ تمام طالب اس پر رشک کریں گے۔

کعبہ شریف یا مدینہ شریف یا کسی بزرگ کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے علاوہ کوئی سفر نہ کرے ورنہ وہ سفر خواہش پرستی میں داخل ہو گا۔ طعام وسماع کی ہر ایک دعوت قبول نہ کرے کیونکہ جب ان چیزوں کا مزہ پڑا تو پھر مرد مجلسی بن کر اپنے مقصد سے محروم رہ جائے گا جیسے کہ اکثر لوگ شاعروندیم مجلس میں ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو لطیفہ بازی اور بذلہ سنجی بھی نہ کرنی چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے خرید وفروخت کرنے بازار میں نہ جائے اگر مجبورا جانا پڑے تو بھاؤ تاؤ میں عوام الناس کی طرح تکرار نہ کرے جس قدر داموں کو جو چیز ملے لے لے اگر کسی اور سے کوئی چیز منگوائے تو اس سے بھی تحقیق وتفتیش کرنے میں وقت نہ کھوئے۔ اگر اپنا حق دوسروں کے پاس چلا جائے معاف کرے اور دوسروں کا حق اپنے پاس نہ رکھے۔ اس کے لیے اصل کار عبادت وبندگی ہے جہاں تک ہو سکے اسی میں مشغول رہے۔ عارف کہتے ہیں اصل کار طہارت ہے مگر تشخیص وتعین میں بندگی ہی اصل ہے حد مطالبہ سے تجاوز نہ کرے۔ مستوں اور قلندروں کی صحبت سے باز رہے ورنہ کم سے کم اس کے اندر مداہنت ضرور پیدا ہو جائے گی۔ صوفیان نظرباز سے چشم پوشی

کرے۔ ان کی نگرانی کرنا اہل ارادت کے لیے موزوں نہیں ہے ایسا کرنا حقیقت سے محروم بناتا ہے۔ اگر مکاشفہ میں کوئی صورت زیبا نظر آئے پھر چشم ظاہر سے ویسی ہی طلعت رعنا دکھائی دے تو اس کو گھور گھور کر نہ دیکھے نہ اسکے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرے اگر ایسا کیا تو دیگر شواہد غیب کی ملاقات سے محروم رہ جائے گا۔

مرید کے پاس دھونے اور بدلنے کے لیے اگر دو تین کپڑے ہوں تو کچھ حرج نہیں ہے مگر اس جاڑے کے کپڑے آئندہ موسم سرما کے لیے نہ رکھ چھوڑے۔ ہاں جب اس شخص کا بوجھ دوسرے کے ذمہ ہو تو اس کا بار ہلکا کرنے کے لیے ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ گدڑی بنانی اور نگندے ڈال کر اس کو خوب مضبوط کر لینا بہت اچھا ہے گرمی جاڑے میں برابر کام دیتی ہے اور برسوں رہتی ہے اگر اس کو میراث میں چھوڑیں تو بہت بابرکت ہے۔

جب سالک کو گدائی کی ضرورت ہو رات کے وقت اپنا منہ لپیٹ کر سوال کرنے نکلے اور کسی سے الحاح کے ساتھ یعنی لپٹ کر سوال نہ کرے نہ اس قسم کی باتیں بنائے کہ درویشوں پر وقت تنگ ہے تیری سعادت ہے جو ان کی خدمت کرے۔ ایسی باتیں دریوزہ گر کرتے ہیں۔ جب اس کے سدرمق کے قابل ٹکڑے مل جائے پھر سوال نہ کرے۔ غیبت عیب جوئی وچغلخوری سے نہایت پرہیز کرے۔ اگر اس کے پاس نوکر چاکر لونڈی غلام ہوں تو ان پر قہر و غضب اور مار پیٹ نہ کرے جہاز میں سوار نہ ہو۔ خوف وہلاکت کی جگہ نہ جائے اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالے یعنی ہمسایہ و قرابت دار پر بلکہ سبک بار رہے۔ سستی وکاہلی کو راہ نہ دے۔ عورتوں کے پاس چاہے وہ اس کی ماں بہن اور بیٹیاں ہی کیوں نہ ہوں زیادہ نشست وبرخواست نہ کرے۔ اگر پاس بیٹھے تو ایسے شخص کو جو اس سے زیادہ زہد ومجاہدہ کرتا ہو۔ اگر لوگ اس کو آداب والقاب سے یاد کریں ان پر خوش نہ ہو اور اس کو خدا کا ایک امتحان تصور کرے۔ قبول خلق کو قبول حق سمجھنا بڑی غلطی ہے۔

نہ دوزخ کا خوف کرے نہ جنت کی خواہش جب مسجد یا خانقاہ میں داخل ہو تو دل کو بیدار کر کے دایاں پیر اندر رکھے اگر بایاں پیر پہلے رکھا تو درویشوں کو اس سے جرمانہ لینے کا

حق حاصل ہے۔

تمام جہاں سے اس کی صلح ہونی چاہئے۔ خدا سے عہد کرے کہ جس کسی پر اس کا حق ہے اس کو اس نے معاف کر دیا۔ اگر اس کو سماع میں ذوق حاصل نہ ہوتا ہو تو جان لے کہ ابھی اس کے دل میں محبت کا تخم بویا نہیں گیا۔

شعبدہ بازوں کے تماشہ اور ہر ایک لہو ولعب سے پرہیز کرے بادشاہ وغیرہ کی سواری کا تماشہ بھی نہ دیکھے۔ ہنسی مذاق کو بہت برا سمجھے۔ اگر یاران ہم مجلس میں کسی وقت شریفانہ طور سے ہنس بول لے تو حرج نہیں۔ مگر جن لوگوں کا شیوہ پھکڑ بازی ہو ان سے الگ رہے۔

اگر سالک اپنے گھر کا امیر ور ئیس ہے تو بہت بہتر ہے کیونکہ جب لوگ اعتقاد کے ساتھ اس کے ہاتھ پیر چومیں گے اور تعظیم و تکریم کریں گے تو اس کا نفس موٹا نہ ہوگا بخلاف اس شخص کے جس نے فقرو افلاس میں پرورش پائی پھر صوفی بن کر اس نے دیکھا کہ امراؤ ورؤسا سب اس کی تعظیم کرتے اور قدموں پر سر رکھتے ہیں تو اس وقت اس کے نفس کا عجب و خود بینی سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ دنیا داروں سے میل جول اور صحبت نہ رکھے نہ اپنی حاجت کی کسی کو خبر ہونے دے اور جب اس کو کچھ پیش کیا جائے تو اس پر سر نہ جھکائے۔ میرے خواجہ حضرت مخدوم العالم نصیر الدین محمود اور ادھی نے پہلے ہی روز جب کہ میں مرید ہوا تھا ارشاد کیا کہ اگر تجھ کو حضرت آدم کی صفوت۔ حضرت ابراہیم کی خلت۔ حضرت موسیٰ کا کلام' حضرت عیسیٰ کی معرفت اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قربت عنایت ہو تو اس پر بھی سر نہ جھکانا۔

ملامت کی صورت نہ بناؤ تمہارے لیے یہی ملامت کافی ہے کہ اپنا کام ظاہر نہ ہونے دو اگر کوئی بات خود بخود ظاہر ہو جائے تو اس کی طرف توجہ نہ کرو۔ اگر تم تمام رات نہ سوئے اور بیٹھے بیٹھے بھی نیند نہ آئی تو بس یہی شب بیداری ہے صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لو تاکہ دیگر نوافل کے ادا کرنے میں گرانی واقع نہ ہو۔ اور اوراد وظائف سے فارغ ہو کر جو وقت بچے اس کو مراقبہ میں صرف کرو۔ مراقبہ سے تھک جاؤ تو حکایات

بزرگان یا اور کسی نیک کام میں وقت گذارو۔ ایسا کئے جاؤ گے تو فتوح پر فتوح زیادہ ہو گی میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اس کام کو چھوڑنا نہیں چاہئے راستہ چلنے کے وقت منہ پر کپڑا ڈال لے کہ ادھر ادھر نگاہ نہ پڑے اور طرح طرح کی مختلف چیزیں دیکھ کر خیالات پریشان نہ ہوں۔ صوفیوں سے میں نے سنا ہے کہ مرید یار فروش ہوتا ہے اور دستار اس کی پیل گوش ہوتی ہے۔ اگر اس کا دل حضور و مراقبہ کی طرف مائل نہ ہو تو عشقیہ حکایات وغزلیات کا شغل کرے اگر یہ بھی مفید نہ ہو صحرا میں جا کر تازہ وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کرے جب فارغ ہو حضور قلب حاصل ہونے کے لیے دعا مانگے۔ اے عزیز حضور قلب ہی تمام سعادتوں کی اصل ہے۔

اگر سالک کوئی باا ثر افسوں و منتر جانتا ہے ہرگز کام میں نہ لائے اگر سانپ یا بچھو کا منتر ہے تو کسی مسلمان کی تکلیف رفع کرنے کے لیے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر جذام جیسی سخت بیماری میں مبتلا ہے تو شکر کرے کہ خدا نے لوگوں کو اس سے متنفر کر دیا اور فرصت و فراغت عنایت کر کے اپنی ہی طرف کر لیا تم نے کلیب بمخاری کی حکایت سنی ہوگی کہ جب ان کو جذام ہوا جنگل میں جا پڑے حضرت جنید بغدادی نے رات کو اپنے مرید بھیجے کہ ان کا حال معلوم کریں۔ دیکھا تو وہ یہ مناجات کر رہے ہیں کہ خداوندا میرا نام کلیب ہے اور میرے جسم میں جذام ہے۔ طریقہ میرا فقر و فاقہ ہے تو میں اس حالت میں بھی جبریل سے کشتی لڑنے کو تیار ہوں۔

مرید بخیل بھی ہونا چاہئے تاکہ جو انوار و اسرار اس پر جلوہ گر ہوں ان کو ظاہر نہ کرے۔ اور حریص بھی ہو کہ ادراک معانی سے اس کا پیٹ نہ بھرے۔ جس قدر اس کو دیا جائے اسی قدر زیادہ طلب کرے۔ نیز سخی ہونا بھی ضروری ہے کہ جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ اس کے اندر رشک بھی ہو کہ جو کسی کو اپنے سے بہتر دیکھے تو چاہے کہ یہ بہتری اس کو بھی نصیب ہو۔ اس کو حسد نہیں کہتے کیونکہ حسد یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے اور یہ مذموم ہے۔

سالک میں سستی بھی ہو کہ جب گوشہ میں بیٹھے تو جلدی سے اٹھ کھڑا نہ ہو اس قسم

کی ہستی کو ام السعادات کہتے ہیں۔ ولیمہ وغیرہ کے متعلق جو رسومات لوگوں میں مروج ہیں سالک ان کا پابند نہ رہے اور عوام الناس کی طرح اپنی کسی مصیبت کا اظہار نہ کیا کرے نہ صلہ رحم یعنی رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے میں اتنا مشغول ہو کہ اپنے مقصود سے باز رہے۔ کسی شخص کی نسبت سالک یہ نہ کہے کہ فلاں میرا دوست اور فلاں میرا دشمن ہے کیونکہ جو لوگوں میں اس کی تعریف کر کے ان کو اس کا مرید و معتقد بناتا ہے اس کو یہ دوست سمجھتا ہے ممکن ہے کہ قضیہ اس کے برعکس ہو۔

لہٰذا طالب کو دوست و دشمن دونوں سے بیگانہ ہونا چاہیے۔

میں نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے یا تو خود میرا تجربہ ہے یا میرے بزرگان کا اگر میں فقط اپنے ہی مشاہدات پورے پورے بیان کرتا تو کتاب بہت طویل ہو جاتی۔

جب سالک کے پاس کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت پیدا ہو تو اس فتنہ سے بچنے کے لیے اس کو بے ہودہ وضع اختیار کرنی نہیں چاہئے۔ بس اتنا کرے کہ لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جس طرح سے رہتا ہے رہا کرے۔ جب خلوت میں بیٹھے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعا کرے اور یہ سمجھے کہ قبول خلق قبول حق ہے۔ قبول حق کی علامت یہ خود اپنے اندر دیکھتا ہو گا ہم کو اس کی خبر نہیں ہم تو باعتبار ظاہر کہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کی آزمائش کو نعمت سمجھ لے کسی کا قول ہے کہ اِنِیْ اُرِیْدُ اِقْبَالَ الْخَلْقِ اِلَیَّ (یعنی میں لوگوں کو اپنی طرف رجوع ہونا چاہتا ہوں) میں نہیں جانتا کہ یہ شخص کون ہے کوئی عارف ہے یا مجتی ہے۔ ایسی باتوں کو سن کر جب سالک سے متیھوں کی سی کوشش نہیں ہو سکتی تو ابتدا ہی میں سجادہ پر بیٹھ کر شیخ الوقت بن جاتا ہے حالانکہ یہ اس کی بالکل مکاری و دغابازی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ایسے لوگ اکثر باتیں بناتے ہیں کہ ہم تو کچھ بھی نہیں جانتے ہم کو کچھ خبر نہیں وغیرہ وغیرہ اس قسم کی باتیں بھی لوگوں کے پھانسنے کا ایک بڑا سبب ہیں تم نے یہ بیت سنی ہوگی۔

خود را بزبان خود ستودن

رسوائی رسوائی رسوائی

خودرا بزبان خود شکستن
رعنائی رعنائی رعنائی

طالب صلاح واصلاح کا سبب بنے نہ فساد وافساد کا۔ اگر طالب ومرید فساد پیدا کرنے کی باتیں کرے گا تو وہ طالب ومرید نہیں ہے۔ طالب نام ونسب پر فخر نہیں کرتا غلام وآزاد کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ مرد منتہی کی صحبت سے اگرچہ طالب کو فائدہ پہنچتا ہے مگر جب وہ اپنے احوال ومعارف بیان کرے گا تو اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ انوار واسرار کے متعلق سنا اس کے لیے ممنوع ہے۔ ہاں جب سالک مقام ارشاد وتلقین میں بیٹھ جائے تو ممنوع نہیں ہے۔

طالب مسلمان ہے اور ایمان رکھتا ہے۔ ایمان کے دو رکن ہیں ایک اقرار اور دوسرا تصدیق۔ اقرار اس بات کا کہ خداوند تعالیٰ موصوف بصفات کمال ہے اور جو اس کو تلاش کرتا ہے پالیتا ہے۔ اور تصدیق اس بات کی کہ جب سالک پیر کی تعلیم اور تمام شرائط کے ساتھ اس کو تلاش کرے گا تو اس تک پہنچ جائے گا بعض علماء اس بات کے منکر ہیں کیونکہ علماء ظواہر کو باطن کی خبر نہیں۔ کہتے ہیں دیدار سب سے بڑی نعمت ہے اس کے لیے سب سے بہتر مکان ہونا چاہیے۔ علماء کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ رویت کے لیے ایسی مسافت شرط ہے جو نہ بعد بعید ہو نہ قرب قریب اور ذات حق میں ایسا ہونا مقصود نہیں کیونکہ باری تعالیٰ سمت وجہت وغیرہ سے منزہ ہے۔ ہاں ہم بھی ان سب باتوں کو مانتے ہیں مگر یہ جب ہے کہ جب ان آنکھوں سے دیکھا جائے۔ ہم جس جگہ کی بات کہہ رہے ہیں وہاں نہ مکان ہے نہ مسافت نہ دیکھنے والا نہ دکھائی دینے ولاا۔ دونوں ایک ہیں اے مولوی صاحب اے عالم صاحب اے مفتی ومتقی وزاہد صاحب س بات کا اگر آپ کو راز معلوم کرنا ہے تو وہ یہی ہے جو میں نے بیان کیا۔ اور نہیں تو یہ بیت سنتے جاؤ۔

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گرید برو
ترا سعادت باد امرا نگو نساری

مشکل یہ ہے کہ یہ علماء حقیقت سے خبر نہیں رکھتے۔ خواہ مخواہ طالبوں کے مزاحم

ہوتے اور کہتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الطَّرِیْقُ مَسْدُودٌ وَالْوُصُولُ اِلَی اللّٰہِ غَیْرُ مَوْجُوْدٍ وَالسَّئوالُ عَنْہُ مَرْدُوْدٌ وَالْقَالُ مِنْہُ مَذْمُوْمٌ غَیْرُ مَمْدُوْح (یعنی راستہ بند ہے خدا تک پہنچنا ممکن نہیں۔ ایسی بات کا سوال کرنا مردود اور اس کی گفتگو کرنا بری ہے اچھی نہیں) یہ باتیں رہزنوں کی ہیں جو طالبوں کے دوست بن کر ان کی راہ ماری کرتے ہیں۔ مگر جو طالب اپنی طلب پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے وہ ہرگز باز نہیں آتا۔

یا در اندازیم سر یا بدست آریم سر
یا بکام دشمناں گردیم یا سلطاں شویم

مرید علم تصوف کی وہ کتابیں نہ پڑھے جن میں حقائق ومعارف کا بیان ہے جیسے فصوص الحکم تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی' وغیرہ کیونکہ ان کتابوں کو پڑھ کر مرید کے سر میں یہ سودا سمائے گا کہ میں بھی کامل ہوگیا۔ ہاں اگر منہاج العابدین تذکرہ الاولیاء۔ (سیر الاولیاء' مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت' عوارف' فوائد الفواد حکمتہ الاشراق جواح الکلم) امرصاد العباد وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کیا کرے تو بہت اچھا ہے۔ کیونکہ ان کے دیکھنے سے شوق وطلب میں ترقی وزیادتی پیدا ہوتی ہے۔ جب تک سالک سلوک میں کمال کو نہ پہنچے سلوک میں کتاب تصنیف کرنی اس کو جائز نہیں ہے اس لیے کہ بعض باتوں کو بغیر سمجھے سمجھا ہوا خیال کرے خلاف حقیقت لکھ دے گا اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ وعظ ونصیحت بھی نہ کرے کیونکہ ہنوز اس کا علم کامل نہیں ہوا۔ نیز اگر اس نے اثناء کلام میں بعض اسرار کو ظاہر کر دیا تو لوگ اس کو ملحد وزندیق کہیں گے یا سنگسار کر دیا جائے گا۔ اگر یہ عالم ہے اور علم ظاہر کے موافق وعظ کہے تو اس کو اہل حقیقت کا لباس نہ پہننا چاہئے۔ جو کچھ بیان کرے اپنے علم اور اپنی حالت کے موافق بیان کرے۔ کیونکہ اپنے علم سے آگے بیان کرنا تنزل کا موجب ہے۔

مرید کو لائق نہیں کہ پیر کو خدا سمجھے یا خدا اور پیر کو ایک جانے۔ پیر کے سامنے سماع میں وجد ورقص نہ کرے اور جو بزرگان پیر کے ہم پلہ ومرتبہ ہیں یا پیر کے دوست واقرباء ہیں ان کے ساتھ بھی پیر ہی کے سے آداب ملحوظ رکھے۔

مرید ہمیشہ مضطرب و مجتہد ہے اگر اس کے اندر قرار و سکون بھی پیدا ہو تو انتہا و رنج و غم سے ہونا چاہیے۔ زیادہ باتیں نہ کیا کرے۔ اکثر اوقات خاموش رہے۔ رنج و غم اور شادی و خوشی میں کسی کا ساتھ نہ دے نہ بد زبانی و بے ہودہ گوئی کرے۔ تلاوت قرآن شریف میں بھی اتنا وقت صرف نہ کرے کہ حضور و مراقبہ فوت ہو جائے مگر جب کہ تلاوت یا مراقبہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ ذکر و مراقبہ کو ایک ساتھ جمع کرنا بہت بڑا شغل ہے۔ جو ذکر سوز سے خالی ہے اور جس سوز میں حضور و طلب نہیں وہ بیکار ہے۔ اگر مرید اتفاقاً ابدالوں کی تعلیم و تربیت میں جا پہنچے تو یہ بات یاد رکھے کہ ابدالوں کی ایک خاص تعلیم ہے کہ وہ طالب کو اول ایک شربت پلاتے ہیں جس میں کچھ سکر و سرور ہوتا ہے یہ شربت طالب کے اندر بے انتہا ذوق و شوق پیدا کر دیتا ہے۔ اس شربت کی حقیقت یہ ہے کہ کوہ قاف کی پرلی طرف چند درخت ہیں جن میں ہر سال چند گنتی کے پھل لگتے ہیں ہر درخت میں سات یا آٹھ پھل سے زائد نہیں ہوتے صورت ان کی کمرک سے مشابہ ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ کمرک میں گوشے ہوتے ہیں اور ان میں گوشے نہیں ہوتے کسی کا شیرہ سرخ اور کسی کا سفید۔ کسی کا بادنجانی اور کسی کا زعفرانی ہوتا ہے۔ جس کا رنگ زعفرانی ہے اس کو کمنہ کہتے ہیں کمنہ کے معنی جھاڑوں کے ہیں کیونکہ اس کے پینے سے تمام اخلاق ذمیمہ مثل بغض و حسد' حرص و بخل و شہوت وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ ہر رنگ کے پھل کی جداگانہ خاصیت ہے۔ جس طرح وہ مناسب سمجھتے ہیں طالب کو استعمال کراتے ہیں طالب بھی اس بات میں ان کی اطاعت کرے مگر جب وہ کسی امر نامشروع کا حکم دیں اس کو نہ مانے مثلاً کبھی کبھی وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ طالب کے ایک لنگوٹہ باندھ کر کالا منہ کر کے سر پر شراب کا مٹکا رکھ کر شہر میں لئے پھرتے ہیں اور کچھ شراب اس کے منہ اور داڑھی پر بھی مل دیتے ہیں تاکہ خوب مکھیاں بھنکیں۔ ان باتوں میں ان کی اطاعت نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ ان کا حکم نہ ماننے سے محروم ہو جائے گا۔ تقدیر میں اس کا جو کچھ حصہ ان کے پاس ہے وہ اس کے دینے پر مجبور ہیں۔

کہتے ہیں کہ پانی پر چلنا تنکوں اور پتوں کا کام ہے۔ ہوا پر اڑنا مکھی مچھر کا کام ہے۔

آدمی کا کام یہ ہے کہ دل ہاتھ میں لے دل ہاتھ میں لینے کے دو معنی ہیں ایک وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہیں کہ کسی کا کام کر کے اس کا دل خوش کرے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ دل کو اس طرح پہچانے جیسا کہ چاہیئے۔ اسی مضمون کی طرف حضرت اویس قرنی نے حضرت عمر سے گفتگو کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ عَلَیْكَ بِفْظِ الْقَلْبِ (یعنی دل کی حفاظت لازمی جانو) پہلے معنی مبتدی کے لیے ہیں اور دوسرے منتہی کے لیے۔

مرید اپنی زینت و آرائش میں کوشش نہ کرے نہ ذلت وحقارت یا شہرت کا لباس پہنے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِیَّاكَ وَاللِّبَاسَ الْمَحْقُوْرَةَ وَالْمَشْهُوْرَةَ یعنی حقارت وشہرت کا لباس نہ پہنو۔ کیونکہ حقارت کا لباس پہننے سے بھی شہرت ہوتی ہے۔ اگر طالب کسی کا غلام ہے ہر وقت حضور قلب کا اہتمام رکھے۔ رات کا وقت غنیمت جانے کیونکہ رات کو آقا کے کام سے فرصت ہوتی ہے لہٰذا خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ صوفیوں سے جو کام رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں ہوتا ذکر و مراقبہ رات ہی کے وقت جب کہ لوگ سوتے ہوں بہتر ہے۔ غلام کے لیے یہ بات بھی اچھی ہے کہ اس کو نہ روٹی کا فکر ہے نہ کپڑے کا نہ اس پر حج فرض نہ زکوۃ یہاں تک کہ حدود شرعیہ بھی اس پر نصف ہیں۔ قیامت کے روز بہت سے غلام اپنے آقاؤں سے پہلے نجات پائیں گے۔ اگر آقا غلام کو خلاف شرع حکم دے قبول نہ کرے لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَتِ الْخَالِقِ یعنی خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں ہے۔

اگر آقا اپنے غلام سے چکی پسوائے تو ذکر کرتا رہے اور چکی پیستا جائے وہ پسنہاریاں بھی چکی پینے میں کچھ گایا کرتی ہیں اگر آقا اس کے سر پر بھاری بوجھ رکھ کر کہے کہ فلاں جگہ پہنچا دے تو یہ ہر قدم پر اللہ اللہ کہتا چلا جائے بوجھ ہلکا معلوم ہوگا اور دل خدا کی یاد میں رہے گا۔ اس حالت میں ذکر کی حرارت بہت فائدہ پہنچاتی ہے اگر تمام حواس بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو عجیب وغریب اثر دیکھے۔ اس طرح سماع سے فارغ ہو کر آنکھیں بند کر کے سانس اندر کھینچ لے بالکل باہر نہ نکلنے دے اور حضور دل کو قائم رکھے بہت راحت پائے۔ اگر تم کچھ تھوڑا بہت کام کر چکے ہو تو یہ بات تم پر بخوبی روشن ہوگی۔ کم

سے کم راحت یہ ہے کہ اپنے دل کو کشادہ پاؤ گے اور یہ کشادگی ایسی ہے جس کا بیان کرنا ممکن نہیں جاننے والے ہی جانتے ہیں۔ اگر دھونے کی دقت سے بچنے کے لیے نیلگوں یا سیاہ کپڑے پہنے تو حرج نہیں ہے۔

ایک صوفی نے چمڑے کا لباس بنایا تھا کسی نے پوچھا کہ آپ کپڑا کیوں نہیں پہنتے فرمایا اس کے دھونے کی مجھ کو فرصت نہیں ہے۔ طالب دیوار یا درخت کا تکیہ نہ لگائے کیونکہ یہ کاہلوں کا کام ہے اگر ظفر تکیہ پاس رکھے بہتر ہے۔

جب کسی ایسے عالم وفاضل کو جو اجتہاد کے درجہ میں پہنچ گیا ہو خداوند تعالیٰ اپنے مخصوصان میں شامل کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں شوق ارادت القا کرتا ہے تعجب کی یہ بات سنو کہ یہ عالم باوجود اپنے علم وفضل کے جہل مرکب ہوتا ہے کیونکہ اس نے اگرچہ اپنی تمام عمر علم کی تحصیل واشاعت میں صرف کی ہے اور وہی کام کئے ہیں جو انبیاء کی بعثت سے مقصود تھے مگر حقیقت کو نہیں پہنچا نہ مقصود کو مشاہدہ کیا۔ وساوس وخطرات اور دل کی پریشانی میں تمام عمر خرچ کر دی اسی کو اپنا کام سمجھ لیا اور دین اسلام تصور کیا۔ الغرض جب ایسے شخص کے دل میں شوق ارادت پیدا ہو لازم ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا پڑھا ہے سب سے منہ پھیرے اور دل سے بھولا دے ساری عمر کے ذخیرے کو طوفان نوح میں غرق کرے معمولی جاہلوں کی طرح بن جائے بلکہ اپنے تئیں ایسا تصور کرے کہ جیسے کسی کافر کو ابھی دارالحرب سے لا کر مسلمان کیا ہے اور اپنے پیر کی نسبت یوں سمجھے کہ جیسے حضور ﷺ کو جبرئیل منجانب اللہ ہر ایک بات کی خبر دیتے تھے اسی طرح اس کے پیر کو الہام ہوتا ہے۔ حضرت شبلی اور ایک مولوی کی حکایت تم نے سنی ہو گی بہت کتابوں میں لکھی ہے۔

جو خطرات وخیالات علمی مسائل کے متعلق اس کے دل میں فتور کریں فوراً ان کو دفع کر دے کیونکہ سلوک ایک نرالا کام ہے جس کے اندرون بے ہودہ خیالات سے بہت بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے بلکہ روئے مقصود کا حجاب ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ یہ خیالات بھی تو قال اللہ اور قال رسول اللہ ہی کے متعلق ہیں پھر

ان سے کیا حرج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کام یعنی سلوک دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس عالم سے جس نے آج ہی سلوک میں قدم رکھا ہے اور اس شربت کا صرف ایک ہی قطرہ اس کے حلق میں ٹپکا ہے دریافت کریں کہ تم نے اپنے علم واجتہاد کو چھوڑ کر کونسا فائدہ حاصل کیا تو یہ عالم جواب دے گا کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوں کہ سائل کہے گا کہ کیا پہلے تم مسلمان نہ تھے عالم جواب دے گا کہ ہاں پہلے میں بحسب صورت مسلمان تھا اور اب بحسب معنی مسلمان ہوا ہوں۔ مغز و پوست میں جو فرق ہے وہی علم ظاہرہ علم باطن میں ہے۔ حضرت صہیب وسلمان اور ہلال وبلال رضی اللہ عنہم کی حضرت ابوبکر کے ساتھ حکایت تم نے سنی ہوگی۔ اگرچہ حضرت ابوبکر بالاتفاق تمام اصحاب واولیاء سے افضل ہیں مگر باوجود اس کے صہیب وبلال ایک ایسی بات پر اطلاع رکھتے تھے جہاں ابوبکر وعمر کا گذر نہیں۔ اس بات سے تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ابوبکر وعمر سے صہیب وبلال وغیرہ کو افضل کہہ رہا ہوں نہیں بلکہ ابوبکر وعمر بہت سی ایسی باتوں سے باخبر تھے جن کی صہیب وبلال کو خبر نہیں۔ غرضیکہ عالم اپنے علم سے بالکل برطرف ہو جائے اگر کسی وقت کتاب دیکھنے کو دل بہت ہی بے چین ہو تو حدیث وتفسیر کی کتاب دیکھ لے معقولات ومعنی وغیرہ سے بالکل احتیاط رکھے۔

اگر طالب کے دل میں اباحت والحاد کا وسوسہ پیدا ہو اسی وقت اس کو دور کر لے اس طرح اپنے آپ کو کامل سمجھنے سے بھی باز رہے لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ یہاں ایک اور بھی آفت ہے وہ یہ کہ جب سالک اپنے آپ کو کامیاب اور تمام لذتوں کو مہیا پاتا ہے تو پھر اس کو اس کی شرم نہیں رہتی بے باکی وشوخی اس کا شیوہ ہو جاتی ہے۔ اس غرقاب سے نجات بجز فضل پروردگار کے ممکن نہیں۔ اس مقام پر لغزشتوں کی تفصیل اس مختصر پہلو میں گنجائش نہیں رکھتی۔

اگر طالب علم کے دل میں شوق سلوک پیدا ہو تو دو کاموں کے ایک ساتھ کرنے سے پریشانی پیدا ہوتی ہے لہذا مناسب ہے کہ جس وقت مدرسہ میں جائے لکھنے پڑھنے میں مصروف رہے اور جب گھر میں آئے کتاب طاق میں رکھ کر پیر نے جو مراقبہ بتایا ہے اس

میں مشغول ہو۔ اگر پیر نہیں رکھتا حضور ﷺ کی مبارک صورت کے تصور میں مشغول ہو اگر چند روز ایسا کرے گا تمام خطرات دور ہو کر حضور کے جمال باکمال سے مشرف ہوگا اگر یہ طالب علم اپنی کند ذہنی اور حقائق علمی کے سمجھ میں نہ آنے سے گھبراتا ہے تو اس کام کے طفیل اس کے قلب میں وہ نور اور جلا پیدا ہوگی اور ایسے معارف ونکات بیان کرنے لگے گا کہ مجتہدان وقت بھی اس پر رشک کریں گے۔ اگر حضور ﷺ سے اس کی توجہ درست ہوگئی تو خود حضور کی زبان مبارک سے یہ بلاواسطہ وہ حقائق سنے گا اور وہ علوم اور حکم اس کو حاصل ہوں گے جن میں طوفان نوح سے بھی خلل نہیں پڑتا۔

میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ اگر اجتہاد الہام کے ساتھ ہوتا تو بہت اچھا ہوتا اور خطا واقع نہ ہوتی۔ اب صورت موجودہ میں خود مجتہد یہ کہتے ہیں کہ **اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ** یعنی مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی۔ بعض اوقات مجتہد ایک مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرتا ہے اس پر طرفہ یہ کہ یہ رجوع بھی خطا وصواب سے خالی نہیں ہوتا۔ اکثر علما نے سلوک اختیار کیا ہے اور صاحب انوار وکرامات ہوئے ہیں اور کشف حقیقت بھی نصیب ہوا مگر یہ بات بہت مشکل ہے کہ سب کاموں کو چھوڑ کر ایک کام کے پیچھے پڑ جائے۔

طالب کو کتابیں دیکھنے اور جمع کرنے کا شوق نہ ہونا چاہیے نہ بحث مباحثہ کیا کرے نہ اپنی بات پر اڑ جائے بلکہ مقابل کے کلام کی حرمت کرے اور بظاہر یہ کہہ کر آپ سچ فرماتے ہیں ٹال دے۔ جب کبھی گفتگو میں بحث کا موقعہ آجائے خدا سے پناہ مانگے تاکہ غصہ نہ پیدا ہو اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھ کر دعا کرے کہ مقابل اس کی حق بات کو قبول کرلے۔ جس قدر خود نمائی وخود کلامی مباحثہ میں ہوتی ہے کسی کام میں نہیں ہوتی۔ اگر مجبورا مباحثہ میں پھنس جائے خود سوال میں پیش دستی نہ کرے۔ اگر مباحثہ استفسار واستفادہ کے طور پر ہے تو سوال میں بھی حرج نہیں مگر استفسار اور چیز ہے اور مباحثہ اور چیز۔ اگر مباحثہ کی نیت ہو تو وہ استفسار نہیں رہتا۔

طالب علم نجوم وغیرہ کا شغل نہ رکھے اگر کوئی کہے کہ فلاں بزرگ کے سامنے تقویم

رہتی تھی اور سیاروں کی حرکات کا حساب کیا کرتے تھے جواب دے کر ان کو مکاشفہ سے یہ علم حاصل ہوا ہو گا اور تقویم سے وہ اپنے علم کا مقابلہ کرتے ہوں گے۔

طالب اگر قدرے علم طب سے واقف ہو تو بہتر ہے کیونکہ طالب کو اپنی صحت کا بہت اہتمام کرنا چاہئے ہرگز ایسی چیزوں کا استعمال نہ کرے جو اس کے لیے مضر ہیں اور اس بات کا وقوف علم طب حاصل کرنے پر موقوف ہے۔ کہتے ہیں کہ بیماری میں اگر طالب سے اور ادو وظائف فوت ہو جائیں تو ان کا ثواب اس کے لیے لکھا جاتا ہے ہاں یہی بات ہے مگر جس کو عبادت کا ذوق آگیا ہے وہ بیماری میں بھی اس ثواب پر بھروسہ کر کے عبات موقوف نہیں کرتا چنانچہ ابراہیم خواص اور عمرو بکار کی حکایت تم نے سنی ہوگی۔

شعبہ گوئی اور قوانین شاعری کی نگہداشت میں اپنا وقت نہ کھوئے اگر بغیر غور و فکر کے اپنے ذوق وشوق میں فی البدیہہ شعر کہے تو کچھ حرج نہیں مگر اس کام کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔ اسی طرح نثاری میں بھی غلو نہ کرے۔

اگر اہل وعیال کی خاطر تجارت کرتا ہے تو کرے مگر لین دین کے قصوں میں دیگر تاجروں کی طرح دل کو نہ پھنسائے اس قسم کی تشویش سے دل مکدر اور سیاہ ہو جاتا ہے اگر اس کے پاس عیب دار چیز ہے تو اس کے عیب کو چھپا کر اس کی خوبی نہ بیان کرے بلکہ عیب کو ظاہر کر دے اگر ایسا نہ کرے گا تو خائن کہلائے گا۔ اس طرح خریداری کے وقت کسی چیز کا عیب ظاہر کر کے اس کی خوبی کو نہ چھپائے۔ اگر سفر کرے تو ورد و وظائف کو ناغہ ہونے دے۔ اگر راہ روی میں فرصت نہ ہو تو قافلہ سے آگے بڑھ کر ٹھہر جائے اور اپنا وظیفہ پورا کرے۔ اگر جاگنا ہو تو مال کی حفاظت کا خیال نہ کرے بلکہ اپنے کام کی نیت کرے پھر اس کے سبب سے مال کی بھی حفاظت ہو تو حرج نہیں ہے۔ اگر سواری پر سوار ہے تو وظائف کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔ جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہے کھانے پینے میں کمی کئے جائے۔ دوستوں سے زیادہ باتیں نہ کیا کرے ہاں اگر ان کے خوش کرنے کو دو چار باتیں کرے تو مضائقہ نہیں۔ فرض روزے کسی حال میں قضا نہ کرے نفل کا اختیار ہے ہو سکے رکھے ورنہ افطار کرے اور افطار کرنے میں بھی قلت طعام پر نظر رکھے

پانی بھی کم پیئے اور یہ کوشش نہ کرے کہ زیادہ راستہ طے ہو اور ہاتھ پیروں میں درد ہو جائے جس کام سے تشویش پیدا ہو اس کے قریب نہ جائے۔ اگر اسباب زیادہ ہو تو خود اس کے اٹھانے اور منزل پر پہنچانے کی تکلیف نہ اٹھائے نوکر چاکر ساتھ رکھے۔ جن مسائل میں اختلاف ہے ان سے پرہیز کرے۔ زکوۃ کے متعلق جو حیلے لوگوں نے نکال رکھے ہیں ان کو غلط تصور کرے۔ نیز جس نے ام ولد کی بیع جائز سمجھی ہے اس کو بھی خطا اجتہادی جانے۔

سفر میں بعض باتیں نہایت مفید ہوتی ہیں مثلاً بھوک بہت لگتی ہے اس کو غنیمت سمجھے۔ طالب علم کے لیے سب سے بڑا مجاہدہ بھی ہے کہ جو بات دیگر طالب علموں سے سنے اس کو اپنے اوپر نہ لے جائے۔ کسی کتاب کے حفظ کرنے میں نہ مشغول ہو لکھنے میں اعلی درجہ کی خوشخطی نہ حاصل کرے۔ چابک سواری اور نیزہ بازی وغیرہ فنون جنگ کی تحصیل میں زیادہ وقت ضائع نہ کرے۔ کھانا لذیذ ہو یا بدمزہ اتنا کھائے کہ کام چلتا رہے۔ اگر کھانا دیر ہضم یا نفاخ ہو بہت تھوڑا کھائے۔ جس قدر سالن زیادہ کھائے روٹی کمتی کھائے۔ اگر گھی کھائے تو اس کے حساب سے روٹی کم کر دے۔

طالب کے اندر خود داری کی عزت ہونی چاہیے۔ تکبر و نخوت' تواضع ہو نہ ذلت تقلیل آب وطعام ہو نہ ضعف۔ شب بیداری نہ ہو سستی راستہ اتنے چلے جس سے تکان نہیں باتیں اتنی کرے جن سے منہ میں خشکی اور تلخی پیدا نہ ہو۔ اگر تواریخ وقصص کا علم رکھتا ہے تو ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ راستہ چلنے میں اس کی نظر زمین پر اور لیٹنے میں آسمان پر اور بیٹھنے میں سینہ پر ہونی چاہیے۔

اگر کشف ارواح حاصل ہے تو انہیں کی ملاقات میں وقت ضائع نہ کرے۔ اگر حضرت خضر یا ابدال واوتاد سے ملاقات ہو تو اسی کو مقصود نہ سمجھ لے کیونکہ یہ لوگ صرف خوشخبری دینے والے ہیں۔ کبھی کبھی ارشاد تعلیم ہی کرتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی ایسا فائدہ پہنچے جو مقصود سے تعلق نہیں رکھتا تو وہ کسی شمار میں نہیں ہے۔ اگر طالب جہاد میں جائے تو یہ نیت رکھے کہ اگر میں قتل ہو گیا تو شہید ہوں گا ورنہ کفاروں کے قتل

کرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ کا مجھ کو ثواب ملے گا کیونکہ اس کا مقصود ان سے بالاتر ہے۔ اگر طالب لشکری آدمی ہے اور اسی نوکری کے ذریعہ سے روٹی کھاتا ہے تو کھانے کے وقت یہ خیال کرے کہ یہ روٹی اس غرض سے کھائی ہے کہ بدن میں طاقت پیدا ہو اور طاقت بغیر کھانے کے ممکن نہیں۔ پھر جب جہاد میں جائے تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن میں در آئے دل خدا کی طرف متوجہ کر کے خوب لڑے اور جس قدر کشت و خون اس کے ہاتھ سے ہو

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح۔ ١٠)

"ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (الانفال۔ ١٧)

"تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا"

کو پیش نظر رکھ کر سب کو خدا ہی کی طرف سے سمجھے اور جس قدر زخم یا تکلیف اس کو پہنچے اس کو اپنے معشوق کا ناز و غمزہ تصور کرے۔ اگر یہ مراقبہ کا حصہ بجا لائے گا شاہد مقصود کا بہت جلد مشاہدہ کرے گا۔ اور یہ مشاہدہ وہمی یا تصوری نہیں ہوتا بلکہ شہودی اور وجودی ہوتا ہے۔

اگر مال غنیمت ہاتھ آئے حرص و طمع کے ساتھ دست درازی نہ کرے تقسیم کے وقت حکم شرع کے موافق اپنا حصہ لے لے۔ اگر مسلمان باہم لڑنے لگیں ہرگز شریک نہ ہو اگر بغیر لڑے چارہ نہ ہو آنکھیں بند کر کے تلوار مارے امید ہے کہ اسی پر تلوار پڑے گی جو ناحق پر ہوگا۔ حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ سے اسی طرح منقول ہے کسی مسلمان کے مال پر دست درازی نہ کرے اگرچہ وہ مسلمان خارجی یا باغی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر سواری کا گھوڑا ساتھ ہو اس پر زیادہ بوجھ نہ لادے۔ اگر زخمی ہو کر گرے اور وقت آخر ہوتا معلوم ہو تو یہ نہ سمجھے کہ میں شمشیر یا برچھے و تیر سے مارا گیا ہوں بلکہ یہ سمجھے کہ اس کی نگاہ کرم کا مقتول ہوں۔ اگر درد فراق سے تنگ آ کر جہاد میں شہید ہوا تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی خدا پر اس کا ثواب ثابت ہو گیا۔ فوراً مقصود سے جا ملے گا۔ یہ نہ سمجھے کہ ملک الموت میری روح قبض کر رہا ہے اپنے خیال میں اپنی جان خدا

کے سپرد کرے۔

آلات حرب زرہ اور خود وغیرہ پہننے کے وقت مراقبہ کا دھیان رکھے اگر عین شاہد کا جلوہ نظر آئے جہاد میں جانے کی اسی سے اجازت چاہے اور حکم کے موافق عمل کرے۔ اگر ہنوز مراقبہ میں صرف تخیل وتصور ہی پیش نظر ہے تو پہلے جو خطرہ دل میں آئے اس پر کاربند ہو۔ اگر مراقبہ میں آواز آئے اسی پر عمل کرے۔

اگر جہاز میں سوار ہے اپنے مطلوب کا تصور گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان کرے۔ اگر پیادہ ہے تو مطلوب کو اپنے اوپر محیط تصور کرے۔ اے عزیز تم کو خبر نہیں کہ میں نے کیسے کیسے راستے اور طریقے تعلیم کر دیئے ہیں۔ خدا تم کو سمجھ دے کہ تم میرے بیان میں غور کرو۔ تلوار سیف اللہ ہے۔ تیر سہم اللہ ہے۔ نیزہ سنان اللہ ہے۔ ان سے جو کام نکلے وہ خدا کی طرف سے جانو۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا اسی پر عمل تھا۔

توکل اور مجاہدہ کے متعلق ہدایات

سالک یہ سمجھ کر نہ بیٹھ رہے کہ خدا میرے رزق کا ضامن ہے مجھ کو ضرور دے گا بلکہ سمجھے کہ جو کچھ میرے نصیب میں ہے مجھ کو ملے گا۔ میں کہتا ہوں مرید کو خیال کرنا چاہیے کہ خدا مجھ کو نہ روٹی دے گا نہ کپڑا میں بھوکا پیاسا ہی مرجاؤں گا۔ اور کسی سے اپنا حال ظاہر نہ کروں گا۔ ایسا سمجھنے کے بعد دیکھے کہ کیا حالت پیش آتی ہے یاد رکھو کہ جس نے ایسا کیا ہے اس کی یہ بات ضائع نہیں ہوئی مگر استقامت شرط ہے۔

اگر عیالدار ہے اور اس قدر آمدنی رکھتا ہے کہ بغیر اس کی کوشش کے کام چلا جائے تو سب چیزیں بال بچوں کے حوالے کر کے خود فراغت اس طرف متوجہ ہو اور ان سے باز پرس نہ کرے اگر وہ اس سے ملنے آئیں تو مروت سے پیش آئے اور جب کوئی چیز غیب سے اس کو ملے تو ان کو بھی اس میں شریک کرے۔ اگر بغیر اس کی مشقت کے ان کا گذر نہیں ہو سکتا تب یہ اپنے حرفہ یا نوکری میں سے کوئی وقت ایسی فرصت کا نکالے کہ فراغت مشغول ہو اگر ایسا وقت نہ ملے تو پھر وہ حرفہ و نوکری اس پر حرام ہے جب تک

اس کو ترک نہ کرے گا ارادت سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ اگر ایسا کرے تو بہت بہتر ہے کہ نماز چاشت سے ظہر کے وقت تک اپنا حرفہ کرے پھر عبادت میں مشغول ہو۔ اگر اہل وعیال نہیں رکھتا تب جو کچھ کمائے یاران طریقت میں صرف کر کے انہیں کے ساتھ گذارہ کرے یا لقمہ گدائی وہدیہ غیبی پر نظر رکھے۔ اگر بیت المال سے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ امداد مقرر کرائے تو اس شرط سے کہ دفتر میں نہ جائے نہ اہلکاروں کی خوشامد کر کے ذلیل ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بمصداق مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا اپنے تئیں مردہ تصور کرے۔ اور یہ سمجھ لے کہ اگر میں فی الحقیقت مرجاؤں تو اس وقت بیوی کیا کرے گی اور بچے کیا کھائیں گے۔ پھر بیوی کو بلا کر کہہ دے کہ میں تو مر گیا تجھ کو اختیار ہے یا تو بھوک پیاس میں میرا ساتھ دے ورنہ جو جی چاہے کر بچوں کی پرورش بھی جس طرح خدا چاہے گا ہو جائے گی یا نہ ہوگی بھوکے مرجائیں گے۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے۔ جب حضور ﷺ پر فقر وفاقہ کا غلبہ ہوا اور بیبیوں نے شکایت کی تو حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ ان سب سے کہہ دو اگر تم اسباب دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو اچھی طرح سے دلا کر رخصت کردوں اور اگر تم خدا و رسول کو چاہتی ہو تو خدا نے تمہارے لیے اجر عظیم رکھ چھوڑا ہے۔ بعض لوگوں نے ایسا بھی کیا ہے کہ زنبیل گردانی سے تھوڑے ٹکڑے حاصل کر کے بال بچوں کو کھلائے اور باقی تمام وقت عبادت میں صرف کیا۔ غرضیکہ یہ کام بغیر فراغت کے نہیں ہو سکتا لہٰذا تم کو ہر چیز سے فارغ ہونا چاہیے۔

ظاہری زینت و آرائش میں کوشش نہ کرے۔ اچھے کپڑے اور اچھا کھانا مریدوں کا کام نہیں ہے۔ بیویاں اور لونڈیاں بھی کثرت سے نہ رکھے۔ کسی کاغذ پر گواہی شاہدی نہ کرے نہ اس کام کے لیے حاکم کے پاس جائے۔ مال واسباب اور ترکہ ومیراث کے لیے دعوئی نہ کرے۔ مرید کو دل میں خدا سے عہد کرنا چاہیے کہ دنیا وآخرت میں کسی سے جھگڑا نہ کروں گا۔ اگر کوئی اس کا مال واسباب چھین لے تو بظاہر اگرچہ واویلا مچائے مگر دل سے اس کو بخش دے۔ اس راستہ میں اس کو مظلوم بننا چاہیے نہ ظالم حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد کیا ہے کہ یَا عَلِیُّ کُنْ مَظْلُوْمًا وَلَا تَکُنْ ظَالِمًا یعنی اے

علی مظلوم بنو۔ ظالم نہ بنو۔

اگر طالب مالدار ہے اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر کے صاحب زکوۃ نہ رہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح خدا ورسول ہی کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے باقی رکھے تو بہتر ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کچھ تھوڑا بہت ان کے لیے جھوڑ دے۔ ہرگز دل میں یہ خیال نہ لائے کہ میں دن کو کیا کھاؤں گا اور رات کو کیا کروں گا مرید کے سامنے جو کچھ آئے اسی کو غنیمت سمجھے۔ نہ آئندہ کا فکر نہ گذشتہ پر افسوس۔ اگر کبھی کسی خوبصورت پر نظر پڑے دوبارہ اس کو نہ دیکھے بلکہ اگر آنکھیں بند کر کے اس کے تصور میں مشغول ہو تو بہت بہتر ہے مگر اس تصور سے وہی شخص مستفید ہو سکتا ہے جو بجز حسن کے اور کچھ خیال نہیں رکھتا۔

چند پیشے ایسے ہیں کہ اگر سالک ان کو کیا کرے تو کچھ حرج نہیں ہے مثلاً سینے کا کام یعنی خیاطی اور زر دوزی وغیرہ۔ نور بانی یعنی جولاہے کا پیشہ بھی اگرچہ درزی کے قریب ہے۔ مگر اس کے لیے سامان واوزار بہت درکار ہیں جانوروں کے چرانے اور ہکانے کا کام بہت اچھا ہے خصوصاً بکریاں پالنے کا پیشہ بہت بابرکت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ یہ ایسا اچھا کام ہے کہ دن بھر جنگل میں رہنا اور شام کو گھر آجانا یہ عارفانہ زندگی ہے بوجھ اٹھانے یعنی حمالی کا پیشہ بھی عمدہ ہے مگر بوجھ اس قدر اٹھائے کہ تھک نہ جائے اور اپنے کام سے باز نہ رہے۔ غرضیکہ وہی پیشہ بہتر ہے جس میں یاد خدا سے غافل نہ ہو۔

کھانے پینے کا غم نہ کھائے جب بھوک لگے اپنے ذوق وشوق سے پیٹ بھرے اگرچہ بھوک کی حالت میں سوال بغیر الحاح کی اجازت ہے مگر میں سوختگان عشق کے معاملہ میں گفتگو کر رہا ہوں۔

قرض ہرگز نہ لے مگر جب بہت ہی سخت ضرورت ہو جس کی تین قسمیں ہیں ایک تو اپنی ذاتی ضرورت جس سے مجبور ہو جائے دوسری ضرورت مہمان کی خاطر تیسری صلہ رحم کی ضرورت۔ اپنی بھوک پیاس رفع کرنے کے لیے بھی قرض لے سکتا ہے۔ بھوک پیاس

کا وقت بہت غنیمت سمجھے کیونکہ جیسا قرب الٰہی اس وقت ہوتا ہے دوسرے کسی وقت میں نہیں ہوتا۔ اس لیے اکثر انبیاء و اولیاء نے گرسنگی اختیار کی ہے۔

فاقہ کو غنیمت جانے خصوصاً جو فاقہ کہ بضرورت پیش آئے۔ اگر باختیار خود فاقہ کرے وہ بھی تصفیہ و تجلیہ کا موجب ہے مگر کبھی فاقہ میں رعونت و خودبینی بھی ہو جاتی ہے میرے شیخ کا ارشاد ہے کہ باختیار خود طے کا روزہ رکھنا فاقہ ضروری سے بہتر ہے کیونکہ فرشتوں کی عبادت سے انسان کی عبادت افضل کہی گئی ہے اور فرشتوں کی عبادت ضروری ہے اور انسان کی اختیاری میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا بجا و درست ہے مگر میرے دل میں ایک خطرہ گذرا ہے ارشاد ہو تو عرض کروں۔ فرمایا کہو میں نے عرض کیا حضور نے ایک دفعہ ارشاد کیا تھا کہ راہ طلب و تصوف میں شکستگی و بیچارگی بڑا اثر رکھتی ہے تو یہ فاقہ ضروری ہے بدرجہ غایت حاصل ہے فرمایا ہاں تم نے خوب بات کہی اس اعتبار سے فاقہ ضروری ہے افضل ہے۔ فاقہ ضروری یا طے کے روزے میں سستی و ضعف لاحق ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کرے یہی نیت رکھے کہ اگر نفس ہلاک بھی نہ ہو جائے گا تو میں اس کو کھانا نہ دوں گا جب تک کہ خدا عنایت نہ فرمائے۔ فاقہ کی حالت میں کسی کے ہاں مہمان نہ جائے نہ کپڑے فروخت کرے اگرچہ صوفیوں نے اس کی اجازت دی ہے مگر میں اس کو خلاف عزم سمجھتا ہوں اگر سالک اس حالت میں مرجائے گا تو شہید مرے گا۔ اس موت کو وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ۔ ۱۹۵) "اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو" کا مصداق نہ سمجھو اس حالت میں مرنا بڑی دولت ہے۔

اندر رہ عشق ما اگر کشتہ شوی
شکر نہ بد کہ خونبہائے تو منم

حضور ﷺ نے جہاد نفس کو جہاد اکبر فرمایا ہے پھر کیا وجہ کہ جہاد اکبر میں جو شخص مارا جائے وہ شہید نہ ہو۔ آیہ وَلَا تُلْقُوْا میں عام لوگوں کے لیے رخصت ہے نہ خاص لوگوں کا عمل۔ تم نے یہ حکایت سنی ہوگی کہ ایک شخص پہاڑ پر کھڑا تھا کسی سے دریافت کیا کہ یہ آسمان کس نے بنایا ہے اس نے کہا خدا نے کہا اور یہ زمین کس نے بنائی ہے کہا خدا

نے کہا اور یہ پہاڑ درخت کس نے بنائے ہیں کہا خدا نے اس نے کہا اوہو خدا کی بہت بڑی شان ہے اور یہ کہتے ہی پہاڑ سے نیچے گر پڑا۔ عوارف میں یہ حکایت ان لوگوں کی تعریف میں لکھی ہے جنہوں نے راہ خدا میں جان دی ہے۔

طالب ہمیشہ خلوت پسند رہے اور ان دو کاموں کے سوا کوئی کام نہ کرے یا دوست میں مشغول ہو یا دوست کی یاد میں اگر ان دونوں کے سوا اور کوئی کام کرے گا تو پھل نہ پائے گا۔

اخلاق اور مجاہدہ کے متعلق ہدایات

سالک کے لیے ضروری ہے کہ ہزلیات اور ہنسی مذاق سے پرہیز کرے قہقہہ مار کر نہ ہنسے۔ فحش باتیں نہ کرے۔ امرد و عورت پر نظر نہ ڈالے اگر بلا قصد پڑ جائے تو استغفار و توبہ کرے اور یہ سمجھے کہ حسین عورت کو دیکھنا شہوت خفیہ سے خالی نہیں ہے۔ عوام الناس کی رسوم کا پابند نہ بنے بلکہ ان سے نفرت کرے۔ لوگ جو کہتے ہیں کہ مرید اس وقت پورا مرید ہوتا ہے جب اس کے بائیں ہاتھ کا فرشتہ تیس برس تک کوئی بدی نہ لکھے۔ یہ بالکل سچ ہے ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مرید دریائے ارادت میں غرق ہوتا ہے اس کو فرشتہ کے لکھنے یا نہ لکھنے کی پروا نہیں۔ جب تک مرید تصور سے مقصود کو بالکل متصور نہیں دیکھ لیتا اس کو پوری لذت حاصل نہیں ہوتی نہ راستہ کھلتا ہے اور جہاں یہ لذت حاصل ہوئی پھر تو ایسا اس کے پیچھے پڑتا ہے کہ مطلق شعور نہیں رہتا اکثر متقدمین نے حضوری میں ایسا ہی غلبہ کیا ہے۔ پھر یہ تصور اس کمال کو پہنچتا ہے کہ کَاَنَّہٗ ھُوَ بن جاتا ہے جیسا کہ صاحب تصرف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

نفس پر جو کام دشوار ہو اس کو مرید اختیار کرے۔ اگر ذکر و مراقبہ سے کشودگی پیدا ہو تو ان کو زیادہ کرے اور خیال کی یکسوئی کے لیے ہرگز ہر نشہ کی چیزوں کا استعمال نہ کرے جہاں تک طاقت ہو خدا کے ساتھ مشغول رہے خارجی اشیاء سے کچھ نہیں ہوتا۔

اگر نفس کسی چیز کی بہت خواہش کرے اور کسی طرح نہ مانے اگر وہ چیز مباح ہے تو

کچھ خواہش پوری کر دے تاکہ بغیر تشویش کے راستہ چلنا آسان ہو اور اگر وہ خواہش
ناشروع ہے تو چاہے جان چلی جائے مگر اس کو پورا نہ کرے۔ لوگ جس طرح بچھونا
بچھاتے اور لیٹ کر نیند کا انتظار کرتے ہیں مرید ایسا نہ کر دے کیونکہ یہ کام خدا ترسوں کا
نہیں ہے۔ کھانے میں چکنائی سے پرہیز نہ کرے بلکہ تھوڑی اور چکنی غذا کھائے تو بہتر
ہے۔ دماغ میں تری جسم میں طاقت پیدا ہوگی اور گھڑی گھڑی وضو کی ضرورت بھی نہ
ہوگی۔ پیٹ بھر کے حلوہ اور مٹھائیاں کھانا مریدوں کا کام نہیں ہے۔

خاندان کیرویہ کے لوگ تین چلوں میں جو احتیاط کہتے ہیں (جس کا بیان اعتکاف میں
گزر چکا ہے سالک ہمیشہ اس کا پابند رہے جب تو وہ مرید ہے ورنہ بوالہوس ہے۔ ریاح پیدا
کرنے والی اور دیر ہضم چیز سے پرہیز کرے۔ سالک کے لیے بڑی شرم کی بات ہے کہ
اس کو ہیضہ یا بدہضمی ہو۔

اگر ماں باپ یا دوست آشنا محنت و مجاہدہ سے منع کریں ان کی طرف التفات نہ کرے
اگر یہ سچی حالت رکھتا ہے تو وہ جو لوگ اس کو منع کرتے ہیں وہی اس کے معتقد ہو جائیں
گے۔ ان تمام باتوں سے میرا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح پیچھے نہ ہٹ جائے۔ اگر بھوک
کے مارے بے چین ہو کتے کے آگے ٹکڑا ڈال کر یاد خدا میں مشغول ہو۔ اگر کوئی خواہش
نفس کی پوری بھی کرے تو اس کے مقابلہ میں سخت سے سخت مجاہدہ اس کے اوپر ڈالے
اگر نفس اس کو قبول نہ کرے تو اس کی خواہش بھی پوری نہ کرے اور اس حیلہ سے
محفوظ رہے۔

اگر مرید بیوی رکھتا ہے ہر بار اپنی خواہش پوری نہ کرے یہاں تک کہ خواہش حد
سے بڑھ جائے اگر یہ شخص صاحب تجلی ہے تو اس ذوق وشوق میں اس پر زور کی تجلی
ہوگی۔ یہ ساری باتیں اپنے تجربہ سے کہی جا رہی ہیں۔

سالک کے نزدیک حجرہ کا گوشہ اور بازار یکساں ہونا چاہیے یعنی یاد حق میں دونوں جگہ
برابر مشغول رہے۔ دیکھو عاشقان مجاز ہر وقت اور ہر جگہ خیال معشوق میں مستغرق رہتے
ہیں پھر افسوس ہے کہ عاشقان حقیقت غافل رہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ سالک آزاد ہو یا کسی کا

غلام ہو ان دو باتوں میں جن کو میں بار بار کہہ چکا ہوں کوشش کرے ایک پاکیزہ نفسی اور دوسرے پوری توجہ ان کے بغیر کوئی عبادت کام نہیں دیتی۔

حضرت امام اعظم فرماتے ہیں عِلْمُنَا هٰذَا لَا يَصْلَحُ اِلَّا لِمَنْ خَرَّبَ دُكَّانَهٗ وَفَرَّ وَّاِخْوَانَهٗ وَطَلَّقَ نِسْوَانَهٗ یعنی یہ ہمارا علم اسی شخص کے لیے ٹھیک ہے جس نے اپنی دکان خراب کی ہو اور اپنے بھائیوں کو جدا کر دیا ہو اور اپنی بیویوں کو طلاق دی ہو جب علم ظاہر کی یہ حالت ہے تو پھر علم باطن کے لیے کس قدر تیاری کی ضرورت ہوگی۔

سالک کسی خانقاہ یا سرا میں کھانے کی خاطر سکونت کر کے خادمان خانقاہ کی تنگ وعار نہ اٹھائے اگر وہاں رہے بھی تو کھانے کے وقت ان کے سامنے نہ جایا کرے یا ایسا کرے کہ دن بھر قبرستان میں رہے اور شام کو خانقاہ کے کسی گوشہ میں رہا کرے اور بجز کار ضرور کے باہر نہ نکلے۔ مرید نہ زیادہ ترشی کھائے نہ شیرینی مرید کو اگر حرام کے ساتھ احتلام ہو تو اپنی توبہ پر اعتماد نہ کرے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ عارف کے لیے احتلام خدا کی ایک نعمت ہے یہ اور بات ہے۔ کسی کے دل کو خوش کرنا وغیرہ باتیں اگرچہ نیک کام اور بہت اچھے ہیں مگر سالک ان سب کو خار راہ تصور کرے کیونکہ ان کے اندر مشغول ہونے سے وہ اپنے اصلی مقصد سے محروم رہ جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ ان کاموں کی برکت سے اس پر کشور کار ہوگا میں مانتا ہوں کہ ہاں ہو سکتا ہے مگر طالب کی مثال ایسی ہے جیسے کسی ہاتھ میں قفل کنجی ہو اور وہ کنجی کو پھیر رہا ہو کہ کسی طرح قفل کھل جائے۔ اب دیکھ لے کہ ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہے ایک بات یہ ہے کہ محبوب کی یاد دل میں ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ خود محبوب دل میں ہو۔ تم نے سنا ہوگا کہ دو راستہ ہیں ایک راستہ نیک مردوں کا ہے اور وہ یہ کہ جس کام میں ثواب کی امید ہو اس کو بجالائے دوسرا راستہ طالبوں کا ہے جس کے سامنے اور کوئی راستہ وجود نہیں رکھتا۔ اگر ہزار برس نماز پڑھی اور حضوری نہ ہوئی تو بیکار ہے۔

سالک یہ بھی سمجھ لے کہ جو شخص علم غیب جانتا ہو یا لوگوں کے راز دل سے واقف ہو اس کو بہت سے قباحتوں کا سامنا ہوتا ہے مثلاً اس کو معلوم ہو گیا کہ برس روز کے بعد

اس پر ایک مصیبت آنے والی ہے تو اس کے صدمہ سے یہ آج ہی پریشان ہو گیا اگر یہ علم نہ ہوتا تو یہ پریشانی بھی نہ ہوتی۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں عذر یا مکر کی بات ہے اور یہ مطلع ہوا تو کیا فائدہ اگر اس نے اس کو نصیحت بھی کی تو وہ اس سے باز آنے والا نہیں۔ نیز ایسی باتوں کا علم ہونے سے بہت سی بری باتیں بھی سرزد ہوتی ہیں جو شخص اس کے پاس آئے یہ جان لیتا ہے کہ یہ شخص دل سے میرا معتقد ہے یا نہیں ہے پھر اسی قسم کا اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ اگر یہ علم اس کو نہ ہوتا تو سب کے ساتھ یکساں رہتا۔

کشف مغیبات کو لوگ بڑی نعمت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سخت زحمت ہیں۔ اگر یہ شخص اپنے کشف کے موافق عمل کرے گا لوگ اس کو پاگل و دیوانہ کہیں گے۔ قسم ہے خدا کی یہ علم بلاء بے درمان ہے اور جہل اس سے بہتر ہے۔

مرید خود کسی نام ولقب کے ساتھ اپنے آپ کو مشہور نہ کرے ہاں لوگ اگر اس کو کسی نام کے ساتھ مشہور کریں تو یہ معذور ہے جب سوتے سوتے آنکھ کھلے تو اپنے دل کی طرف غور کرے کہ کس خیال میں مبتلا ہے اور جس چیز کا خیال ہو اپنے آپ کو اسی کا طالب سمجھے یعنی اگر خدا کا خیال ہے تو خدا کا طالب ہے اور اگر کسی اور چیز کا خیال ہے تو بوالہوس ہے۔

سالک اپنا سلوک اس کوشش سے طے کرے جیسے کوئی شخص کانٹوں دار جنگل میں بھاگتا ہو کہ اگر وہ ٹھہر کر کپڑوں سے کانٹے چھٹائے تو دیر لگتی ہے اس لیے وہ سیدھا بھاگا چلا جاتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا کہ کپڑے پھٹیں یا رہیں۔ سالک ہر وقت اس فکر میں رہے کہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے نہ رہ جائے کیونکہ جب یہ پیچھے رہ گیا اور وہ آگے بڑھے پھر یہ ان کے پیچھے دوڑا تو ایسا نہ ہو کہ گر پڑے اور اگر گرا بھی نہیں بلکہ ان کو جا پکڑا تب بھی اس کا سانس بھول جائے گا۔ ہاتھ پیر درد کریں گے اور تھک جائے گا۔ لہٰذا پہلے ہی سے پیچھے رہنا نہیں چاہیے۔

اس راستہ میں جس قدر مشکلات پیدا ہوں سب پر صبر کرے اور اپنے مطلوب سے بے صبر رہے ہر وقت نہایت الحاح وزاری کے ساتھ کشود کار کی دعا مانگے۔

چاہے کتنا ہی اس کو ذلیل و خوار کریں مگر یہ باز نہ آئے جب کوئی فقیر کسی امیر کے سر ہو جاتا ہے تو آخر وہ مجبور ہو کر کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔ اسی طرح مرید کو پیر کے در پر الحاح وزاری کرنی چاہیے۔ خداوند تعالیٰ کی حضوری میں بھی یونہی کام نکلتا ہے یعنی خداوند تعالیٰ اپنے کسی مقرب بندے سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ بڑا بے شرم ہے گناہ بھی کرتا ہے اور مجھ سے ایسی چیز مانگتا ہے جس کے وہ لائق نہیں ہے تو اب میں کیا کروں اس کو محروم رکھنا بھی میری شان کے خلاف ہے میرے آستانہ سے اس کا سر اٹھاؤ کیونکہ میرے ہاں آنے جانے والوں کا راستہ اس نے تنگ کر دیا ہے۔

جب بیمار ہو تو زبان پر شکایت کا لانا تو کیسا دل میں اس کا خطرہ بھی نہ آنے دے بلکہ بیماری کو غنیمت سمجھے اور آہ و نالہ نہ کرے۔ اگر اسی حالت میں وقت آخر سمجھے تو بس اس کے ساتھ بھی افسوس ہو کہ میں ناکام جاتا ہوں اتنی عمر یونہی تلاش و طلب میں گزری اور ہنوز مقصود ہاتھ نہ آیا۔ اگر درازی عمر کی دعا کرے تو محض اس لیے کہ مقصود حاصل ہو جائے نہ اس لیے کہ دنیا کا لطف و لذت اٹھائے اگر طالب واصل ہے تو لذت وصل کی زیادتی کے لیے زندگی چاہے اور اگر ہجر میں مبتلا ہے تو ہجر و انتظار کا لطف بھی کچھ کم نہیں ہے بلکہ بعض عاشق ہجر ہی کو افضل سمجھتے ہیں۔

کفر کافر را و دیں دیندار را
ذرہ دردت دل عطار را

ہاں بے شک ہجر حقیقتاً ہے اور وصال وہم و خیال۔

بیماری میں جہاں تک ہو سکے کوئی ورد و وظیفہ ناغہ نہ کرے آب و طعام ترک کرنے کے لیے بیماری اچھا بہانہ ہے۔ اگر بخار چڑھے آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو نہایت ذوق حاصل ہو گا بہت لوگ بخار کو نہایت پسند کرتے ہیں صحابہ نے بھی اس کی بڑی چاہت کی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک روز کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے یعنی ایک شب کا بخار جو فکر و مراقبہ کے ساتھ ہو ایک سال کی ظلمت و کدورت دل سے دور کرتا ہے۔ بیماری میں سالک کی اس بات پر بھی نظر ہونی چاہیے کہ خداوند

تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ جس نے ایک ذرہ سی بیماری دے کر اس کی تمام قوت وطاقت سلب کرلی اور اس کو عاجز وبے چارہ اور ضعیف وکمزور کر دیا۔

یہ بھی سمجھ لے کہ اس بیماری کا مقابلہ خدا کی عنایت ومہربانی سے خالی نہیں ہے بیماری میں خلوت اختیار کرنی اور مراقبہ میں مشغول رہنا عجیب کام ہے ایسا نہ کرنا چاہئے کہ دو چار آدمی اس کا دل بہلانے کے لیے خدمت میں حاضر رہیں اور ادھر ادھر کا ز ٹل قافیہ لڑائیں۔

نیز بیماری پر مرید کو بڑا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ الحمد للہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہے بلکہ اس نے یہ درد و تکلیف دے کر مجھ کو یاد کیا ہے۔ طالب وعاشق صحت میں عافیت کا شکر اور زحمت میں یادگاری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مرید اپنے دل میں یہ بھی کہے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو ایسی نعمت کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ میرا دل بجز اس کے کنف حمایت کے اور کسی کی طرف التجا نہیں کرتا۔

اگر بیماری میں بلا اختیار اس کی زبان سے اللہ اللہ جاری ہو تو یہ بہت بڑی دولت ہے کیونکہ جب اس نے اس کو تمام جھگڑوں سے بچا کر صرف اپنی طرف متوجہ کر لیا تو پھر اور کیا چاہیے ایسی حالت میں مرید پر جس وقت درد ودکھ کی شدت ہوگی تو بجز ذکر دوست کے اور کسی چیز سے آرام نہ ہوگا۔

بیماری سے خوش ہونے کی یہ وجہ ہے کہ عاشقان مجاز میں بھی جب معشوق اپنے عاشق کو برا بھلا کہتا ہے یا کوئی ایذا و تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور غنیمت سمجھتا ہے کہ معشوق نے یاد تو کیا اگرچہ گالی ہی کے ساتھ سہی۔

بیماری میں خاص کر طالب ہر طرف سے غافل ہو کر اپنے مطلوب کا دھیان رکھے اور اس تمنا میں رہے کہ انجام کار تجلی خداوندی اس پر بصورت رضا وحسن وجمال ہو نہ بصورت قہر وجلال سالک کے لیے بھی خوف عاقبت ہے جس صورت سے دنیا میں اس پر تجلی ہوگی اسی صورت سے آخرت میں ہوگی۔ كَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْحَشُوْنَ یعنی جس حالت پر مرو گے اسی پر اٹھائے جاؤ گے پھر جس حالت پر جو شخص اٹھایا جائے ویسا ہی اس کا

مستقر و ٹھکانا ہوگا۔ تم نے سنا ہوگا کہ بہشت امن وامان کا گھر ہے مگر وہاں بھی لوگوں کا ایک اندیشہ ہوگا اور وہ اندیشہ عذاب واحتراق کا نہیں ہے بلکہ تجلی جلال کا ہے دیکھو بادشاہوں کے حضور میں جو لوگ ہر وقت حاضر رہتے ہیں تم کیا جانو کہ ان کے دل پر کیسا فکر و اندیشہ سوار ہوتا ہے۔

بیماری میں طالب رنج و تکلیف سے آہ ونالہ نہیں کرتا بلکہ لطف ولذت سے کرتا ہے۔ لیلیٰ کے مجنوں کے پیالہ توڑنے کی حکایت تم نے سنی ہوگی۔ بیماری میں صبر و استقلال چاہئے اگر اپنی پریشانی اور عدم تحمل کا اظہار بھی کرے تو بطور عجز و عبودیت کے۔ نہ بطور تیزی و درشتی کے دیکھو جب آقا اپنے غلام کو مارتا ہے اور غلام گڑگڑا کر روتا اور اپنے عجز و مسکینی کا اظہار کرتا ہے تو آقا کو رحم آہی جاتا ہے اور اگر غلام اس وقت تیزی و درشتی کرتا ہے تو آقا کا غصہ اور زیادہ ہوتا ہے بندہ ہر حال میں بندہ ہے اس کو ہر وقت ذلیل و مسکین رہنا چاہیے جلال و بزرگی خداوند عالم ہی کے لیے ہے **اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا** (النساء۔ ۵۸) "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

مرید کی بیماری میں صرف یہی تمنا ہو کہ خداوند تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے رحمت ہر شخص پر اس کے مطلب کے موافق ہوتی ہے مرید طالب چونکہ تجلی و کشف کا طالب ہے لہٰذا یہی رحمت اس پر ہونی چاہیے۔

طالب کے بیمار ہونے میں چند مصلحتیں ہیں اول یہ کہ بیماری کی تکالیف سے نفسانی کدورت دھل جائے اور تمام چیزوں سے دل کو منقطع کر کے موت کے انتظار میں بیٹھا رہ جب موت کی علامات پیدا ہوں وہی وقت کشف و ظہور کا ہے اسی لیے بہت لوگ موت کی تمنا کرتے ہیں کیونکہ موت کے وقت ان کی تمنا بر آتی ہے بعض بزرگوں مثل ابو سعید خزاز اور حریر نے اپنے آپ کو زمین میں دفن کر دیا ہے تاکہ دل خدا کی طرف راست ہو کر مطلوب کی تجلی ہو۔ قبر میں رکھنے اور سوال وجواب کے وقت بھی ان کی یہی امید ہوتی ہے بعض لوگ اس خیال سے کہ تمام عمر تو رنج و غم اور فرقت والم میں گزری لہٰذا مر کر

اس غم سے نجات پانی بہتر ہے درندوں وگزندوں کی جگہ میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔

اجل کجا است بیاگو چویار باما نیست

کہ در فراق بیش ازیں زندہ نتواں ماند

بیماری میں اگر افسوس ہو تو اسی بات کا کہ ہائے میں نے زندگی و تندرستی کی قدر نہ جانی پہلے تو اوراد و وظائف میں وقت گذرتا تھا اور اب اس دشواری میں مبتلا ہوں۔ بیماری میں خاموش رہنا اور مرض کی شکایت نہ کرنا چاہیے اگر ہائے ہائے بھی کرے تو اس طرح جیسے کہ معشوق عاشق کو جب دانتوں سے کاٹتا یا ناخنوں سے نوچتا ہے تو وہ اس کے لطف ولذت میں ہائے ہائے کرتا ہے۔

بیماری میں اگر طبیب پرہیز وغیرہ کا حکم دے اس کو بجالائے یہ نہ کہے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے پرہیز سے کیا ہوگا ہم نے مانا کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے پھر پرہیز بھی خدا ہی کا فعل ہے نیز ممکن ہے کہ بدپرہیزی کرنا نفس کی حرص کے سبب سے ہو علاوہ ازیں دوا کا استعمال اور پرہیز سنت نبوی ہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقِدْرُ الْعَوَّاءِ یَغْلِیْ یعنی حضور ﷺ نے وصال فرمایا اور اس وقت بھی دوا کی ہنڈیا جوش کھا رہی تھی۔

جب ایسی بیماری پیدا ہو جس سے جانبر ہونے کی امید نہ رہے فوراً ہر طرف سے دل ہٹا کر ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جائے امید ہے کہ اس وقت مطلب حاصل ہوگا۔

تندرستی حاصل ہونے کے لیے طبیب یا ملا سیانے کے آگے الحاح وزاری نہ کرے۔

طالب ہمیشہ وصال مطلوب کا جویار ہے نیز اس کو فقدان ووجدان کے متردد رہنا چاہئے تاکہ وصل دور دونوں کی لذت اس کے اندر مستقیم ہو۔ ہر چیز ایک آفت رکھتی ہے اور عشق کے اندر دو آفتیں ہیں ایک ابتدا کی اور ایک انتہا کی جب طالب طلب کے اندر سرگرداں ہوتا ہے اور مطلب کو نہیں پہنچتا تو اس وقت اس کی ناامیدی ہمیشہ کے لیے اس کو محروم کردیتی ہے اس طرح جو شخص وصل سے کامیاب ہوتا ہے وہ بھی مطمئن ہو کر ترقی سے رک جاتا ہے۔ اس لیے سب سے بہتر وہی عاشق ہے جس کو وصل وہجر کا لطف برابر

حاصل ہوا اور وہ یہی کہے کہ مجھ کو وصل تو ہوا مگر میں اس کی انتہا کو نہیں پہنچا۔ یہاں مرد میدان وہی ہے کہ جس قدر اس کی مراد حاصل ہو اس قدر خواہش بڑھتی جائے اور سیری نہ ہو اس بیت میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

عجب نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست
عجب این ست کہ من واصل و سرگردانم

طالب کو لازم ہے کہ حرص و طمع کی راہ سے کسی کے سامنے دست بستہ نہ کھڑا ہو نہ باادب بیٹھے نہ پیچھے پیچھے پھرے۔ خود اپنی رفتار ایسی بنائے کہ جس سے خودنمائی پائی جائے ۔ نیز سینہ ابھار کر چلنا ہم لوگوں کا شیوہ نہیں ہے۔ اس کی حالت ایسی ہوئی چاہیے کہ ہر اس کی شگفتگی سے لطف حاصل کرے یہاں تک کہ کتا بلی بھی۔

نشہ کرنے والی چیز کا ہرگز استعمال نہ کرے یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پینے سے یکسوئی ہوتی ہے یہ ٹھیک ہے مگر صرف ابتدا ہی میں ایسا ہوتا ہے جب عادت ہوئی پھر بغیر نشہ کے یکسوئی نہیں ہوتی نہ کوئی کام ہو سکتا ہے اور تمام جہان میں بھنگی، چرسی اور شرابی کہلا کر بدنام ہوتا ہے۔ اگر کبھی کبھی لیلیٰ مجنوں کا قصہ یا دیوان شیخ سعدی وغیرہ دیکھ کر دل بہلائے تو حرج نہیں۔ جب یہ دو آدمیوں میں "رابطہ" عشق واتحاد ملاحظہ کرے تو اس کے درد و طلب میں ترقی ہونی چاہیے۔

ہمیشہ اپنی نگاہ نیچے رکھے اگر آنکھ اٹھائے بھی تو آثار و عبر کے علاوہ کچھ نہ دیکھے۔ خواب میں حضور ﷺ یا پیر کی زیارت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ چاہے انوار الٰہیہ کی تجلی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ تجلی حضور کی یا پیر کی صورت میں ہو تو بہت بڑا اعتبار رکھتی ہے۔

لوگ جو کہتے ہیں کہ دنیا میں ایک گھڑی کی زندگی جنت میں چار ہزار سال رہنے سے بہتر ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اس جہان میں جو نعمت ہے وہ نقد موجود ہے۔ جب اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اس نعمت کو نہیں چھوڑ جاتے ہیں اس جہان میں یہ نعمت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی سبب سے انبیاء اولیاء نے زندگی کو پسند کیا ہے کیونکہ اس جہان

میں کشف صریح ہے عاشق و معشوق کے درمیان پردہ نہیں رہتا سایہ دور ہو کر اصل شے رہ جاتی ہے۔ اسی لحاظ سے اس جہان کو افضل و بہتر کہتے ہیں مگر یہاں جو محبوب پردہ اور برقع میں جلوہ گر ہے تو کچھ اور ہی لطف ہے۔ دیکھو معشوق مجازی کا حسن بھی حجاب لباس میں اور ہوتا ہے اور بے حجابی میں اور حالانکہ تمہاری خواہش یہی ہوتی ہے کہ تم اس کو بے حجاب دیکھو اس جہاں میں باوجود کشف صریح کے بہت سے طالبان تمنا کریں گے کہ کاش ہم پر یہ کشف نہ ہوتا اور ہم معشوق کو پردہ ہی میں دیکھے جاتے۔ دیکھو شعبدہ باز کا تماشا بھی پردہ ہی میں اچھا معلوم ہوتا ہے اگر پردہ کے اندر سے دیکھا جائے تو کچھ لطف نہیں رہتا۔ یہی سبب ہے کہ حضور ﷺ نے موت کی تمنا نہیں کی اور بہت سے بزرگان نے زندگی کے لیے دعا کی ہے۔ دن دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہیں تخم اعمال بویا جاتا ہے جو وہاں ایک کے سات سو ہوتے ہیں اور جس کے لیے خدا چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ کرتا ہے۔

معشوق کے برا کہنے میں بھی ایک لذت ہوتی ہے اور اس کا منہ چھپانا بھی انوٹ سے خالی نہیں ہوتا جس کو دیکھ کر عاشق نیم جان جان سے گزر جاتا ہے میں نے یہ مضمون مفصل کر دیا مگر دیکھیے کس خوش نصیب کی سمجھ میں آتا ہے کبھی عاشق ایسی حرکت بھی کرتا ہے کہ معشوق غضبناک ہو کر باہر نکل آئے۔ اس قہر و غضب میں جو حرکات و سکنات معشوق سے ظہور میں آئیں ان کا لطف بھی عاشق ہی سے دریافت کرنا چاہیے۔

چشم کناں بیا کہ تا صلح کنم

طالب اپنے مطلوب کے پیچھے ماہی بے آب بن جائے۔ اگر مچھلی سے پوچھو کہ تو کیا چاہتی ہے کہے گی پانی۔ اگر پوچھو کہاں سے آئی ہے تو کہے گی پانی سے۔ پوچھو کہاں جائے گی کہے گی پانی میں۔ پوچھو کیا کھائے گی کہے گی پانی۔ پوچھو کیا پئے گی کہے گی پانی۔ غرضیکہ بغیر پانی مچھلی کا ایک سانس لینا دشوار ہے یہی حال طالب کا مطلوب کے لیے ہونا چاہیے۔ کتب سلوک میں بعض باتیں بہت باریک اور ادق ہیں کیونکہ طالب بھی بہت سی اقسام کے ہوتے ہیں عباد۔ وزہاد۔ وغیرہ۔ اگر طالب ان باتوں کے پیچھے پڑے گا آوارہ ہو

جائے گا اور اس کی لوح دل حقیقت کا نقش قبول نہ کرے گی۔

چناں تنگ است راہ عشق بازی
کہ جز معشوق تنہا در نہ گنجد

طالب کو صحرا و جنگل میں رہنا بہت مناسب ہے تاکہ اس کا دل بہادر بنے جب اس پر انوار الہیہ کی تجلی ہو تو کہیں نہ ٹھہرے اور کسی چیز کو مڑ کر نہ دیکھے ایسے طالب کو پیر کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پیر اسی لیے ہوتا ہے کہ طالب کو ان چیزوں میں مشغول نہ ہونے دے اور آگے بڑھائے چلا جائے۔

خلوت و مراقبہ کے متعلق ہدایات

سالک کو چاہیے کہ خاص کر رات گزارنے کے لیے خلوت کی ایسی جگہ تجویز کرے جہاں کوئی دوسرا نہ ہو کیونکہ محض تنہائی بھی ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ حضور ﷺ پر ابتدا میں وحی بھی خلوت یعنی غار حرا ہی میں آئی۔ نیز ہر مذہب و طریق میں تسخیر کواکب و شیاطین کے لیے بھی خلوت کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے کام میں بھی خلوت باشرائط طہارت وذکر و مراقبہ سب سے مقدم ہے۔ اگر اسی طرح خلوت بجا لایا امید ہے کہ ارواح بزرگان اور ابدال واوتاد سے ملاقات ہوگی۔ جو شخص نماز وتلاوت میں حصول مقصود کے خیال سے مشغول ہوگا خداوند تعالٰی اس کی تعلیم کے لیے کسی راہبر کو بھیج دے گا تاکہ اس کو ذکر و مراقبہ کی تعلیم کرے۔ جب انسان کا دل آئینہ کی طرح شفاف ہو جاتا ہے انوار قدسی اس پر چمکتے ہیں۔ ابدال واوتاد اس کی تعلیم کو آتے ہیں اور مقصود کا راستہ بتاتے ہیں۔ غرضیکہ سب کاموں سے مقدم حضور قلب ہے اس کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

سالک کے لیے دو کام ضروری ہیں ایک تخلیہ یعنی ماسوا اللہ سے دل کا خالی کرنا۔ دوسرے تجلیہ یعنی انوار الہٰی سے دل کو روشن کرنا۔ اصل کار تخلیہ ہے سالک اسی کو مقدم سمجھے۔ جوگی بھی اسی روش پر چلتے ہیں۔ جب تخلیہ قائم ہوا پھر تجلیہ خود ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ ان دونوں میں پوری ملازمت ہے كُلَّمَا تَخَلّٰى تَجَلّٰى یعنی جب تخلیہ ہوا

تجلیہ بھی پیدا ہو گیا۔ جیسے فنا وبقاء اور غیبت وحضور۔ اگر تجلیہ کو مقدم سمجھے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ اگر دونوں کو یکجا کرے تو یہ سب سے بہتر ہے اور ہمارے خواجگان نے ایسا ہی کیا ہے۔

مراقبہ کے دو معنی ہیں ایک مراقبہ بمعنی محافظہ یعنی غیر خدا کے خطرہ سے دل کی حفاظت کرنا یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے۔ دوسرے مراقبہ بمعنی مشاہدہ یعنی ذات وصفات کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق ہو جانا کہ اپنی ہستی کو بھی بھول جائے یہ مراقبہ منتہیوں کا ہے۔

جو کام ہاتھ پر سے کیے جاتے ہیں وہ پریشان خاطری میں بھی ہو سکتے ہیں مگر مراقبہ بغیر اطمینان خاطر وخلوت باطن کے ممکن نہیں۔ لہٰذا ابتدا میں سالک اپنا دل پیر کے دل کی طرف مراقب کرے تاکہ پیر کے دل سے اطمینان کا حصہ نصیب ہو چونکہ مرید ابتداء میں حجابات کے اندر ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت عزت کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ مرشد چونکہ عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا ہماری بتائی ہوئی تدبیر یعنی مرشد کی طرف متوجہ ہونا بہت مفید ہو گا۔

بعض لوگ ذکر خفی ہی کو مراقبہ کہتے ہیں مگر ہماری اصطلاح میں ذکر خفی اس ذکر کا نام ہے جو بغیر زبان کے دل سے کرتے ہیں۔

ایک گوشہ میں بیٹھ کر آنکھیں بند کرے اور مراقبہ میں مشغول ہو۔ اگر یہ کام بن گیا تو کل طالبوں پر فوق لے جائے گا۔ اندھیری رات اور جنگل کی تنہائی سے خوف نہ کرے نہ موذی جانوروں کی طرف متوجہ ہو اپنے کام سے دھیان رکھے۔ جن وشیطان وغیرہ کا خطرہ بھی دل میں نہ آنے دے۔ اپنے تئیں خدا کے سپرد کرے اور اس کے درد طلب میں ایسا مشغول ہو کہ کسی درد کی خبر نہ رہے۔ قلندر صفت ہو جائے نہ کسی بات سے ننگ وعار رکھے نہ کسی رسم وعادت کا پابند رہے۔ ان تین باتوں کو پسند رکھے۔ بھوک پیاس تنہائی شب بیداری۔ اگر بیٹھے بیٹھے مراقبہ ہی کے اندر سو جائے بہت بہتر ہے۔ لیٹ کر سونا ٹھیک نہیں۔ اگر بیٹھے بیٹھے سوئے گا تو یہ سونا بھی عمل میں داخل ہو گا۔ بعض علما کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ کو معراج بھی خواب ہی میں ہوئی ہے اور یہ سونا اسی طور کا تھا جس کا بیان

ہوا ہے۔ اگر غیب سے دونوں وقت کھانا آئے تو ضرورت بشری کے موافق کھالے نہ اتنا کہ زیادہ کھانے کی عادت ہو جائے۔ اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو بہت کھاتا ہے خاوند نے کہا اگر میں بہت کھاتا ہوں تو تجھ پر تین طلاق۔ اس مسئلہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس قدر کھاتا ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس سے کھانے کو کہا جائے تو وہ نہ کھا سکے تو بے شک وہ بہت کھاتا ہے اور اگر دوبارہ کھا سکے تب بہت نہیں کھاتا۔

قصداً بادشاہ یا امیر کے پڑوس میں جا کر نہ رہے نہ یہ چاہے کہ کوئی اس کو جانے کیونکہ ہمارے طریق میں قصد کرنا ہی ممنوع ہے۔ اس کے لیے خلوت و جلوت یکساں ہونی چاہیے۔ اور جہاں تک ہو سکے اپنے وظائف کو ناغہ نہ کرے۔

اگر جمع خیالات کے لیے ظاہری صورت پیش نظر رکھے تو چند روز میں وہ صورت غائب ہو کر کشف غیوب حاصل ہو گا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں کو نہ گھیرے رہتے تو یہ آسمان کا ملک دیکھا کرتے۔

حاجی احمد بھکرہ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے خادم تھے فرماتے ہیں کہ میں نے پہاڑ میں ایک شیخ کو دیکھا کہ ارشاد و تلقین کرتے ہیں اور مریدوں کا حلقہ بنا کر بیچ میں ایک خوبصورت امرد کو بٹھا کر سب سے کہتے ہیں کہ اس کے چہرہ پر نظر جماؤ اور ایک شخص کو ان مریدوں کی نگرانی پر بھی مقرر کر رکھا ہے۔ ان شیخ کا یہ کام ہماری سمجھ میں نہیں آیا جس کام میں صریح خیانت کا اندیشہ ہے اس کی نگرانی کہاں تک ہو سکتی ہے اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک کتنی ہی نگرانی کی جائے طبع انسانی کا شہوت سے خالی ہونا بہت مشکل ہے۔ اس لیے راسخون فی العلم اور عارفان حقیقت نے کشف حقیقت کے لیے بہت احتیاط کا راستہ اختیار کیا ہے جس کے بغیر آئینہ مراد میں وصال کی صورت نظر نہیں آتی۔

میں یہاں ایک مراقبہ کی مفصل ترکیب بیان کرتا مگر اس خیال سے کہ نااہل بھی واقف ہونے کے مدعی بن بیٹھیں گے اور آخر ان کو نقصان پہنچے گا مجمل لکھتا ہوں تاکہ

اہل اور لائق ہی فائدہ اٹھا سکیں اور وہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر لفظ اللہ دل میں اس طرح بٹھائے جیسے خطرہ اور وسوسہ قائم ہوتا ہے۔ اللہ ہی دل میں آئے اور اللہ ہی دل سے نکلے یا یوں کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی خطرہ دل میں نہ رہے حافظوں سے دریافت کرلو کہ جس وقت ان کا دل زبان کے ساتھ یاری نہیں دیتا ہرگز وہ قرآن شریف یاد نہیں کر سکتے۔ اس مراقبہ میں ایسا نہ ہو کہ اللہ اللہ بھی کہے اور قصے قضیوں کا بھی دھیان رکھے جیسے بعض لوگ نماز میں سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور ان کے دل کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ زبان سے کیا نکل رہا ہے۔

تصور شیخ کا بیان

کہتے ہیں کہ مرید پیر پرست ہونا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ پیر جو انوار لاہوتی کا مظہر ہے تو یہ اس کی پرستش نہیں ہے بلکہ حق کی پرستش ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس درمیانی صورت سے کیا فائدہ جواب یہ ہے کہ حضور قائم کرنا کیونکہ پیر کی صورت تمہارے سامنے موجود ہے اور ایسی چیز کا تصور خوب ہو سکتا ہے۔ غائب کے تصور میں خطرات مزاحم ہوتے ہیں۔ تصور شیخ کی ترکیب یہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخ کے روبرو ان کی مجلس میں حاضر تصور کرے یا اپنے دل میں شیخ کا خیال جمائے۔ یا اپنے آپ کو ہمہ تن شیخ سمجھے۔ یہ کام خاص نیک بختوں کا ہے یہ نہ مراقبہ ہے نہ مشاہدہ نہ مکاشفہ بلکہ یہ معائنہ ہے۔ سماع میں وصل وہجر اور درد وطلب پیر کی طرف نسبت کر سکتا ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی فرماتے ہیں قسم ہے خرقہ شیخ کی کہ قوال سے جو شعروغزل میں نے سنی اس کو شیخ کی ذات پاک کے سوا کسی طرف نسبت نہیں کیا۔ دیکھو سماع کی کیسی نازک حالت ہوتی ہے مگر اسوقت بھی حضرت کے دل میں شیخ کے سوا کوئی خطرہ نہیں گزرتا تھا۔

اگر پیر کی صورت میں جمال باکمال نہ ہو تو نور قدسی کے ساتھ اس کا تصور کرے یہاں تک کہ خود اس نور سے آراستہ ہو جائے اگر مرید اس نورانی تصور کا اثر پیر کی

صورت میں ملاحظہ کرے تو امیدوار ہو کہ عنقریب پیر کے اسرار سے مطلع ہوگا۔ اگر اپنے اندر نور کا اثر دیکھے تو خوش ہو کہ عنقریب اس کو وہ مرتبہ ملے گا جس سے پیر بھی رشک کریں گے۔ اور ان کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ بہت سے مرید ایسے ہوئے ہیں کہ دنیا میں ان سے پیروں کا نام روشن ہوا ہے۔

افتد بصحرائے ہر یک بتماشائے
دی راکہ تو منظوری خاطر نہ رود جائے

اگر کسی ناشائستہ جگہ پیر کا تصور سامنے آجائے نہ اس کی طرف متوجہ ہو نہ اس کے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اپنے پیر کو ایک صاف شفاف آئینہ تصور کرے کہ اس پر تجلی ہو رہی ہے اور یہ اس کے نظارہ میں مشغول ہے۔

نماز میں پیر کو دائیں یا بائیں طرف تصور کرے یا اپنا امام سمجھے یا اپنے سجدہ کی جگہ! اپنے دل میں خیال کرے یا حاضر وناظر سمجھے تو اور بھی اچھا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اچھی صورت وحالت میں پیر کا تصور جمانا چاہئے۔ اسی طرح جہاد میں بھی تصور کو ملحوظ رکھے جو لوگ اس تصور کے عادی ہیں وہ ہمیشہ ہر نماز کے بعد پیر سے تجدید بیعت کرتے ہیں۔ جہاد میں دو قسم کا تصور ہے ایک لطف وجمال کا اور دوسرا قہر وجلال کا اور دونوں اپنی اپنی جگہ کار آمد ہیں۔ اگر تصور میں جمال کی صورت سامنے آئے بہت جلد کشود کار اور فتح ہوگی۔ اگر لطف کی صورت سامنے آئے مال غنیمت بکثرت ہاتھ آئے گا۔ اگر جلال کی صورت سامنے آئی خونریزی بہت ہوگی اگر قہر کی صورت جلوہ کرے تو نعوذ باللہ منہا۔

میں ان چاروں صورتوں کا مفصل بیان کرتا مگر عالمان جاہل صفت کی زبان درازی کے اندیشہ سے مختصر کر دیا۔

حبس دم کے متعلق ہدایات

سالک کے لیے حبس دم کی عادت بہت ضروری ہے۔ اگر اس کو بکثرت کرے تو عورت سے پرہیز کرنا لازمی سمجھے۔ پانی بہت کم پئے اور کھانا اتنا قلیل کھائے کہ بس کھڑے

ہو کر نماز پڑھ سکے۔ اگر سفر میں ہے تو منزل پر پہنچ سکے فضول باتیں ہرگز نہ کرے حبس دم کرنے سے خطرات خود بخود دفع ہو جاتے ہیں۔

ان تین چیزوں کے علاوہ جوگیوں کی ہر ایک بات سے پرہیز کلی رکھے اور وہ تینوں چیزیں یہ ہیں حبس دم، نشست مخصوص، اور ظفر تکیہ یہ تینوں چیزیں سالک کے لیے بہت ضروری ہیں۔

عروج آسمانی کا بیان

مرید بغیر پیر کی رہبری کے آسمان پر عروج نہیں کر سکتا۔ یہ عروج کئی طور سے ہوتا ہے ایک یہ کہ پیر مرید کو اپنے کاندھے پر چڑھا کر کہتے ہیں کہ مجھ کو خوب مضبوط پکڑ لے بعد ازاں اڑتے اڑتے آسمان کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دیتے ہیں اندر سے آواز آتی ہے کون ہے پیر اپنا نام بتاتے ہیں دروازہ کھلتا ہے پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے۔ پیر کہتے ہیں میرا مرید ہے اور اس کو میں نے اس مقام پر آنے کے قابل بنا دیا ہے اس طرح دیگر آسمانوں پر عروج ہوتا ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ ایک جانور سواری کا لایا جاتا ہے مرید کو اس پر سوار کرتے ہیں پھر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جانور چلایا اڑا ایک پلک زدن میں آسمان پر جا پہنچتا ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک خوبصورت مرید کو اپنی طرف بلاتا ہے جب یہ اس کی طرف بڑھتا ہے تو وہ آگے بھاگتا ہے یہ اس کے پیچھے دوڑتا ہے یہاں تک کہ آسمان پر پہنچ جاتا ہے مگر یہ سب طریقے پیر ہی کی رہبری سے طے ہوتے ہیں۔

مسئلہ سماع

یہ مسئلہ یوں ہے کہ اگر کوئی شخص تفریح طبع یا خوش وقتی کے لیے گانا بجاتا اور ناچتا ہے تو اس میں اختلاف ہے بعض فقہاء اس کو حرام بعض حلال اور بعض مکروہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ اس مسئلہ میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسے کہ گھوڑے کے گوشت اور شطرنج کی بازی میں۔ اب رہا وہ سماع جو سوز و طلب سے ہو اور جس میں شوق و رغبت کو ترقی اور طاعت

و مجاہدہ پر ہمت ہوتی ہے۔ یہ تقیہ کی بحث سے الگ ہے۔ تقیہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ تقیہ کی گفتگو صرف نفسانیات اور دنیوی معاملات میں ہوتی ہے سماع سے اس کو کیا تعلق۔

موسیقی کی حقیقت اور سماع کی اقسام کا بیان

ایک شخص درد و تکلیف میں پڑا ہوا آہ آہ کر رہا تھا اور تکلیف کے ساتھ آواز کا طول و عرض کم و بیش ہوتا تھا اس کو خیال کر کے حکماء نے موسیقی کے پردے ترتیب دیئے ہیں۔ نیز یہ نقل بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک پٹھا کسی مردار جانور اس کی ہڈیوں پر لگا ہوا خشک ہو گیا تھا جب ہوا زور سے چلتی اور اس پر لگتی تو آواز نکلتی تھی ایک حکیم نے اس کو دیکھا اور باجہ تیار کیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ایک سالک نے اپنے مشاہد میں ساتوں آسمانوں کی گردش ملاحظہ کی اور ان کی دلکش آوازیں سن کر موسیقی کی بنیاد ڈالی۔ آسمانوں کی آوازیں ایسی دلکش ہیں کہ اگر اہل دنیا سنیں تو ان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام انواع و اقسام کی آوازیں رکھتے تھے یعنی چنگ و رباب اور نے وغیرہ باجوں کی آوازیں آپ کے حلق سے برآمد ہوتی تھیں اور سننے والوں پر ایسا اثر ہوتا کہ وہ اپنے ہوش میں نہ رہتے۔ ابلیس کی ذریات نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ داؤد علیہ السلام کے نغمہ نے لوگوں کے دلوں میں ہمارے وسوسہ کی گنجائش نہیں رکھی۔ ابلیس یہ سن کر حضرت داؤد کی مجلس میں حاضر ہوا اور آپ کے نغمہ پر غور کر کے ایک باجہ تیار کیا اور اہل ہوا و ہوس کو اپنے راستہ پر لے آیا۔ جس طرح شاعر اپنے شعر میں معشوق کا حسن و کرشمہ۔ ناز و انداز۔ رفتار و گفتار، جنگ و صلح، وفا و جفا قبول و انکار وغیرہ کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ اسی طرح موسیقی کا استاد ان سب باتوں کو راگ کے تال و سر میں ادا کرتا ہے۔ سر کے بدلنے اور ایک پردہ سے دوسرے پردہ میں جائے اور ایک راگ کا دوسرے راگ پر پرتو ڈالنے ہی کو ہنر کہتے ہیں۔ جس نے ان باتوں کی خوب مشق کی ہو اس سے سن کر دیکھو مگر افسوس ہے کہ اب استاد ان باتوں کو نہیں سمجھتے تو اور کوئی کیا سمجھے گا۔ محمد حسینی سلمہ اللہ یوم التناد و بحق شفیع العباد۔ اس کام میں بہت مبتلا ہے

اس کی باریکیوں میں گہرا اتر گیا ہے اور اس دریا سے بہت موتی نکالے ہیں۔ اگر تم لطافت طبع رکھتے ہو اس نکتہ کو سمجھ لو ورنہ اس فن کے ماہر بھی ان امور سے غافل ہیں۔ مجھ پر موسیقی کی حقیقت صورت منکشف ہو گئی ہے اور میں نے تحقیق ویقین سے مشاہدہ کرا لیا ہے۔ میں خیال ووہم کے اندر گفتگو نہیں کرتا بلکہ میری گفتگو مشاہدات میں ہے اور میں تحقیق ویقین سے کہہ رہا ہوں۔ انسان کے اندر پانچ چیزیں ہیں روح دل، نفس، طبع، عقل، جب نغمہ کے ساتھ گایا جاتا ہے تو روح نغمہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ دل شعر کے مضمون میں، نفس شعر کی موزونیت میں عقل شاعر کی اس حکمت میں جو شعر کے اندر اس نے رکھی ہے توجہ کرتی ہے اور طبیعت موسیقی کے وزن کا اندازہ کرتی ہے غرضیکہ یہ پانچوں اپنی اپنی غذا میں مصروف ہو جاتے اور ذوق حاصل کرتے ہیں۔ انسان کے اندرون سے مخاصمت دور ہو کر قرار واطمینان پیدا ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ اہل دل موسیقی پر فریفتہ ہیں۔ سماع کے علاوہ ہر ایک کام یا دل کی غذا ہے یا نفس کی یا روح کی اسی سبب سے اس میں مخاصمت قائم رہتی ہے۔ مثلاً نماز کہ یہ نفس کی غذا ہے جب تک نفس میں طاقت ہے اس کو برداشت کرتا ہے پھر طول ہو جاتا ہے بعض اوقات سماع میں کسی قسم کی غذا حاصل نہیں ہوتی اور یکبارگی ایک وارد ایسی شدت سے نزول کرتا ہے کہ خود باقی نہیں رہتی تمام نور بن جاتا ہے۔

سماع کی تین قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ قوال سے شعر سنتے ہی بغیر اس کے مضمون یا نغمہ میں غور کئے وجد وکیف پیدا ہو جائے اور دیوانہ بنا دے۔ دوئم یہ کہ سننے اور غور کرنے کے بعد ایسا ہوا۔ سوئم یہ کہ یاروں کی موافقت کے سبب سماع سنے تو اس کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا اور جو رحمت ان پر نازل ہے یہ بھی اس سے محروم نہ رہے گا۔ جیسے شراب خانہ میں کوئی شخص جائے تو اگرچہ وہ شراب نہ پئے مگر بو ہی سونگھے گا اور مستوں کی حرکات ہی دیکھے گا۔

سماع میں اہل ذوق کی موافقت کرنی ضروری ہے بیگانوں کی طرح نہ شریک ہو کیونکہ بیگانی یگانوں کا کام نہیں ہے۔ اگر یہ ان کی موافقت کرے گا تو امید ہے کہ تواجد سے وجد

اور توافق سے وفاق میں ترقی پائے گا۔

اگر نماز کی جماعت تیار ہو اور کوئی شخص پہلے نماز پڑھ چکا ہے تو اب بھی اس کو موافقت کے لیے دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ تا کہ جو رحمت اس جماعت پر نازل ہو یہ بھی اس میں شریک ہو جائے۔ سماع کو بھی اسی طرح قیاس کرو۔

ایسا نہیں چاہیے کہ ابھی تو سماع میں گریہ وزاری اور آہ وبکا کر رہا تھا اور ابھی کھانے پینے اور ہنسنے بولنے میں مشغول ہو یہ کام اہل سماع کا نہیں ہے اور ایسے لوگ ان کے دائرہ سے خارج شمار کیے جاتے ہیں۔

دف کے واسطے اگر فقیہوں کے نزدیک گنجائش ہے مگر دیگر مزامیر حرام کہتے ہیں۔ سننے والا اہل دل ہے تو خیر ورنہ وہ جانے۔ حدیث شریف لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَحِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ سے مزامیر پر حرمت کا فتویٰ نہیں ہو سکتا۔ اہل دل جانیں اور ان کا کام جانے مگر اتنا جاننا ضروری ہے کہ مزامیر کسی قسم کی آلودگی نہیں رکھتے۔ اگر کوئی شخص باغ یا صحرا کی سیر کرے تو کیا اس کو بھی محارم پر قیاس کیا جائے گا ہرگز نہیں۔

فقہاء نے اس میں بہت اختلاف کیا ہے مگر باجہ کی اصلیت یہ ہے۔

کہ حکیم نے اس کو آدمی کی صورت پر ایجاد کیا ہے ایک تار اس کا آنکھ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی جو آواز اس تار سے نکلتی ہے غمزہ وکرشمہ کی خبر دیتی ہے اسی طرح سے دیگر تار سینہ اور ہاتھ پیر سے مناسبت رکھتے ہیں۔ جو شخص قواعد موسیقی کے موافق گاتا ہے اس کے متعلق شریعت میں کہیں نفی واثبات کا حکم نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ یعنی قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو فقہاء اس کے الٹے معنی بیان کرتے ہیں یعنی اپنی آوازوں کو قرآن کے ساتھ زینت دو دیکھو مشاہدہ وتجربہ سے ثابت ہے کہ اگر کوئی خوش الحان آدمی آیہ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ پڑھے تو سننے والوں پر عجیب اثر ہوگا کچھ عجیب نہیں جو پڑھنے والے کو کپڑے بھی اتار کر دے دیں اور اسی آیت کو جب کوئی بد آواز پڑھے تو سننے والے متوجہ بھی نہ ہوں گے۔ مشہور بات ہے کہ داؤد علیہ السلام ایسی خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے کہ بہت سے

لوگ مرجاتے تھے پس جب کہ خوش آوازی معجزہ ہے اور معجزہ اچھی بات ہوتی ہے بری بات معجزہ نہیں ہوتی تو پھراس کو حرام یا مکروہ کہنا عقل سے خارج ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ ابو موسیٰ اشعری کے مکان کے پاس سے گزرے اور وہ اپنے گھر میں قران شریف پڑھ رہے تھے حضور نے تھوڑی دیر ٹھہر کر سنا پھر جب ان سے ملاقات ہوئی تو بیان فرمایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔ نیز حضور ﷺ نے ابو موسیٰ ہی کے حق میں فرمایا ہے لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَائودَ ان کی آواز کا حضور نے مزمار نام رکھا۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے حلق سے ہر ایک باجہ کی آواز نکلتی تھی کہ حضور ﷺ قرآن شریف حجاز کے لہجہ میں پڑھتے تھے مجالس و محافل میں صوفی کو خود گانا و بجانا نہ چاہیے خصوصاً وہ صوفی جو باعزت و وقار ہو کیونکہ اس کام سے ایک طرح کا استخفاف اور سبکی پیدا ہوتی ہے ہاں خلوت میں یاران ہم مشرب کے سامنے گانا اور بات ہے۔ گانے بجانے کو پیشہ بھی نہ بنائے کہ اشعار وابیات دل میں جگہ پکڑلیں اور حضور و مراقبہ سے محروم رہ جائے۔ ولی ایسا خزانہ ہے کہ اس میں صرف ایک ہی چیز کی گنجائش ہے۔ صوفی کو اشعار جمع کر کے کتاب یا دیوان تیار کرنا بھی زیب نہیں نہ شب و روز سماع میں مشغول رہنا چاہئے بلکہ کبھی کبھی سن لیا کرے ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ لَاتُكْثِرُوْا الْجُلُوْسَ فِي السماعِ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ یعنی بکثرت سماع میں نہ بیٹھو کیونکہ وہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ نفاق یہ کہ دل کو ذکر و مراقبہ کی طرف مائل نہ رکھے۔ خاندان کبرویہ کے بعض لوگ سماع میں اِلاَّ اللّٰه کی ضربیں لگاتے ہیں یہ سماع نہیں ہے بلکہ ذکر ہے سماع میں ایسا نہ کرنا چاہیے اور اگر اس میں کچھ اثر ہوگا تو وہ ذکر کا اثر ہے نہ سماع کا اے عزیز سماع عشق بازی ہے اس میں ہردم معشوق کا خیال یا حضور ہونا چاہیے یہاں ذکر و فکر کی گنجائش نہیں یہ حق و حقیقت کے ساتھ بازی ہے اگر تم یہاں آوٗ تو جانو۔ سماع میں جیسے کہ حمل نظیر بر نظیر ہے۔ اسی طرح حمل نقیض بر نقیض بھی ہے۔ یعنی اگر شعر کے معنی یا موسیقی کے وزن سے وصل کا مضمون کی حقیقت سے بی

خبریں ان پر بھی اثر ہوتا ہے دیکھو سانپ اور اونٹ کیسے مست ہو جاتے ہیں کیونکہ گانے باجہ میں بالخاصہ اثر ہے اور جو اس سے متاثر نہ ہو وہ نہایت **قَسِیُّ الْقَلْب** اور **غَلِیْظُ الطَّبع** اور شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؂

شتر راچہ شورد طرب در سراست
اگر آدمی رانباشد خراست

داؤد علیہ السلام نے سکینت کا استقبال رقص کے ساتھ کیا تھا اور حضور ﷺ نے جو طواف میں دوڑ لگائی انتہاء خوشی سے تھی۔ جب پھول کھلتا ہے خوشبو نکلتی ہے اور وہ اپنی طبیعت سے کشادہ ہوتا ہے انسان قابل کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اگر سماع میں تشنگی غلبہ کرے ایک گھونٹ پانی کا پی لے ہونٹوں کو اس طرح نہ ہلائے کہ جیسے کچھ کھا رہا ہے۔

رقص کرنے والے کو تنہا نہ چھوڑیں بلکہ دو چار آدمی اس کی موافقت کریں اور گرنے نہ دیں اگر زور میں گر پڑے تو اس کو پڑا نہ رہنے دیں بلکہ احترام کے ساتھ اٹھالیں۔ اگر کوئی شخص اپنے آپے کو زمین پر دے مارتا ہو اس کو اسبات سے باز رکھیں اگر نہ مانے اور زور کرے تو مجلس سے باہر نکال دیں۔ اگر غلبہ شوق میں کوئی شخص مجلس سے باہر نکل جائے اس کو پھر اندر لے آئیں اور اس کی موافقت کریں اور اگر پھر وہ نکلنا چاہے تو بزور اس کو نکلنے نہ دیں۔ اگر کوئی صوفی اپنا خرقہ اتار کر قوال کو دے دے تو دوسرا کپڑا اس کو پہنا دیں برہنہ نہ رہنے دیں۔

صوفی کو زیبا نہیں کہ قوال کے ساتھ خود بھی گانے لگے یا کسی خاص شعر کی فرمائش کرے بلکہ جو شعر قوال گائے اس کو غیب سے سمجھے اور غیب کی چیز بے عیب ہے رقص میں زور زور سے پیر نہ مارے شاید کسی مسکین کے پیر پر اس کا پیر پڑے اور اس غریب کو صدمہ پہنچے یا خود اس کے پیر میں کانٹا کنکر چبھ جائے اور وجد میں خلل پڑے۔ تالیاں بھی ایسے زور سے نہ بجائے کہ دوسروں کو ناگوار ہو۔ اگر کسی شخص کو ذوق پیدا ہو اور وہ رقص کرے تم کو بھی اس کی موافقت ضروری ہے اگرچہ تم کو ذوق نہ ہو موافقت کی

شرط ہے کہ اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ تم بتکلف اس کے موافق ہو اگر تم گرما گرمی کے ساتھ اس کے موافق ہوگے تو اس کی گرمی تیز نہ ہوگی تو کم بھی نہ ہوگی اور اگر تم سردی کے ساتھ موافق ہوگے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری سردی اس غریب کی گرمی کو ٹھنڈا کر دے۔ اگر تم بھی گرمی کا اظہار کرو گے تو شاید اس کی گرمی کا عکس تم پر پڑے اور تم بھی محظوظ ہو۔

اہل ذوق کے روبرو تم کو کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے جس سے ان کی حالت میں فرق پڑے رقص اس قدر نہیں کرنا چاہیے کہ دیگر حاضرین پریشان ہوں اور قوال تھک جائے اگر کسی شعر میں تم کو ذوق پیدا ہو اور دوسروں کو نہ ہو تو اپنے ذوق کو ضبط کر لو اور جب تم کو بھی ذوق ہو اور دوسروں کو بھی تو وہ وقت بہت عمدہ ہے راحت پر راحت اور ذوق پر ذوق حاصل کرو اگر تم اہل ذوق ہو تو جان لو گے کہ اس حالت میں کس طرح ذوق زیادہ ہوتا ہے۔

تم نے سنا ان ہوا پرستوں کا قول ہے کہ اگر خر حور کے ساتھ ہم جفت ہو تو انزال کے بعد وہ حور اس کو مادہ خر سے بدتر معلوم ہوگی۔ اور اگر مادہ خر سے ہم جفت ہو اور انزال نہ کرے تو وہ اس کو حور سے بہتر معلوم ہوگی۔ اے عزیز میں نے کہہ دیا ہے کہ سماع صورت عشق بازی ہے اگر تم کو کسی سے عشق ہے اور معشوق کے ساتھ تمہارے مختلف معاملات ہیں تب سماع تمہارا کام ہے۔ جس شخص کو خوف یا رجاء ہو سماع اس کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بہتر ہے کہ گھر کے گوشہ میں وظیفہ پڑھا کرے یا باغ میں جاکر سرو وگل کا نظارہ کرے اور خوشبو سونگھے۔

حالت ذوق میں کسی کا نام بھی زبان سے نہ لے اگر پیر کا نام زبان پر آئے تو شاید کچھ حرج نہ ہو۔ سماع سے پہلے ہی اوراد و وظائف سے فارغ ہو جانا چاہیے اگر کوئی وظیفہ باقی رہ جائے تو پھر .ضرورت مجلس سے جدا ہو کر پورا کرے مگر یہ بات نامناسب ضرور ہوگی۔ اور دوسروں کے لیے اس کا یہ فعل تفرقہ کا موجب ہوگا۔ اگر ایک شخص کسی ضرورت سے چلا جائے تو دوسرے کو نہ چاہئے کہ وہ بھی اٹھ کھڑا ہو اور مجلس کو پراگندہ کرے اور

اگر کئی آدمی ایسا ہی کریں تو قوالوں کو چاہیے کہ وہ بھی ایک ایک دو دو کر کے رخصت ہوں۔ سماع کی مجلس اگر بطور مہمانی کے ہے تو میوہ اور شیرینی وخوشبو وغیرہ سے بھی تواضع ہونی چاہیے اور اگر کسی بزرگ کا عرس ہے تو اصل مقصود سماع ہے طعام وغیرہ اس کے طفیل میں خیال کرنا چاہئے۔ اگر سماع میں ارذل الناس بھی رقص کرنے کھڑا ہو جائے تو سب لوگوں کو اس کی موافقت لازم ہے اور کسی حیلہ سے اس کو مجلس کے باہر کریں یا کوئی شخص اس سے بغلگیر ہو کر جگہ بٹھا دے۔

سماع کے لیے مکان تھی اور محفوظ ہونا چاہیے نیز مکان میں صحن کشادہ نہ ہو اگر ہو تو اس پر شامیانہ تان دیں صحرا یا کھلے مکان میں سماع کرنے سے اثر بخوبی نہیں ہوتا کیونکہ ہوا اس کی تاثیر کو متفرق کرتی اور دل میں بیٹھنے نہیں دیتی ہے۔

اگر حالت وجد میں دستار کا پیچ کھل جائے تو اپنے ہاتھ سے باندھ لے یہ انتظار نہ کرے کہ دوسرا آن کر باندھے نہ کھلا ہی رہنے دے کہ پھر اس کے گلے لپٹ جائے۔ اگر دستار کے زیادہ پیچ کھل جائیں تو اتار کر قوال کو دے دے اگر زمین پر امانت رکھے گا تو وہ جانے۔ ہمت وحمیت اور مروت والا تو قوال ہی کو دے گا۔

مسجد میں سماع نہ کرنا چاہیے نہ سران مجلس اور قوال اس طرح بیٹھیں کہ قبلہ کی طرف منہ یا پشت ہو بلکہ قبلہ ایک ہاتھ کی طرف ہونا چاہیے۔

مجلس میں قوال کے ساتھ اس کی اصطلاح میں بات نہ کرے کہ اس بات سے اپنی سبکی ہوگی مجلس میں ایسے باہیبت وعظمت بزرگوں کا شریک ہونا ضروری ہے کہ جب ان کو ذوق آئے تو سب لوگ لطف حاصل کریں۔ ایسے کسی شعر یا دوہہ پر ذوق نہیں کرنا چاہیے جس کا مضمون فحش اور عوام کے دلوں میں اس کی طرف سے بدگمانی پیدا کرنے والا ہو۔ اگر صوفی کے اندر طیران کی قوت ہے مجلس میں نہ دکھائے۔ اگر کسی کے دل راز مطلع ہو اس کا اظہار نہ کرے اور اس اطلاع کو اپنے حق میں تفرقہ سمجھے سماع کے اندر صرف اپنے ذوق ہی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ جو شخص تنہا سماع سنے اچھا تو ہے مگر لطف جبھی ہے کہ جب حریفوں کے ساتھ ہو تنہائی میں بجز اس کے کہ اپنے تیئں آپ دے دے مارے اور

پیچ و تاب کھائے اور کچھ نہیں ہے۔

قوالوں کو سماع کے وقت باطہارت اور بغیر کسی آلودگی کے ہونا ضروری ہو اگر قوال آلودہ ہو تو اس کو ذلت کے ساتھ مجلس سے دور کریں۔ سماع کی مجلس میں گھر سے کچھ کھا کر نہ آئیں اور وقت مقررہ پر پہنچ جائیں نیز اپنے ساتھ کسی دوسرے کو نہ لے جائیں۔

رقص کی توضیح اور ذوق کا بیان

سماع کی حالت میں صوفی کو اضطراب پیش آتا ہے یہی رقص ہے کبھی یہ اضطراب وزن کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی بغیر وزن کے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو صوفی علم موسیقی میں پوری مہارت رکھتے ہیں وہ بھی تال اور وزن بھول جاتے ہیں اور ان کی حرکات غیر مرتب ہوتی ہیں۔

سماع میں دو باتوں سے ذوق حاصل ہوتا ہے ایک نغمہ سے اور ایک شعر کے معنی سے جن کو اپنے مطلب کے موافق حمل کیا جائے۔ نغمہ سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس کی حمل یعنی مطلب کے موافق گانٹھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ بالخاصہ طبیعت میں ایسی ہی رقت و حرکت پیدا کرتا ہے جیسی کہ حسن صورت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ نغمہ سننے سے جنبش اور گریہ و نعرہ ظاہر ہوتے ہیں۔

کسی نے اسی بات کا سبب ہمارے خواجہ (یعنی مخدوم العالم نصیرالدین محمود چراغ دہلی قدس اللہ سرہ) سے دریافت کیا آپ نے فرمایا جو چیز حسن رکھتی ہے وہ عالم علوی کی ہے اور روح بھی اسی عالم سے ہے مگر حکم الٰہی سے مجبور ہو کر اس عالم میں گرفتار کی گئی ہے نغمہ کا حسن یا حسن صورت جب روح ملاحظہ کرتی ہے تو اس کو اپنا وطن یاد آتا ہے اور بے چین ہو جاتی ہے۔ دیکھو جب کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کے گھر سے خط اس کے پاس پہنچے تو اس کو پڑھ کر اس کی عجیب حالت ہوتی ہے یہی حال روح کا سمجھ لو۔

ایسے وقت میں اگر صوفی دل کو مراقبہ یا ذکر خفی کی طرف متوجہ کرے تو بہت جلد اس کی روح کو عروج نصیب ہو۔ ہمارے شیخ حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہما کی نقل

فرماتے تھے کہ جب وہ سماع سنتے تو مراقب ہو جاتے اور روح کو طیر و سیر میں مشغول کرتے۔ درحقیقت سماع محققانہ یہی ہے مگر بجز ان خاص حضرات کے ہر کسی کو میسر نہیں ہوتا۔

نغمہ سے دل کو پوری صفائی حاصل ہوتی ہے اور روح کو بہت بڑا حصہ ملتا ہے۔ شعر کے معنی حمل کرنے سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بیت کے معنی ظاہر ہیں تو ان کے حمل کرنے میں کچھ مشقت نہیں ہوتی یہ بہت آسان طریقہ ہے پہلے زمانہ میں اسی قسم کے اشعار گائے جاتے تھے جن میں زہد و عبادت اور ترک و تجرید وغیرہ کا ذکر ہوتا تھا صوفی انہیں اشعار پر رقص و اضطراب کرتے تھے۔ اگر تم کو صوفیوں کا مقام معلوم کرنا ہو تو سماع کی مجلس منعقد کرو پھر دیکھو کہ کس مضمون کے شعر پر کس شخص کو حال آتا ہے جس شعر پر جس شخص کو حال آئے اس کے مضمون سے اس کا مقام معلوم کرو مثلاً شعر میں زہد کا مضمون ہے تو جس کو اس پر حال آئے گا وہ مقام زہد میں ہوگا اسی طرح خوف و رجاء و دیگر مقامات کو معلوم کرو ہمارے خواجہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ مقام تسلیم و رضا میں تھے جو آپ کو اس بیت پر وجد ہوا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است
جانم زوروں میدہد آواز مرا
کہ اے کاہل راہ عشق در باز مرا

حضرت خواجہ کا واقعہ یہ ہے کہ بارہویں ربیع الاول کی تاریخ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے مکان میں حضور ﷺ کا عرس شریف تھا اور سماع کی مجلس ہو رہی تھی کہ قوال نے وہی بیت کہی جو اوپر بیان کی گئی ہے حضرت خواجہ کے موافق حال آئی اور آپ کو وجد شروع ہوا حالت رقص میں چند قدم آتے اور جاتے تھے اسی حالت میں تین روز گزر گئے اور چودھویں ماہ مذکور کو جان بحق تسلیم کی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی تسلیم تھی تسلیم اہل محبت تھی یا تسلیم اہل معرفت ان دونوں میں سے ایک ضرور تھی۔ معاملات

کی تسلیم ایسی نہیں ہے کہ جس میں روح خرچ کی جائے۔ محب یا محبوب اگر چاہیں کہ ایک ہو جائیں تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں میں انیت باقی ہے لہٰذا محب کو باوجود سوز وگداز ودرد کے دل تسلیم کے ساتھ دنیا چاہیے یہی مقام روح کے خرچ کرنے کا ہے اور حضرت شیخ نے ایسا ہی کیا۔

ہر زماں از غیب جان دیگر است کا یہی مطلب ہے کہ جو جان جاناں کے ساتھ زندہ ہوئی وہ لاکھ کیا بلکہ بے شمار جانوں کے ساتھ زندہ ہے۔ حضرت شیخ نے اس بیت کے الفاظ سن کر وہی معاملہ کیا جو اس بیت کے لائق تھا۔ اور جس بیت کے ظاہری الفاظ سے کوئی حال ومقام معلوم نہ ہو البتہ اس کو حمل کرنا چاہیے۔

ہمارے شیخ حضرت خواجہ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ ہر قسم کے اشعار فارسی عربی اور ہندی سن کر ان کے معانی کو عاشق ومعشوق کے درمیانی معاملہ پر حمل کرتے اور اس مقام کے لائق ذوق ولطف اٹھاتے پھر آپ کے بعد سے یہ قاعدہ مروج ہو گیا۔

بعض اوقات مجلس میں ایک ہی شعر پر دس دس صوفیوں کو وجد ہوتا ہے۔ روتے ہیں اور نعرے مارتے ہیں معلوم نہیں کہ ان سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ یا جداگانہ تمیل کا طریقہ یہ ہے کہ شعر کے مضمون کو اپنے حال کے مطابق کریں اور ذوق اٹھائیں مثلاً شعر میں وصل یا ہجر یا ناز وکرشمہ وغیرہ کا ذکر ہے تو اس کو اپنے حال کے مطابق کر لے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے ایک شخص کا بیٹا گم ہو گیا اور وہ اس کی جدائی کے رنج وغم میں مبتلا ہے پھر اس نے یعقوب ویوسف علیہ السلام کا قصہ سنا اور اپنی حالت کو یعقوب علیہ السلام کی حالت کے مطابق پا کر رونے لگا۔ ناز وکرشمہ کی حکایت اگرچہ عشق مجازی میں ہے مگر جب صوفی پر سوز وگداز اور درد وغم کی حالت گزرتی ہے تو وہ اس کو عین اپنی حالت کے مطابق پاتا ہے اس بیان کی تفصیل کی جائے تو بہت طول پکڑے اگر تم کو فہم وادراک ہے تو بخوبی سمجھ لو گے۔

ایک مجلس میں یہ شعر گایا جا رہا تھا۔

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی

قلم بر بیدلاں گفتی نخواہم راندہم راندی

میرے خواجہ اور دیگر صوفیان باصفا کو اس شعر پر ذوق واضطراب پیدا ہوا ایک شاعر احمق گدھا بھی حاضر تھا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس شعر کا مضمون حقیقت پر کیسے حمل کر سکتے ہیں یعنی اگر خدا تعالیٰ کو یہ کہیں کہ تو نے جفا کی اور بے دلوں پر قلم چلایا تو یہ کفر ہے اور ایسا سماع حرام مطلق ہے وہ احمق یہ نہ سمجھا کہ یہ بزرگان ایک حال سے دوسرے حال اور ایک حکایت سے دوسری حکایت میں پہنچتے ہیں۔ کم سے کم صوفی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ فرمان ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المئومن۔ ٦٠) "مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔" اور وہ برسوں سے دعا کر رہا ہے اور طلب میں کوشش کرتا ہے تمام عمر اس کی سوختگی میں تمام ہو رہی ہے اور مقصود تک نہیں پہنچتا اسی امید میں اس نے سالہا سال ریاضت ومجاہدہ کیا مگر کچھ مراد حاصل نہ ہوئی اس کے دل میں شوق وطلب جو ڈالی گئی ہے اس لیے جلن پر جلن بڑھتی جاتی ہے اور وصل کی کوئی امید نہیں۔ میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں کم سے کم درجہ کا وہ شخص ہوتا ہے جس کی یہ حالت بیان کی گئی۔

ایک واعظ گدھا عالم بے علم دانشمند بے دانش پیر نابالغ مجلس میں حاضر تھا اور صوفیوں کو ایک ہندی کلام پر وجد ہو رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ عاشق ومعشوق کے درمیان میں ایک دریا عمیق حائل ہے جس کے سبب سے عاشق معشوق تک نہیں پہنچ سکتا اور اپنی اس مجبوری اور لاچاری پر حسرت وغم اور رنج وافسوس کا اظہار کرتا ہے۔ واعظ بیوقوف کہنے لگا کہ اس مضمون کو حقیقت پر کیسے حمل کر سکتے ہیں۔ وہ احمق یہ نہ سمجھا کہ یہ حکایت در فراق کی ہے عاشق جل رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح ہو سکے معشوق تک پہنچے مگر کوئی ایسا مانع درپیش ہے جو اس کو آگے بڑھنے نہیں دیتا۔

ان دونوں حکایتوں کے نقل کرنے سے مطلب یہ ہے کہ تم کو حمل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ مگر یہ میرا کلام صوفیاء کاملین کی نسبت ہے جو شوق الٰہی میں رقص کرتے ہیں ہزل وغفلت میں وقت نہیں کھوتے ان پر دیگر بے ہودگان کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

اشارات رقص کی توضیح

ان بزرگوں کی رقص میں بھی چند اشارے ہیں اگر دونوں ہاتھوں کو اوپر لے جا کر پھر آئیں اور سینہ پر جمع کریں تو یہ مطلب ہے کہ دونوں جہان کو ہم نے جمع کر کے ایک جگہ رکھ دیا اگر اثناء رقص میں تالی بجائیں تو یہ مطلب ہے کہ کون ومکان سے ہم در گذرے اور ہم خوش ہیں کہ دوست سے مل گئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم مصیبت زدہ اور خالی ہاتھ ہیں۔

پیر مارنے میں یہ اشارہ ہے کہ غیر خدا کو ہم نے پیروں سے کچل ڈالا اور نابود کر دیا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ اپنی خودی کو زیر پا کیا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ اب ہم اوپر کو جاتے ہیں مگر طبع جبلی نیچے کی طرف کھینچتی ہے۔ روح چاہتی ہے کہ عروج کریں۔ مگر نفس کی قید مانع ہوتی ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ تمام موجودات ہمارے پیر کے نیچے ہیں اور ہم سب فارغ ہیں۔

چکر جو یہ لوگ لگاتے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ وجود کی چکی جو چل رہی ہے ایک حالت پر نہیں رہتی۔ اور یہی اشارہ ہے کہ ہم ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ کدھر سے محبوب کا جمال نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں طبیعت کا اضطراب اور بے چینی گشت لگانے پر مجبور کرتی ہے۔

بعض لوگ سینہ کو ہاتھوں سے بھینچ کر گشت لگاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں دونوں جہاں سے نکلنا چاہتا ہوں مگر نہیں نکل سکتا اس لیے بھینچ کر رہ گیا ہوں۔ بعض لوگ سینہ پر ہاتھ رکھ کر رقص کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں دل کی حفاظت کر رہا ہوں تاکہ پریشان نہ ہوں اور جو کچھ فرمان ہو اس پر عمل کروں۔ اور بعض لوگ بغل میں ہاتھ دبا کر چکر کھاتے ہیں ان کا یہ مطلب ہے کہ میرا راستہ بند ہے کام پیچیدہ ہے ہر چند کوشش کرتا ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں نے معشوق کو بغل میں دبا لیا ہے اب ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ بعض لوگ سینہ پر ہاتھ مارتے ہیں ان کا مقصد اپنی مصیبت کا اظہار کرنا ہے کہ مقصد حاصل نہیں ہوا اور نہ معلوم کہ آئندہ بھی حاصل ہو گا

اور اگر حاصل ہوا بھی تو مرضی کے موافق نہ ہوا۔

بعض لوگ پشت پر ہاتھ رکھ کر رقص کرتے ہیں یعنی ہماری مشکیں بندھ گئی ہیں جو کسی طرح نہیں کھل سکتیں اور ہم جس قدر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں پیچھے چلے جاتے ہیں۔ بعض صوفی ایک ہاتھ سمیٹ کر اور ایک پھیلا کر وجد میں آتے ہیں مطلب یہ کہ ہم ٹھہر گئے ہیں اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جو شخص رقص میں دو قدم آگے بڑھتا پھر دو قدم پیچھے ہٹتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھ پر ایسی ہی حالت گذر رہی ہے۔

جو لوگ آہ کے نعرے لگاتے ہیں وہ ذوق کا تحمل نہیں رکھتے یا ذوق ولذت حاصل ہونے سے فریاد کرتے ہیں۔ رونے کی باریک آواز بھی شوق وذوق کی دلیل ہے اور رنج پر بھی دلالت کرتی ہے اور ہاتھوں کا ملنا محرومی پر افسوس کرنے کی دلیل ہے یعنی کوئی چیز اس کے ہاتھ آئی تھی اور پاس نہ رہی۔ یا یہ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ **ھو** کا نعرہ مارنے میں یہ اشارہ ہے کہبس جو کچھ ہے وہی ہے اور کچھ نہیں۔

میں نے یہ اشارات کاملوں متوسطوں اور مبتدیوں سب کے ملے جلے بیان کئے ہیں ان کی تفصیل مرد صادق خود سمجھ سکتا ہے۔

سماع ایک بے ضبطی اور اضطراب کی حالت ہے بعض وقت ایسی گم شدگی ہوتی ہے کہ کسی اشارہ کی خبر نہیں رہتی طبعی طور پر اندر سے بے چینی پیدا ہوتی ہے اسی سبب سے سماع میں بعض لوگوں کے چہرہ پر ایسی رونق اور جمال پیدا ہوتا ہے جو اور کسی وقت نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگوں کی صورت نہایت قبیح ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ سماع میں اپنے مقصود کو پیش نظر رکھتے ہیں مگر یہ لوگ نادر ہیں مثلاً عشق مجازی میں دیکھو کہ جب کسی عاشق کے سامنے اس کی معشوقہ رقص کرتی ہو تو اس کے ذوق کا کیا ٹھکانا ہے اس پر عشق حقیقی کو قیاس کرلو۔

جو لوگ سماع میں امردوں پر نظر دوڑاتے ہیں مردان حقیقت کے نزدیک ان کا سماع غیر معتبر ہے اور ان کا درد وسوز کچھ وزن نہیں رکھتا اور یہ لوگ صورت پرست کہلاتے ہیں۔ مگر جس نے کیمیا گری کی اور مجاز سے حقیقت میں پہنچ گیا کیونکہ حقیقت ایسی اکسیر

ہے کہ اگر اس کو سنگ خارا پر بھی ڈالو تو زر خالص کر دے گی۔ مگر یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے خدا ہی جانے کہ اس کام کا کون ہو گا۔

این جا نہ رسد ذوق ہر سودائی

اس مقام میں ہماری گفتگو نہیں ہے۔ سماع میں رقص اس طور سے کرنا چاہیے کہ کسی کو دھکا یا آزار نہ پہنچے اگر کسی رقص کرنے والے سے کسی کو تکلیف پہنچی تو سمجھ لو کہ یہ سماع کا اہل نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو سماع میں خبر نہیں رہتی ایسا ہوتا ہے مگر کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ (یعنی ایسا جیسے کہ بجلی چمک گئی) بعض لوگ معذور وضعیف ہوتے ہیں مگر سماع میں ان کے اندر وہ قوت آجاتی ہے جو قوی آدمی میں نہیں ہوتی اس قوت کا سبب واردات ہے جس نے اس کو اس کی ہستی سے باہر کر کے اس کی خودی کے تصرف میں نہیں رکھا۔

جب سماع مین ذوق وشوق ترقی کرے تو بہتر یہ ہے کہ ایک گوشہ میں بفراغت بیٹھ جائے حالت وجد میں بلند آواز سے نہ روئے اگر رونا شدت کرے تو زبان کو دانتوں سے دبالے۔ سماع کے دن پیٹ بھر کر نہ کھائے نہ لہسن پیاز استعمال کرے اور پان وغیرہ سے منہ خالی کر کے شریک ہو۔ اثناء وجود میں شعر کے معانی کا بیان نہ کرے۔ نہ قوال کو اپنے ساتھ رقص میں شریک کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ قوم کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔ سماع کی مجلس میں کسی قسم کا غضب و تعصب نہ کرنا اور نہ کسی کے وقت کو خراب کرنا چاہیے صرف اپنے ہی ذوق ولذت کا خیال نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ سماع تمام حاضرین کی مشترکہ چیز ہے اگر کسی کو مجلس سماع میں ہزل وہنسی کرتے دیکھے تو اس کے منہ پر طمانچہ مارے حضرت ذولنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت تم نے سنی ہو گی جو اوپر گذر چکی ہے۔

سماع میں مخنثوں کی طرح رقص کرنا اور تالیاں بجانی نہیں چاہئیں ہاں یہ کوشش کرے کہ شعر کے موافق چلے۔ اگر اوزان موسیقی سے ذوق حاصل ہو تو وہ مثل نغمہ کے ہے جس کا ہم نے اعتبار کیا ہے۔ قوال جو شعر کے ساتھ خواجہ یا میراں کا لفظ کہتے ہیں۔

اس کی طرف دھیان نہ کرے۔ فارسی وعربی اشعار کی طرف زیادہ میلان رکھے۔ اگر ہندی کلام میں کوئی فحش بات ہو اور اس کا حمل یہی درستی سے ہو سکتا ہو تب بھی اس سے اعراض کرے اور خلوت و تنہائی کو اس کام کے لیے بہتر و مبارک جانے۔

سماع کی مجلس میں عورت نہ ہو اور اگر خود عورت ہی گانے والی ہے **فَعَلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِسْتِغْفَارِ** اگر عورت پردہ میں گا رہی ہے اور بلا قصد تمہارے کان میں اس کی آواز آئی اور ذوق پیدا ہوا تو یہ مستثنٰی ہے۔

جو چیزیں شریعت میں فقہا کے نزدیک بالاجماع حرام ہیں جیسے کہ بعض مزامیر۔ ان سے نہایت پرہیز کرے خاص کر جو شخص کہ ارشاد و تعلیم کرتا ہو۔ سماع کی مجلس بڑی احتیاط کے ساتھ ہونی چاہیے کسی کھڑکی میں سے عورتیں نہ جھانکتی ہوں کیونکہ عورت کی نظر نہایت شوم و منحوس ہے۔

اگر قوال بھی صوفی ہو تو پھر کیا کہنے سننے والے یا قوال پر نظر رکھیں یا اپنے دل پر۔

سماع کی مجلس میں چھوٹے کپڑے پہنے اور شب کے وقت مجلس منعقد کرنی بہتر ہے۔ کیونکہ وہ وقت پوشیدگی کا ہے۔ اگر کسی کے پاس دن کو بہت لوگ آتے جاتے ہوں تو وہ دن ہی کو مجلس منعقد کرے کیونکہ آنے جانے والوں سے پریشان خاطری ہوتی ہے اور سماع دل جمعی کرتا ہے تو سماع کے طفیل میں یہ اس پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ قوال ایسا قیافہ شناس ہونا چاہیے جو حاضرین مجلس میں دردمند ہوا پرست کو پہچان لے۔ اگر کسی شخص کی ظاہری حالت سے نہ معلوم ہو کہ یہ صاحب ذوق ہے اور درحقیقت وہ ہے پھر تم اس کی مزاحمت کرو تو یہ تمہاری فاش غلطی ہے۔

سماع کی مجلس میں ہر کسی کو بلانا ٹھیک نہیں اور جہاں ہر کس و ناکس شریک ہوں وہاں سے احتراز بہتر ہے۔ شادی کی مجلس میں جو بھانڈ وغیرہ گاتے بجاتے ہیں اس میں شریک نہ ہو کسی حیلہ سے کھسک جائے۔ کہتے ہیں کہ مہمان بغیر اجازت میزبان کے باہر نہ جائے یہ ٹھیک ہے مگر جب مجلس ناموافق ہو اور کہنے سننے کا موقع نہیں ہے تو بلا اجازت چلا جائے۔

آداب سماع

بزرگان دین جب سماع سننے کا قصد کرتے ہیں تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ غسل کر کے سپید کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے اور کھانا بہت کم کھاتے ہیں بلکہ جو لوگ منتہی ہیں وہ طے کا روزہ رکھتے اور وقار و عزت کے ساتھ حضور قلب سے مقصود کا تصور کر کے سنتے ہیں۔

مجلس میں ادھر ادھر نظر دوڑانی نہیں چاہیے قوال کی طرف نظر رکھے یا اپنے سامنے قوال کے تال سر اور قواعد موسیقی میں غور نہ کرے۔ قوالوں میں امرد ملیح و خوبصورت نہ ہو اگر اتفاقاً آجائے تو اس پر نظر نہ ڈالے نہ حیلہ بہانہ سے آہ۔ آہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے یہی عزم رکھے کہ خود رقص کرنے نہ کھڑا ہو یعنی اپنے آپ کو ضبط کئے رہے۔ اگر رقص کرنے پر مجبور ہو جائے تو قصداً حلقہ کے درمیان نہ رقص کرے نہ یہ چاہے کہ قوال کی توجہ میری طرف ہو یا لوگ مجھ کو دیکھیں۔ نہ کپڑا اتار کر قوال کی طرف پھینکے مگر جب کہ بہت ہی غلبہ ہو۔ قوال کو جو کچھ دے دے پھر نہ مانگے۔ اگر اثناء رقص میں کپڑا گر پڑا تو وہ قوال کا ہے لینا چاہے تو قوال کو معاوضہ دے کر خوش کرے۔ جب حالت رقص میں صوفی نے دونوں جہان سے قطع تعلق کیا تو پھر تعجب ہے کہ ایک کپڑے میں الجھا ہوا رہ جائے اور قوال کو دینے میں تامل کرے۔

اگر صوفی ایسا فقیر ہے کہ بجز ایک تہبند کے اور کوئی کپڑا نہیں رکھتا اور اندیشہ ہے کہ رقص میں تہبند کھل گیا تو قوال کے پاس چلا جائے گا۔ ایسے صوفی کو ہرگز ہرگز مجلس میں شریک ہونا نہیں چاہیے اگر شریک ہو بھی تو کسی گوشہ میں خاموش بیٹھا رہے رقص نہ کرے۔

پیر کے روبرو مرید مجلس میں جنبش نہ کرے۔ نہ ہائے وائے کے نعرے لگائے بلکہ اپنے دل کو پیر کی طرف متوجہ کئے بیٹھا رہے۔ تکلف سے نہ روئے پیر کے علاوہ کوئی اور بزرگ مجلس میں موجود ہوں تو ان کا بھی ایسا ہی ادب کرے۔

اگر اپنے یاران ہم خرقہ یعنی پیر بھائیوں ہی کی مجلس ہو تو بہت بہتر ہے تاکہ ان میں

کسی طرح کا اختلاف پیدا نہ ہو۔ مخالف و منکر اور گمراہ و نالائق کو اس مجلس میں نہ آنے دیں۔ اگر اتفاقاً آجائے تو کسی بہانہ سے ٹال دیں مخالف اگرچہ بظاہر اختلاف نہ کرے مگر اس کے قدم کی نحوست ہی بہت ہوتی ہے۔ بالخصوص یہ بھی اہتمام کیا جائے کہ دنیا دار نہ آنے پائے اگر اتفاق سے آجائے تو دیگر حصار مجلس کی طرح بیٹھ جائے نہ یہ کہ اس کو صدر میں جگہ دی جائے۔ نہ ایسے لوگوں کے سامنے صوفیوں کو جنبش کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص دنیوی رنج مثلاً کسی دوست کے مرنے کا غم رکھتا ہو تو سماع کے اندر شرکت نہ کرے کیونکہ غمزدہ دل پر سماع کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ کسی کے بدن میں پھوڑا ہو اور اس پر چوٹ لگے تو کیسی تکلیف ہوتی ہے یہی حال دل دردمند کا ہے مگر یہ درد خدا ہی کی طرف کا ہونا چاہیے اگر اس میں زن و فرزند شامل ہوئے تو کام خراب ہو گیا لہٰذا ایسے وقت سماع سے باز رہے۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ کے نواسہ خواجہ تقی الدین نوح نے انتقال فرمایا تو حضرت نے چھ ماہ تک سماع نہ سنا۔ کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ہنوز میرے دل میں نوح کا درد تازہ ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر میں سماع سنوں اور نفس استراق کرے تو شاید مجھے خبر نہ ہو۔ بعض لوگ رقص کرتے ہوئے ہر ایک کے پاؤں میں گرتے ہیں اور دامن پکڑتے ہیں۔ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ اس شخص کا ایثار ہے حالانکہ جو شخص اپنا وقت خراب کر رہا ہے وہ ایثار کیا کرے گا۔

جو شخص سب سے پہلے رقص کرنے کھڑا ہو وہ ایسا ہونا چاہیے جو تمام اہل مجلس کو ذوق و شوق تقسیم کرے اگر اس کے رقص کرنے سے بدمزگی پیدا ہو تو اس کو شوم قدم سمجھیں۔

سماع کی مجلس میں جس طرح عورت کی شرکت سے پرہیز کرنا چاہیے اسی طرح اس فقیہہ سے بھی جو صوفی کے اضطراب و گریہ پر ہنستا ہو۔

نامرداں را ازیں قدح رنگے نیست

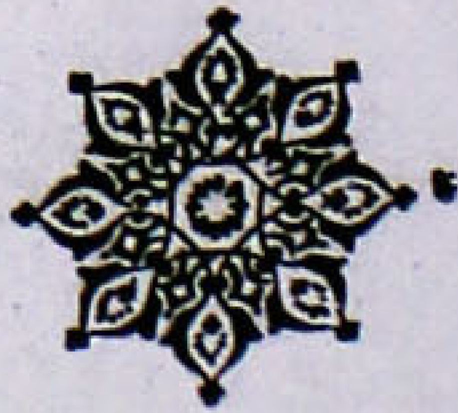
اگر کوئی شعر پسند آئے اسی کی تکرار نہ کرائے کیا خبر ہے دوسروں کو ناپسند ہو اور ان

کا وقت بیکار جائے مجلس میں ہر شخص کو اپنا ہی حصہ لینا چاہیے دوسروں کے حصہ پر قبضہ نہ کرے کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے اَلسَّمَاعُ مُشْتَرَكٌ اگر ایسا شعر پسند آئے جو دوسروں کو ناپسند ہے تو اس کو روک دے۔ سماع ایک غیبی وارد ہے اگر اس کے نصیب میں ہے تو دوسرے شعر سے وہی ذوق حاصل ہوگا جو پہلے سے ہو رہا تھا۔ جہاں تک ہمت وطاقت ہے اپنے کیف کو روکے جب مجبور و مغلوب ہو جائے تو رقص کرنے کھڑا ہو جیسا کہ فقہاء شافعیہ نے فتوی دیا ہے کہ اَلنِّکَاحُ عِنْدَ التَّوَقَانِ وَاجِبٌ یعنی بے قراری کے وقت نکاح واجب ہے ایسی ہی حالت میں صوفی بھی رقص کرے۔

بعض لوگ کہتے ہیں وارد غیبی کو نزول کے وقت نہ دفع کرے نہ جذب کرے اگر آئے آنے دے اگر نہ آئے تو متکلف نہ بلائے یہاں تک کہ وہ خود ہی غالب ہو جائے مگر میرے نزدیک وہی بات متحقق ہے جو میں نے بیان کی یعنی جہاں تک ہو سکے ضبط کرے۔ سماع کی مجلس میں نااہل جنبش کرے گا سب کا وقت خراب ہوگا ایسے شخص کو کسی حیلہ سے باہر نکال دیں اگر اس طرح نہ نکلے تو زبردستی دور کریں۔ اگر کوئی ایسا شخص روتا ہو جس کے دیکھنے سے دوسروں کو ہنسی آئے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اگر کوئی شخص بغیر تال سر کے رقص کرتا ہے مگر ہے مجاہد و مرتاض تو اس کے درد و سوز پر نظر کریں تال سر کو نہ دیکھیں۔ سماع سننے کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ قوال سماع شروع کرے اور صوفی آنکھیں بند کر کے نغمہ پر دل لگائے اور مراقبہ میں مشغول ہو۔ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ اسی طور سے سنتے تھے۔ نیز حکماء یونان و جوگیان ہند کے سماع سننے کا بھی طریق ہے۔ بوڑھے طالب کو بھی اسی طور سے سننا چاہئے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وجد و رقص اور گریہ و بکا کے ساتھ سماع سنے جیسا کہ صوفیوں کا طریقہ ہے۔ اگر بوڑھا طالب روحانی قوت سے جوانوں کی طرح رقص کرے تو حرج نہیں ہے مگر جو شخص ابتدا سے پہلی قسم کے سماع کا عادی ہے وہ بہت ہی کم رقص کرے گا۔ بعض درویش ظاہری صورت سے ذلیل و خفیف معلوم ہوتے ہیں مگر جب کوئی ان سے ملاقات کرتا ہے تو ان میں عزت و کبریائی کی وہ شان دیکھتا ہے جس کا بیان ممکن نہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ

سرہ جس وقت سماع میں ہوتے قاضی حمید الدین ناگوری آپ کے پیروں پر سر رکھ دیتے حضرت شیخ اپنے ہاتھ سے ان کا سر نہ اٹھاتے بلکہ خادم کو اشارہ فرماتے اور وہ سر اٹھاتا۔ ہمارے شیخ حضرت مخدوم العالم نصیر الدین چراغ دہلی قدس اللہ سرہ سے کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ خواجہ قطب الدین مقام کبریائی میں تھے کبریائی کے ساتھ یہ ذلت کیے موافق ہوتی اور اس کبریائی کے ساتھ اس ذلت کا کیا اعتبار۔ اگر کوئی کہے کہ نفس کے ذلیل کرنے کے لیے ذلت اختیار کرنی چاہیے حالانکہ اس ذلت کے دوسری طرف عین عزت ہے تو پھر نفس میں یہ بات آئے گی کہ میں ایسا ہوں کہ باوجود اس قدر عزت کے میں نے ذلت اختیار کر رکھی ہے۔

سماع کے اندر جو شعر سے اس کو معشوق مجازی پر حمل نہ کرے ایسا کرے گا تو عاشق وطالب نہ رہے گا۔ جیسے بیوہ عورت جب کوئی شعر سنتی ہے تو اپنے خاوند کی یاد میں زار زار روتی ہے۔ سماع میں اس عورت کا حصہ نوحہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔



سماع کے متعلق حضرت خواجہ جنید بغدادی کا فتویٰ : سبع سنابل میں ہے کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سماع سنا کرتے تھے۔ آخر وقت میں انہوں نے سماع سننا ترک کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد بغداد میں سماع کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ قاضی حمید الدین صاحبؒ سماع کے اس قدر دلدادہ تھے کہ انہوں نے دس غلام خوش الحان بازار سے خریدے اور ان کو عمدہ عمدہ غزلیات یاد کرا دیں۔ یہ غلام نہایت خوش الحانی سے قاضی صاحب کو سماع سنایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے مفتیوں اور فقیہوں نے قاضی صاحب پر اعتراض کیا اور کہا کہ سماع سننا ناجائز ہے۔ کیونکہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ بھی سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے تمام ہم عصر سماع سنا کرتے تھے چونکہ حضرت جنیدؒ کے اپنے ہم مشرب نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے سماع سننا ترک کر دیا تھا۔ حضرت جنید کا فتویٰ سماع کی اباحت پر ہے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا **مَا تَقُوْلُ فِی السَّمَاعُ** تو آپ نے جواب دیا **کل مَا لَیَجْمَعُ العَبْدَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰه فَھُوَ مباحٌ** حضرت جنیدؒ کی سماع سے توبہ میرے نزدیک حجت نہیں ہے۔

خواجگان چشت اور سماع

حضرت خواجہ غریب نواز بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے۔ اور کثرت سے سماع سنا کرتے تھے۔ حضرت کی محفل میں جو شخص ایک مرتبہ بھی شریک ہو جاتا وہ بھی صاحب ذوق ہو جاتا تھا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی بھی سماع کے دلدادہ تھے۔ حضرت علیہ الرحمتہ کے زمانہ میں جو خلیفہ وقت تھا۔ وہ خاندان سہروردیہ میں مرید تھا۔ ایک روز اس نے اپنا قاصد حضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلایا کہ خواجہ جنیدؒ نے سماع سے توبہ کر لی تھی اگر سماع اچھی چیز ہوتی تو وہ سماع سے توبہ نہ کرتے۔ حضرت خواجہ جنیدؒ ۷ سال کی عمر میں ہی درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے۔ جب ایسے مجتہد وقت سماع سے تائب ہو گئے تو ہمیں بھی سماع سے

توبہ کرنی چاہئے۔ لٰہذا میرا حکم ہے کہ اب جو شخص سماع سنے اس کو سولی پر چڑھا دیا جائے اور قوالوں کو قتل کر دیا جائے۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فرمایا کہ سماع خدا اور بندہ کے درمیان ایک بھید ہے۔ اگر ہم سماع سے تائب ہو گئے تو بیکار ہو جائیں گے۔

ہم اپنے پیروں کی تقلید سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہم علماء کی مجلس میں آئیں گے۔ دیکھیں گے علماء ہمارے سماع کو قبول کرتے ہیں یا رد۔

خلیفہ نے علماء کی مجلس منعقد کی حضرت خواجہ عثمان ہارونی استخارہ کر کے مجلس میں تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ کا روئے انور دیکھ کر علماء پر اس قدر رعب اور ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اپنا سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ حروف تہجی تک یاد نہ رہے۔ حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور عرض گذار ہوئے۔ آپ بے شک اللہ کے ولی ہیں۔ آپ کے لئے بلاشبہ سماع مباح ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت جنیدؒ نے سماع سے توبہ کی تھی۔ یہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ انہوں نے سماع کے اہل لوگوں کے لیے سماع کو حرام نہیں فرمایا۔ جس وقت خواجہ نصیر الدین چشت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر جنید چشت میں ہوتے یا ناصر الدینؒ بغداد میں ہوتا۔ تو جنید کبھی سماع سے توبہ نہ کرتے۔ نہ ہمارے پیروں نے سماع سے توبہ کی اور نہ ہم توبہ کریں گے۔ ہمارے تمام پیروں نے سماع سنا ہے۔ جنید کی توبہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ یہ سن کر علماء نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے ان علماء پر ایک نظر رحمت ڈالی سب خدا رسیدہ ہو گئے۔

خلیفہ کو اس واقعہ کی رپورٹ ملی۔ خلیفہ نے حضرت کو سماع کی اجازت دے دی۔ حضرت نے اپنے مکان میں تشریف لا کر محفل سماع منعقد کی بعض لوگوں نے اعتراض کرنا چاہا۔ خلیفہ نے کہا کہ حضرت خواجہ کو سماع کی اجازت میں نے دی ہے۔ اور قوالوں کو بلا کر حکم دیا کہ سوائے حضرت خواجہ کے اور کسی کو سماع نہ سنانا۔ ورنہ تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ اور بیت المال سے ان کی تنخواہ مقرر کر دی۔

حضرت خواجہ صاحب" محفل سماع میں اکثر رویا کرتے تھے۔ آپ کی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ کہ آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا آنسو خشک ہو جاتے تھے۔ جسم مبارک میں خون نہ رہتا تھا نعرہ مار کر رقص کرنے لگتے تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی" بھی سماع سنا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ محفل سماع سے غائب ہو گئے۔ ایک صوفی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ابھی تک تیری باطن کی آنکھ روشن نہیں ہے۔ اہل سماع نور کے ایک انتہائی مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ ظاہر میں نگاہوں کو نظر نہیں آتے کبھی سماع میں آپ اس قدر روتے کہ سینہ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کے زمانہ کے کسی مولوی یا مفتی کو سماع پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ تھی۔ صرف ایک مجتہد فضیل مکی سماع کا منکر تھا۔ یہ بات حضرت کے کانوں تک پہنچ گئی۔ حضرت نے اس وقت متوجہ بخدا ہو کر دعا کی یا الٰہی اگر ابو محمد چشتی کسی فعل بدعت کا مرتکب ہو تو اسے سزا دے ورنہ فضیل مکی کو تادیب کر۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے فضیل مکی پر ایسی بیماری آکر پڑی کہ اس کا جسم گلنے لگا ناک بھی گل کر بیٹھ گئی حکیموں سے علاج کراتا تھا۔ مرض میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ خواب میں دیدار پر انوار حضور سرور عالم ﷺ ہوا۔ عرض کیا۔ حضور میرے لئے دعا فرما دیجئے مجھے اس بیماری سے نجات مل جائے۔ حضور سرور کائنات نے فرمایا تو نے ابو محمد چشتی کی سماع کا انکار کیا تھا۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیرا یہ انکار اس کے پیروں کا انکار تھا اور پیروں کے سماع کا انکار ہمارے سماع کا انکار تھا۔ تو اگر اس زحمت سے نجات کا طالب ہے تو ابو محمد کے سماع میں صدق دل کے ساتھ حاضری دے۔ فضیل مکی حسب ہدایت محفل سماع میں حاضر ہوا اسی وقت اس کی بیماری دور ہو گئی حضرت شیخ نے سماع سے فارغ ہو کر فضیل مکی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اب تو تو نے سماع اور اہل سماع کے درجات دیکھ لئے۔ فضیل مکی نے یہ سن کر شرم و ندامت سے گردن جھکا لی۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی بھی سماع بہت سنا کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں بڑے بڑے مجتہد مفتی اور ملا تھے مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے خلاف زبان اعتراض کھول سکے۔ ہر مجتہد مادی سماع کی اباحت کا قائل تھا۔ حضرت کی سماع میں تمام محفل وجد میں آجاتی تھی۔ درو دیوار تک جنبش کرنے لگتے تھے۔ حضرت کا جب ارادہ سماع سننے کا ہوتا تو یاران ہم مشرب کو اطلاع بھیج دیتے تھے۔ قوال بھی تین روز پہلے سے اپنی حرکات وافعال کی نگہداشت کرتے تھے۔

آپ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سخت امساک باران ہوا خلیفہ وقت نے بارش کی دعا کے لیے حضرت سے درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا۔ قوالوں کو بلاؤ جس وقت ہم پر کیفیت طاری ہو گی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے اسی وقت بارش ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہوا حضرت شیخ دینوری رحمتہ اللہ علیہ بھی ہر سال اپنے پیروں کا عرس کیا کرتے تھے۔ اور سماع سنا کرتے تھے۔ کسی شخص نے پوچھا حضرت آپ سماع کیوں سنتے ہیں۔ فرمایا ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ مولا علی کرم اللہ وجہہ اور ہمارے پیروں نے سنا ہے۔ آج چونکہ ہمارے پیر کا عرس اور وصال حبیب کا دن ہے اس خوشی میں ہم سماع سنتے ہیں اب بزرگوں کی برکت سے یہ سعادت ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

پیری مریدی کا بیان

موجودہ زمانہ میں پیری مریدی کی جس قدر مٹی پلید ہے ناقابل بیان ہے۔ نہ پیروں میں پیروں کی سی شان نظر آئی ہے۔ نہ مریدوں میں مریدوں کی سی بات ایک رسم ہے جو جاری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں صحیح معنی میں پیر بڑی مشکل اور جدوجہد سے ہی مل سکتا ہے۔

پیر جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے اگر اس معیار پر موجودہ زمانہ کے پیروں کو جانچا جائے تو سوائے گنے چنے اصحاب کے ایک شخص بھی اس معیار پر صحیح وسچا نہ اترے گا۔ مگر اندھیری رات ہیں آفتاب کے عدم موجودگی میں چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے

رات میں آفتاب کہاں سے لایا جائے۔

ارادت کے کیا معنی ہیں : ارادات کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کسی جھوٹے سچے پیر سے بیعت ہو کر گیروا کپڑے پہن لئے اور اپنے کو شبلی اور جنید ثانی سمجھنے لگے۔ مرید حقیقت میں وہ ہے جو اپنے ارادہ اور اختیار تک کو پیر کے سپرد کرے پیر کو حاکم تسلیم کرے۔ اور اس کے حکم کے آگے بلا چون وچرا سر جھکا دے حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا

(النساء۔ ٦٥)

(ترجمہ) : تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

صحابہ کرام کیا رادت کی شان وہی تھی جو آیت متذکرہ وبالال میں مذکور ہے۔ جب صحابہ کرام ارادت کے متذکرہ بالا پختہ رنگ میں رنگے جا چکے تو حق تعالیٰ نے دین کی تکمیل اور تمام نعمت سے سرفرازی عطا فرمائی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ۔ ٣)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا"

پھر جب صحابہ کرام معرفت وسعادت کے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تو دوسروں کو ان کے اتباع کا حکم دیا گیا

پھر تمام تابعین اور تبع تابعین کی ان کی شاندار الفاظ میں تعریف کی گئی۔ اور امت کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ سعادت آخرت قرار دیا گیا۔

پیر کیسا ہونا چاہیے : پیر حقیقی معنی میں وہی پیر ہے جس میں حسب ذیل شرائط پائی جاتی ہوں۔ (۱) مسلک صحیح رکھتا ہو (۲) حقوق شرائط کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتا ہو (۳) مذہب اہلسنّت والجماعت رکھتا ہو۔

(پہلی شرط کی توضیح) مرید اور طالب صادق کو سب سے پہلے صحیح اور درست سلسلہ کی جستجو کرنی چاہیے۔ اس معاملہ میں آج کل بہت ہی زیادہ گڑبڑ ہے ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ اپنی حیات میں اپنا قائم مقام یا خلیفہ اپنے لڑکے کو مقرر نہیں کرتے نہ اس بارے میں وصیت کرتے ہیں۔ وصال کے بعد تیسرے دن لوگ باپ کا خرقہ بیٹے کو پہنا کر ان کی جگہ بٹھا دیتے ہیں۔ خلقت ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگتی ہے اور وہ اپنے باپ کی جگہ پیر بن بیٹھتا ہے۔ اور وہ اس بات سے قطعی ناواقف ہوتا ہے۔ کہ بغیر اجازت والد کے بیٹے کو اپنے باپ کا خرقہ پہننا جائز بھی ہے یا نہیں۔ خرقہ پوشی کے لئے اولاً ارادت دوم اجازت شرط ہے۔

اس طرح قطب اور غوث کی اولاد بغیر رخصت واجازت اولاد ہونے کے محض رشتہ ہے لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم فلاں قطب یا غوث کے صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ہم نے جو کچھ کیا درست کیا۔ حالانکہ یہ فعل سراسر ضلالت اور گمراہی ہوتا ہے۔

(دوسری شرط کی توضیح) پیر کے لیے عالم اور عامل ہونا بھی شرط ہے۔ علم کے بغیر عمل دشوار ہے۔ پیر وہی شخص بن سکتا ہے جو فرائض واجبات سنن اور مستحبات کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی نہ کرتا ہو۔ اور ایسے شخص کے لیے جو مرجع خلائق ہو اس کے لیے جزئیات شریعت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ایسے شخص کی ذرا سی بے احتیاطی مریدوں کی گمراہی کا باعث ہوگی۔

مرید کو سب سے پہلے ان شرطوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ جس پیر کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہے اس میں یہ شرطیں ہیں یا نہیں۔ اگر یہ تینوں شرطیں موجود ہیں تو بلاشبہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینا چاہیے اور اگر ان تینوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو

وہ پیر بنانے کا اہل نہیں۔

یہ شرطیں پیر بننے کی شریعت کے اعتبار سے ہیں۔ طریقت کے قانون کی رو سے اگرچہ پیری کی بہت شرطیں ہیں۔ لیکن بعض اہم اور ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ پیر لقمہ حلال کھاتا ہو حرام اور مشتبہ لقمہ سے پرہیز کرتا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سچ بولتا ہو اس کی زبان پر کبھی جھوٹ غیبت اور فحش بات نہ آتی ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دنیا کا حریص نہ ہو۔ لذات اور شہوت کا تارک ہو۔ رجوع خلائق کی طرف اس کی رغبت نہ ہو اغنیا اور مالدار لوگوں سے میل جول کو پسند نہ کرتا ہو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو جو درجہ اعزاز حاصل ہو اس پر فخر و مباہات نہ کرتا ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مال جمع کر کے نہ رکھتا ہو۔ ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ اگر کسی جگہ سے زیادہ فتوحات حاصل ہوئی ہو تو جمیعت خاطر یا اہل و عیال کے نان و نفقہ کے لئے ذخیرہ کرلے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ پیر خوش خلق ہو۔ خلقت کی ایذا رسانی سے رنجیدہ اور ترش رو نہ ہو اس لیے کہ نہ ہر کہ مردم آزار ست حق سبحانہ تعالیٰ ازوے بیزار ست۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو تکریم و تعظیم کی نیت سے نہ دیکھتا ہو خود بینی کی جگہ اس میں صدقہ اور خودنمائی کی جگہ اخلاص ہو۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مرید بنانے کا آرزو مند نہ ہو۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ وہ مخلوق کی جفا کا متحمل ہو۔ نویں شرط یہ ہے کہ ذنوب و معاصی سے محترز ہو۔ دسویں شرط یہ ہے کہ وہ طالب استقامت ہو کشف و کرامات کا طالب نہ ہو۔

نبوت بیعت و علامت : پیران طریقت نے برادری میں شامل ہونے کی چند علامتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ایک ثبوت یہ علامت کاغذی ہے۔ کہ پیر اپنے مرید کو اپنے سلسلہ کا شجرہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا لکھوا کر عطا فرماتے ہیں۔ دوسرا ثبوت مریدی کا وہ کلاہ ہے۔ جو پیر اپنے ہاتھ سے مرید کو عطا کرتے ہیں۔

مرید دو قسم کے ہوتے ہیں : مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ رسمی حقیقی مرید رسمی وہ ہے جس کو اپنے پیر سے کلاہ و شجرہ حاصل ہو۔ پیر نے جن باتوں کو کرنے کا حکم دیا ہو اس

کی تعمیل میں مصروف رہے۔ اور جن باتوں سے منع کیا ہو ان سے باز رہے مرید حقیقی وہ ہے جو ظاہر اور باطن میں پیر کا تبع ہو اس کی تمام حرکات و سکنات پیر کی حرکات و سکنات کے مطابق ہوں۔ اور اس کا کوئی قدم خلاف راہ و روش نہ اٹھتا ہو۔

مرید کو حلقہ ارادت میں شامل کرنے کے بعد پیر کو چاہیے کہ وہ مرید کا امتحان لے۔ اگر وہ اپنی طلب میں صادق ہو۔ تو سر کے بال منڈوا کر خرقہ پہنا کر ذکر و مراقبہ کی تعلیم کرے۔ اور مرید کو ایک گوشہ میں بٹھا کر اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں مصروف ہو جائے۔ سر منڈانے کی حدیث میں فضیلت منقول ہے۔ ائمہ مذاہب اربعہ اور تمام مشائخ محلوق الراس ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ اس لیے نئے مرید کو بھی اس سنت پر عملدرآمد رکھنے کے لیے صوفیائے کرام کے نزدیک سر منڈانا سنت ہے۔

پیر کو چاہیے کہ وہ اپنے مرید کو خالصتہ اللہ خرقہ عطا فرمائے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک نئے مرید کو بھی خرقہ پہنانا جائز ہے۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک مرید نے حضرت شیخ احمد غزالیؒ سے خرقہ طلب کیا حضرت شیخ نے اس مرید کو میرے پاس بھیج دیا میں نے اس مرید کے سامنے خرقہ پوشی کے تمام حقوق بیان کیے۔ وہ مرید حقوق اور شرائط سن کر ڈر گیا۔ اگلے روز شیخ نے مجھے بلا کر سخت غصہ کا اظہار کیا۔ فرمایا میں نے تو تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے کچھ ایسی باتیں کرو گے جس سے اس کی رغبت اور شوق میں اضافہ ہو۔ تم نے اس سے ایسی بات کہی کہ وہ خود ہی اس راستہ سے ہٹ گیا۔

تم نے اس سے جو کچھ کہا۔ وہ اگرچہ صحیح تھا اگر ہم بھی مریدوں سے ایسی بات کرنے لگیں تو ایک مرید بھی ہمارے پاس نہ ٹھہرے سب بھاگ جائیں۔ ہم اسے ضرور خرقہ پہنائیں گے۔ کم از کم اس قوم کی مشابہت تو پیدا ہو جائے گی۔ صوفیا کی فیض صحبت سے امید ہے کہ کبھی نہ کبھی اس پر یہ رنگ اثر انداز ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ اس کو بھی تصوف کی نعمت سے مالا مال کر دے۔

بہرحال خرقہ پہننے کے بعد مرید کو اپنے پیر کا شکر گذار ہونا چاہیے اس کو اپنے پیر کی

خاص عنایت تصور کرنی چاہیے۔ اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ مجھ میں خرقہ پہننے کی اہلیت کہاں سے تھی یہ سب کرم پیرو مرشد کا ہے۔

خواجگان چشت کی متفقہ رائے ہے کہ طالب صادق کے لیے ایک ذکر اور ایک فکر ہی کافی ہے۔ اور وہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اس لیے کہ یہ افضل الاذکار ہے اس ذکر میں دیگر اذکار بھی شامل ہیں۔ مراقبہ کے معنی خدا کو حاضر ناظر جاننا۔ اس طریقہ پر کہ وہ تمام حرکات جوارح اور دل کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

خلوت کا بیان : خلوت کم از کم ۴۰ دن ہونی چاہیے۔ ۴۰ دن میں انسان کی طبیعت میں تغیر وانقلاب آجاتا ہے۔ سلطان المشائخ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت نصیر الدین محمود سے فرمایا کہ تم چشتیوں کا چلہ کرو حضرت شیخ نصیر الدین نے یاران طریقت سے چشتی چلہ کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ دیوار کے پیچھے بیٹھے رہو چشتیوں کے طریق میں سال بھر میں پانچ چلے ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

شرائط خلوت : خلوت یا چلہ کشی کی چند ضروری شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط کی عدم موجودگی تحصیل مقصود میں مانع ہوتی ہے۔ شرائط یہ ہیں خلوت میں بیٹھنے کے لیے حجرہ میں دایاں قدم داخل کرے۔ اور اعوذ باللہ بسم اللہ اور سورہ ناس تین تین بار پڑھے۔ پھر بایاں پیر رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِي فِيْ الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ وارزقنى مَحبتكَ اَللّٰهُمَّ ارزُقْنِى حُبَّكَ فِيْ شَغفِيْ وَاجْذِبنِى بجلالِكَ وجمالِكَ مِنَ الْمُخلِصِينَ اَللّٰهُمَّ نَفْسِيْ بجذبات ذاتكَ يا اَنِيْسُ مَنْ لَاَ انِيسَ لَهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

پھر مصلی پر قبلہ رو کھڑا ہو کر اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰات وَالْاَرْضِ حنيفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پڑھے پھر دو رکعت نماز بہ نیت جلال الٰہی ادا کرے، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور دوسری میں امن الرسول

آخر کے بعد تک پڑھے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ اَنِيْسًا فِيْ خِلْوَتِي اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ خِلْوَتِي فِي سَوْجَبَةٍ يَشَاهِدَ تِكَ وَوَفِّقْنِي فِيْهِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاسْئَلُكَ رِضَاكَ اَللّٰهُمَّ اَنَاعَبْدَ لَهُوَى اَللّٰهُمَّ اكشف الغطاع عن عينى وارفع الغين عن قلبى حتى اشاهد جمال لا اله الا الله

یہ پڑھ کر ارادت و عقیدت کے ساتھ اثبات و نفی میں مشغول ہو جائے۔

چلہ کی شرطیں : چلہ میں بیٹھنے کے لیے طالب کو ان شرائط کا عامل ہونا ضروری ہے۔ (۱) ایک یہ کہ خلوت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہ ہو۔ خلوت خانہ میں ہمیشہ قبلہ رو چوکڑی مار کر بیٹھے۔ دونوں ہاتھ زانو پر رکھے۔ غسل کرتے وقت دل میں نیت رکھنا کہ یہ میت کا غسل ہے۔ اور خلوت خانہ کو ہی لحد تصور کرے۔ خلوت خانہ سے سوائے وضو نماز یا حوائج ضروریہ کے باہر نہ آنا چاہیے۔ اور خلوت خانہ تاریک ہونا چاہیے دروازہ پر بھی پردے چھوڑے رہیں تاکہ باہر کی روشنی اور آواز نہ آسکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلوت میں محسوسات میں مشغول ہو کر عالم غیب سے محروم ہو جائے۔ خلوت میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جائیں اور دل سے تمام خطرات دور کر دیں۔ اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔

(۲) خلوت میں ہمیشہ باوضو رہیں۔ (۳) تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔ (۴) دل میں خطرات نہ آنے دیں۔ اگر آئیں تو لا اله الا الله سے دفع کردیں۔ بہرحال دل کی صفائی کی طرف متوجہ ہوں۔ دل صاف ہو جانے کے بعد لغزش شہوانی محو ہو کر دل اس قابل ہوگا۔ کہ اس پر غیبی مشاہدات کے نقش نظر آنے لگیں (۵) دوران خلوت میں روزہ سے رہیں روزہ تزکیہ نفس کے لیے ایک اہم ترین ذریعہ ہے (۶) خلوت میں بیٹھ کر کسی شخص سے بات چیت نہ کریں۔ البتہ شیخ سے بقدر ضرورت گفتگو کر سکتے ہیں (۷) اپنے پیر کے ساتھ ربط محکم رکھے۔ اگر دوران خلوت میں کوئی آفت یا خوف مرید کو پہنچے اسی وقت

اپنے پیر کی ولایت کی طرف متوجہ ہو اور شیخ کے دل سے استمداد کرے انشاء اللہ واردات رفع ہو جائیں گے۔ (۸) رنج یا مصیبت کے معاملہ میں کبھی نہ خدا تعالیٰ پر معترض ہو نہ شیخ پر ہریات کو منجانب الٰہی اور تقدیر تصور کرے۔

خلوت کی شرطیں اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ہیں مگر یہ آٹھ شرطیں بنیادی اور اہم ہیں۔

اخلاق اہل تصوف : مرید کو اپنے اندر مکارم اخلاق مقامات اور احوال پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ان لوگوں کی بابت خبر دوں جو قیامت کے دن مجھ سے قریب تر اور میرے نزدیک محبوب ہوں گے۔ عرض کیا گیا ضرور ارشاد فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو نیک اخلاق‘ نرم خو محبت کرنے والے۔ محبت کیے جانے والے ہوں گے اور ان لوگوں کے اخلاق یہ ہوں گے۔ محبت‘ دلاوری‘ چشم پوشی‘ پردہ پوشی‘ صبر و رضا‘ بشارت‘ بردباری‘ تواضع‘ حلم‘ شفقت‘ مصیبت کو برداشت کرنا‘ موافقت اور احسان صلح غیر کے نفع کو اپنی مصلحت پر مقدم کرنا۔ لوگوں کی خدمت کرنا محبت کرنا‘ کشادہ دلی‘ جواں مردی‘ عفو و درگذر‘ سخاوت‘ وفا‘ حیا‘ تمکنت‘ وقار‘ دعا‘ حسن ظن‘ انکساری‘ بزرگوں کی تعظیم کرنا‘ چھوٹوں پر رحم و شفقت کرنا اور دوسروں کے ہدیہ کو بڑا سمجھنا۔ اور اپنی طرف سے ہدیہ کو حقیر خیال کرنا۔

مقامات کا بیان : سب سے پہلا مقام انتباہ ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب و غفلت سے بیدار ہونا۔ اس کے بعد توبہ ہے۔ توبہ کے معنی ترک معصیت اور دائمی ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ توبہ کرنے کے بعد کثرت سے استغفار پڑھنا۔ اس کے بعد انابت ہے جس کے معنی ہیں غفلت سے نکل کر ذکر خداوندی میں مشغول ہونا۔ اس کے بعد ورع ہے۔ ورع کہتے ہیں ان چیزوں کو چھوڑنے کو جن کی حلت میں شبہ ہو اس کے بعد محاسبہ نفس ہے۔ اس کے بعد ارادت ہے۔ ارادت کے معنی ہیں راحت و آرائش ترک کر کے طاعت و عبادت خداوندی میں سرگرم ہو جانا۔ اس کے بعد زہد ہے۔ زہد کے معنی ہیں دنیا کی حلال چیزوں کا ترک اور شہوات سے باز رہنا۔ اس کے بعد

فقر ہے۔ فقر کے معنی ہیں دل کو ہر دنیاوی مملوکات سے خالی کرنا اور خود دنیا کی کسی چیز کا مالک نہ رہنا۔ اس کے بعد صدق ہے جس کے معنی ہیں ظاہر و باطن میں برابر ہونا۔ اس کے بعد صبر ہے۔ جس کے معنی ہیں مصیبتوں کی تلخی کو برداشت کرنا۔ اس کے بعد رضا ہے مصیبت خداوندی میں لذت محسوس کرنا۔ اس کے بعد اخلاص ہے۔ معاملات خداوندی سے خلقت کو الگ سمجھنا۔ اس کے بعد توکل ہے۔ اپنے دل سے طمع دور کرنا اور خدا ہی کی رزاقیت پر بھروسہ کرنا۔

احوال کا بیان : دل کی صفائی کے بعد اس پر جو حالات گزرتے ہیں ان کا نام احوال ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حال حادثہ کا نام ہے۔ جو سالک کے دل پر گذرتا ہے۔ اور اسے دوام واستمرار نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہیں احوال میں سے ایک مراقبہ ہے جس کے معنی ہیں صفائی۔ یقین کے ساتھ مغیبات پر نظر کرنا۔

اس کے بعد قرب جس کے معنی پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ ماسوا کو ترک کر کے خدا کی طرف پوری پوری طرح متوجہ ہو جانا۔ اس کے بعد محبت ہے یعنی محبوب کے خواہشات کی موافقت کرنا خواہ اس میں تکلیف ہی کیوں نہ پہنچے۔ اس کے بعد رجاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا وعدہ کیا ہے۔ ان پر یقین رکھنا۔ اس کے بعد خوف ہے۔ دل سے اس بات کا یقین کرنا کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔

اس کے بعد حیا ہے جس کے معنی ہیں دل کو کشادہ روی سے باز رکھنا۔ اس کے بعد انس ہے یعنی تمام باتوں میں خدا تعالیٰ کے آگے عاجزی کا اظہار۔ اس کے بعد طمانیت ہے قضا وقدر کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر یقین واعتماد کرنا۔ اس کے بعد یقین ہے جس کے معنی تصدیق کے ہیں جس میں ذرہ بھر بھی شک نہ ہو۔ اس کے بعد مشاہدہ ہے جس کے معنی ہیں کہ عبادت اس طرح کیا کرو گویا تم خود اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو یہ بات ضرور ہونی چاہیے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ اخلاق ومقامات واحوال۔ کشف علویات وسفلیات اکثر پیران طریقت کو بیعت سے پہلے ہی حاصل تھے۔ نقل ہے کہ حضرت مخدوم فرید الدین گنج شکرؒ مخدوم شیخ بہاء الدین

زکریاؒ اور مخدوم شیخ نجم الدین کبریٰ یہ تینوں حضرات بیعت کے ارادہ سے مخدوم حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت بابرکت میں گئے۔ حضرت شیخ نے بابا فرید الدین گنج شکر سے فرمایا کہ تمہارا حصہ خاندان چشت میں ہے تمہارا پیردلی میں قطب الدینؒ ہے۔ حضرت شیخ نے باقی دونوں حضرات کو بیعت کرلیا۔ اتنے میں حضرت شیخ کے ملازم نے معزز مہمانوں کے سامنے ہاتھ دھونے کے لیے لوٹا اور طشت پیش کیا۔ خادم نے سب سے پہلے سلفچی حضرت بابا فرید کے سامنے پیش کی۔ حضرت مخدوم صاحب بہت دیر تک ہاتھ دھوتے رہے۔ لوٹے کا سارا پانی ختم ہوگیا۔ آپ کے بعد ان دونوں حضرات نے ہاتھ دھوئے۔ کھانا چنا گیا اور معزز مہمان کھانے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت شیخ نجم الدین نے بابا فرید سے کہا کہ آپ نے تو ہاتھ دھونے میں سارا لوٹا ہی ختم کردیا۔ ہمیں نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ حضرت مخدوم بابا فرید نے فرمایا کہ یہ ملازمہ جس نے ہمارے ہاتھ دھلائے تھے۔ حضرت شیخ کی خدمتگار ہے۔ مجھے لوح محفوظ میں لکھا نظر آیا کہ وہ دوزخی ہے مجھے بہت افسوس ہے کہ حضرت شیخ کی خادمہ اور دوزخ میں جائے؟ میں نے لوح محفوظ سے وہ حروف مٹا کر اس کا نام بہشتیوں میں لکھ دیا۔ اب ان دونوں بزرگوں نے اس واقعہ کی تحقیق کی تو وہ حرف بحرف صحیح تھا۔ اس واقعہ کے نقل سے غرض یہ ہے کہ بیعت ہونے سے پہلے ہی اس قسم کے مکاشفات اور تصرفات حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کو حاصل تھے۔

اس کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکر دہلی پہنچ کر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے شرف اندوز ہوئے اور اپنے پیر کی خدمت میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد خواجہ عالم حضرت غریب نوازؒ دہلی تشریف لائے۔ حضرت بابا فرید ان کی قدم بوسی کے لیے نہ گئے۔ اس لئے کہ اپنے پیر کے سامنے دادا پیر کی قدم بوسی کروں تو یہ بات بھی اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

اور اگر دادا پیر کے سامنے اپنے پیر کی قدمبوسی کروں تو یہ بات بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ آخر حضرت خواجہ غریب انوازؒ نے حضرت خواجہ قطب بابا سے فرمایا کہ شیخ فرید کو بلاؤ۔ حضرت بابا فریدؒ حاضر ہو کر اپنے پیر کے قدم بوس ہوئے۔ حضرت قطب بابا

نے ان کو اٹھا کر حضرت خواجہ غریب نواز کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت غریب نواز نے بابا فرید کو اٹھا کر بغل میں لیا۔ اور نوازشات بے پناہ فرمائیں۔ اور قطب بابا سے فرمایا کیا بات ہے شیخ فرید کا کام اب تک کیوں نہیں ہوا۔ جب وہ لوح محفوظ کی تحریریں تصرف کر سکتے ہیں اب کس بات کی کمی باقی رہ گئی ہے۔

فوائد

(فائدہ) علم افضل ہے یا عمل اس بارے میں عوام کی رائے یہ ہے کہ علم عمل سے افضل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ العلم بلا عمل کجسد بلا روح بعض جاہل صوفیاء عمل کو علم سے افضل سمجھتے ہیں بلکہ علم کو حجاب اللہ کہتے ہیں یہ بھی صحیح نہیں۔

حضرت شیخ صفی قدس سرہ کی خانقاہ میں ایک شخص شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ حضرت شیخ سے کسی نے اس عابد کے بارے میں تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا لیس بشی ء (وہ کچھ نہیں) کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے اس عابد کی تعریف حضرت شیخ کے سامنے بیان کی۔ انہوں نے پھر وہی فرمایا لیس بشی ء (وہ کچھ نہیں) لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اور تفتیش حالات کے درپے ہو گئے۔ آخر رمضان کے مہینہ میں عصر کے بعد ایک شخص ۔نے دیکھا کہ اس مرد عابد نے ازار بند سے افیون کی گولی نکال کر منہ میں رکھی تب لوگون کو یقین آیا کہ وہ عابد افیونی تھا۔

(فائدہ) سماع میں جہاں بہت سے فوائد اور منافع ہیں لغزش اور ضلالت بھی اسی قدر ہے۔ لیکن مضرات کے امکان وقوع سے سماع کا ترک لازم نہیں اس لیے کہ اعمال ظاہر میں یہ افضل ترین عمل نماز ہے۔ جو بعض لوگوں کے حق میں باعث فلاح اور بعض لوگوں کے حق میں سبب عذاب دوزخ ہے۔ سہو اور غفلت نماز میں باعث عذاب دوزخ ہے۔ تو محض اس احتمال سے نماز ترک کرنا درست نہیں۔ یہی حال سماع کا بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عہد رسالت وصحابہ میں سماع نہیں ہوا کرتا تھا اس لیے سماع فعل بدعت ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ سماع فعل بدعت ہے۔ لیکن یہ بدعت کسی سنت کے مزاحم نہیں۔ اس لئے سماع کو بدعت کہنا درست نہیں۔ سماع سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مشائخ متاخرین نے سماع کو مستحسن قرار دیا ہے۔ سب سے بڑا فائدہ سماع کا یہ ہے کہ

طالب کو طلب آرزو میں بعض اوقات حالت یاس و قبض پیش آجاتی ہے۔ جس سے اعمال عبادت میں کمی آجاتی ہے۔ کیونکہ ہر وقت طبیعت پر ایک ایسا بار رہتا ہے جس کی موجودگی میں ایسے کسی کام میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔ سماع سے یہ حالت قبض دور ہوتی ہے۔ مشائخ متاخرین نے اس عارضہ کو دور کرنے کے لیے سماع کو خوش الحان اور عمدہ مضامین کے اشعار سے مشروع طریقہ پر مرتب کر کے طالبوں کو بوقت ضرورت بقدر ضرورت سننے کی اجازت دی ہے۔ تاکہ طبیعت کا ثقل اور کسل دور ہو کر شوق کی تیز گامی بڑھ جائے اور طبیعت کا قلق و اضطراب دور ہو جائے۔

(فائدہ) نقل ہے امام شمس الائمہ گرگانی نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ مودود چشتی سے کہا کہ روایت فقہ اور مسئلہ شرعی کی بحث سے قطع نظر آپ کے مسئلہ کے مطابق سماع کے بارے میں کیا رائے ہے۔ سماع بہتر ہے یا نماز؟ حضرت نے جواب دیا آپ عالم دین ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نماز شرائط وارکان کے ساتھ اخلاص سے ادا کرے تو اس کے متعلق احتمال ہے کہ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ اگر چاہے قبول کرلے نہ چاہے نہ قبول کرے۔ لیکن سماع تو اللہ تعالیٰ کے جذبات میں سے ایک جذبہ ہے جس کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں۔ آپ عالم دین ہیں۔ اور بخوبی واقف ہیں کہ نماز ایک ایسی چیز ہے اور سماع و وجد ایک امر وہبی ہے۔ سماع عین عنایت و قبول حق سبحانہ ہے جس میں رد کا شائبہ بھی نہیں۔

حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری ؒ نے خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کو دیکھا۔ آقائے دوجہاں سے دریافت کیا۔ مجلس سماع کے بارے میں حضور ﷺ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں محفل کا آغاز و اختتام قرآن پر ہونا چاہیے۔

(فائدہ) دین کا کمال دیانت داری میں ہے اور ایمان کا کمال امانت گذاری میں ہے۔

(فائدہ) کسی شہر میں ایک عارف کامل رہا کرتے تھے۔ ایک روز بادشاہ کو ان سے ملاقات کا شوق ہوا۔ وزیر کو بلا کر کہا کہ فلاں بزرگ سے ملاقات کی کوئی سبیل نکالنی چاہیے۔ اتفاق کی بات کہ اس بزرگ کے دو پیرزاد بادشاہ کے ہاں ملازم تھے۔ وزیر نے

ایک کاغذ پر اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ لکھ کر اس بزرگ کے پاس بھیجا۔

انہوں نے بادشاہ کے ان دونوں قاصدوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ پیر زادوں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت آپ کے دیدار کے طلب گار ہیں۔ ہم آپ سے اجازت حاصل کرنے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کیا کرو۔

یہ سن کر مرد بزرگ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اولی الامر کون ہوتا ہے۔ پیر زادوں نے عرض کیا۔ بادشاہ وقت' مرد بزرگ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد وہ انبیاء صفت علماء ہیں جن کی شان میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے عَلَمَاءِ اُمَّتِیْ کانبیاءِ بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں)۔ پیرزادوں نے کہا۔ ہاں دونوں معنی بیان کئے گئے ہیں۔

مرد بزرگ نے فرمایا کہ ایک معنی پر تو حق تعالیٰ نے تمہیں توفیق بخشی ہے۔ جس پر تم عمل پیرا ہو۔ مجھے دوسرے معنی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میں اس پر عامل ہوں۔ لہٰذا مجھے چھوڑو تم پہلے معنی پر عمل کرو۔ میں دوسرے معنی پر۔

الغرض مرد بزرگ خود بادشاہ سے ملنے گئے نہ بادشاہ کو ہی اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب یہ دونوں پیرزادے اٹھ کر چلے گئے تو جس جگہ وہ دونوں بیٹھے تھے مرد بزرگ نے اس جگہ کی مٹی کھدوا کر پھنکوا دی۔

(فائدہ) روح انسانی کا تعلق خواہ وہ نیک ہو یا بد قالب سے رہتا ہے موت کے بعد منقطع نہیں ہو جاتا۔ جسم خاکی اگرچہ مٹی میں گل سڑ جاتا ہے پھر بھی روح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ مثال کے طور پر پان کا پتہ ہے درخت سے جدا ہونے کے بعد بھی اس کا تعلق شاخ سے قائم رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پتہ شاخ سے جدا ہو جانے کے بعد فوراً خشک ہو جاتا مگر یہ بات نہیں اگر احتیاط سے رکھا جائے۔ تو پان کئی کئی مہینہ تک ترو تازہ رہ سکتا ہے۔

(فائدہ) خواجہ ابو علی دقاق ؒ نے اپنے مرید کو مرتے وقت تین باتوں کی وصیت کی تھی۔ (۱) جمعہ کا غسل نہ چھوڑنا (۲) رات کو وضو کر کے سونا (۳) اور خدا تعالیٰ کو ہر نیک

وبدحالت میں یاد رکھنا۔

(فائدہ) مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جس وقت نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تھے۔ تو آپ کا جسم تھر تھر کانپنے لگتا تھا فرمایا کرتے تھے یہ وقت اس امانت کے ادا کرنے کا ہے جس کو زمین و آسمان برداشت نہ کر سکے تھے۔

(فائدہ) پیری مریدی کا کام لوگوں نے سہل سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ ایک روز تشریف فرما تھے احباب کا مجمع تھا۔ آپ بیٹھے بیٹھے کئی مرتبہ اٹھ کھڑے ہوئے بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے اپ کئی مرتبہ کھڑے ہوئے فرمایا ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہا کرتا تھا۔ اسی صورت وشکل کا کتا سامنے گلی سے کئی مرتبہ آیا تھا میں اس کی تعظیم کے لیے اٹھتا تھا۔

ہم شکل کتے کی اتنی تعظیم! اور اگر وہی کتا ہوتا تو نہ معلوم کس قدر تعظیم فرماتے۔

ذکراذکار کا بیان

کتاب منہج السالک الی اشرف المسالک میں ذکر کے ۲۰ آداب بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ۵ آداب ذکر سے قبل کے ہیں اور ۱۲ ذکر کے وقت اور ۳ بعد کے۔

آداب قبل از ذکر: (۱) توبہ (۲) اطمینان (۳) طہارت (۴) اپنے شیخ سے امداد طلب کرنا (۵) شیخ کی امداد کو پیغمبر ﷺ کی امداد سمجھنا۔ اور سرور عالم ﷺ کی امداد کو خدا کی امداد تصور کرنا۔

آداب وقت ذکر: (۶) ذکر کے لیے چار زانو یا نماز کی قعدہ کی طرح بیٹھنا (۷) دونوں ہاتھ گھٹنوں کی چینیوں پر رکھنا (۸) خوشبو لگانا یا خوشبو سلگانا (۹) پاک صاف کپڑے پہننا (۱۰) حجرہ کا تاریک ہونا (۱۱) دونوں آنکھوں کو بند کرنا (۱۲) دونوں کانوں کے سوراخ خوب بند کرنا (۱۳) شیخ کو اپنے روبرو حاضر تصور کرنا (۱۴) صدق ظاہر اور باطن میں اور اخلاص دریا یا شہرت مقصود نہ ہونا (۱۵) کلمہ توحید کا ذکر کرنا۔

آداب بعد ذکر: (۱۶) ذکر کرنے کے بعد بہت دیر تک خاموش رہنا (۱۷) حبس نفس (۱۸) ہر مرتبہ ذکر کرتے وقت اس کے معنی کا دل میں استغفار کرنا (۱۹) ذکر کرنے کے بعد ٹھنڈی ہوا یا ٹھنڈے پانی کے استعمال سے پرہیز کرنا۔

ابن عطاء اللہ شاذلی فرماتے ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے سے عرش الٰہی حرکت میں آجاتا ہے۔ جو شخص کلمہ توحید روزانہ صبح کو طہارت کامل پڑھے گا حق تعالیٰ اس پر رزق کے اسباب سہل فرمادے گا۔ اور جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ توحید پڑھ کر سوئے گا۔ نیند میں اس کی روح عرش کے نیچے آرام کرے گی۔ اور جو شخص زوال کے وقت کلمہ توحید ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا اس کا شیطان کمزور اور حقیر ہو جائے گا۔

اور جو شخص نیا چاند دیکھ کر کلمہ طیبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو تمام بیماریوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ اور جو شخص شہر میں داخل یا خارج ہونے کے وقت ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے گا ہر طرح محفوظ ومامون رہے گا۔ نیز جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ظالم اور سرکش کے سامنے جائے گا حق تعالیٰ اس سرکش کو زیر کردے گا اور اگر بہ نیت کشف غیوب ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس پر اسرار ملک وملکوت واضح کردے گا۔ اور جو شخص ۷۰ ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ بلاشبہ جنت میں داخل ہو گا۔

بعض عارفین نے کہا کہ زبانی ذکر سے دل بھی ذاکر ہو جاتا ہے اس لیے ذکر کرتے وقت زبان اور دل کو مطابق رکھنا چاہیے۔

اذکار اور مراقبات کے سینکڑوں ہزاروں اقسام کتب میں مذکور ہیں۔ ذیل میں ان بعض اذکار ومراقبات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو صوفیائے کرام کے معمولات ومختارات میں سے ہیں۔

طریقہ ذکر: طالب حق کو چاہیے کہ قبل از صبح صادق یا مغرب وعشاء کے درمیان گوشہ خلوت میں چار زانو بیٹھ کر رگ کیماس پائے چپ کو داہنے پیر کے انگوٹھے سے خوب مضبوط دبائیں اور دونوں ہاتھ دونوں زانوں پر رکھ کر انگلیاں کھول دیں اور **الا اللہ** کی ضرف لگائیں نفی کے وقت آنکھیں کھلی رکھیں اور اثبات کے وقت اس معنی کو ذہن

میں رکھیں کہ سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں۔ دس ضرب لگا کر ایک مرتبہ محمد رسول اللہ کہیں۔ ذکر جس قدر ہو سکے کریں۔

طریقہ ذکر اسم ذات

اللہ اسم ذات الٰہی کے تین طریقہ ہیں اول یہ کہ جس دم کے ساتھ آنکھیں کھول کر اس قدر اللہ اللہ کہیں کہ سامنے اندھیرا چھا جائے ار زبان گنگ ہو جائے۔

اس ذکر سے بے اختیار دل ذاکر ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ کی مشق کے بعد تمام اعضائے جسمانی بلکہ تمام چیزیں ذاکر نظر آنے لگتی ہیں اور تھوری ہی مدت میں فنا فی اللہ اور بقاباللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ پاس انفاس کا ہے جس وقت سانس باہر آئے **لا اللہ** اور جس وقت اندر جائے **الا اللہ** کہیں۔ یا ہو ہو کہیں اور ہر وقت اسی شغل میں مصروف رہیں۔

تیسرا ذکر ہا۔ ہو۔ ہی اسی ذکر کا نام ذکر اورد وبرد ہے۔ پیران پیر حضرت غوث الاعظم دستگیر کے معمولات میں سے ہیں۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں بیٹھ کر گردن کو پیٹ تک خم کردے اور اپنے مونڈھے کی طرف منہ لے جاکر ہا کہیں اور بائیں مونڈھے پر ہو اور سر کو نیچے جھکا کر ہی ضرب لگائیں۔

دوسرا طریقہ پاس کا یہ ہے کہ جب سانس باہر آئے **لا الہ** کا تصور کریں اور سانس باہر آتے وقت اور اندر جاتے وقت ناف پر نگاہ رکھیں۔

اذکار نفی واثبات

(ذکر دو ضربی ومادم) **لا اله** کی ضرب دائیں مونڈھے پر۔ اور **لا اللہ** کی ضرب لگائیں اور ۳ یا ۵ یا ۷ یا ۹ ضرب کے بعد محمد رسول اللہ کہیں۔

(ذکر چہار ضربی) بجلسہ معود بیٹھ کر لا کو درمیان دونوں زانو کے کھینچ کر بائیں زانوں پر لائیں۔ اور الہ کو دائیں مونڈھے پر ضرب دے کر ہا کو بائیں مونڈھے اور بازو پر ضرب دیں اور چوتھی ضرب **الا اللہ** کی دل پر لگائیں۔

(ذکر پانچ ضربی) پہلوئے چپ سے **لا اله** شروع کر کے داہنے مونڈھے تک لائیں اور داہنے مونڈھے کی ہڈی کو اٹھا کر **الا اللہ** کی ضرب لگائیں پھر پشت کی جانب سر لے جا کر بائیں مونڈھے پر لائیں اور ایک ضرب لگائیں پھر سر کو نیم پشت پر لا کر ایک ضرب لگائیں پھر دونوں مونڈھے کانوں تک اٹھا کر ایک ضرب لگائیں پھر دو زانو ہو کر دونوں زمین سے قدرے اونچا کر کے پانچویں ضرب لگائیں اس کے بعد پھر سرے سے شروع کریں۔ یہ واضح رہے کہ اس ذکر میں حبس دم ضروری ہے۔

(ذکر ہفت ضربی) سر کو زمین کی طرف لے جا کر **لا اله** کہتا ہوا اوپر اٹھائے اور آسمان کی طرف **الا اللہ** کی ضرب لگائے۔ پھر سر جھکا کر ایک ضرب زمین پر۔ اس کے بعد ایک ضرب داہنی طرف اور ایک ضرب بائیں طرف اور ایک ضرب آگے اور ایک ضرب جانب پشت خم کھاتا ہوا لگائے۔ اور ساتویں ضرب سربلند کر کے دل پر لگائے۔

(نوٹ) دل پر ضرب لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ بعض اموات حرکت قلب بند ہو جانے یا اس پر چربی چڑھ جانے سے واقع ہو جاتی ہیں۔ اس ذکر کی مشق سے ذاکر اس قسم کی موت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(ذکر شانزدہ ضربی) دو زانو بیٹھ کر دونوں ہاتھ زانو پر رکھیں اور سر کو تین چکر دیں۔ اور اس درمیان میں حبس دم کے ساتھ **لا اله** کا تصور کریں پھر تین مرتبہ معدہ کو بہ تصور

الا اللہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچیں پھر ایک ضرب الا اللہ کی درمیان میں لگائیں۔ پھر ایک داہنے زانو پر دوسری ضرب بائیں پر اور ایک درمیان دوزانو کے لگائیں۔ باقی ضربات بھی اسی طرح مقامات مذکور پر لگا کر سولہ ضرب پوری کریں۔

یہ ضربات دور بدور اس لئے مقرر کی گئی ہیں کہ انسان کے ہر عضو کے ساتھ دل کے پردوں کا تعلق ہے۔ اس طرح ذکر کرنے سے دل صاف ہو کر حجاب اکبر کے پردوں سے باہر آئے گا اور صوفی کو مکاشفہ و مشاہدہ ہونے لگے گا۔

(نوٹ) نفی اور اثبات میں مبتدی کے لیے مرشد کی تلقین ضروری ہے مرشد ایک لفظ کلی فرما کر لا الہ الا اللہ کے معنی سمجھا دے تاکہ خطرات کی نفی ایک بار ہی حاصل ہو جائے۔

ذکر اثبات

(طریقہ ایک ضربی) جلسہ معہودہ میں پیاسے زانو چپ پر الا اللہ کی ضرب لگائیں۔ اور زبان سے الا اللہ کہتے رہیں اور باطن میں لا موجود الا اللہ کا فکر رکھیں۔

(طریقہ دو ضربی) ایک ضرب زانو کے چپ پر اور ایک ضرب نیم کج ہو کر بائیں کہنی پر لگائیں اور الا اللہ کہتے ہوئے سر زمین کی جانب لے جا کر اوپر لائیں اور ایک ضرب اپنے آگے لگائیں پھر سر کو داہنی کی طرف زمین کے نزدیک پہنچا کر اوپر کی طرف لائیں اور ایک ضرب اپنے سامنے لگائیں اسی طرح متواتر ضربیں لگاتے رہیں۔

(طریقہ ذکر سہ ضربی) بہ نشست مذکور ایک ضرب زانو کے چپ پر اور ایک کوب درمیان اپنے اور ضرب زانوئے چپ اور ایک کوب درمیان اپنے گریبان پھر ایک ضرب درمیان دو زانو کی اور کوب الا اللہ درمیان اپنے یعنی دل پر لگاتا ہوا پے در پے ذکر کرتے رہیں۔

اذکار اسم ذات

(طریقہ یک ضربی) نشست مذکور پر بیٹھ کر سر کے داہنے مونڈھے کی طرف قدرے بلند کریں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضربیں لگائیں اور اسی طرح متواتر لگاتے

رہیں۔ اثنائے ذکر میں آنکھیں کھلی رکھیں اور بدن کو بہ شکل اللہ تصور کریں۔

(طریقہ ایک ضربی باسم ذات) دونوں ہاتھ زانو پر رکھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا معدہ کو اوپر کی طرف سختی سے کھینچیں اور دوسرا اللہ اکبر کہتے ہوئے زیر ناف ضرب لگائیں اور پے در پے ضرب کرتے رہیں۔

(طریقہ ایک ضربی یا ھو) جلسہ معمولی میں بیٹھ کر داہنے مونڈھے کی طرف سے اللہ کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضرب لگائیں۔ اور یہاں سے "ھو" کہتے ہوئے سر کو داہنے مونڈھے پر لے جائیں اور اسی طرح متواتر ذکر کریں۔

(طریقہ ذکر لامتناہی) زانوئے چپ سے جانب زانوئے راست ھو کہتے ہوئے ایک سانس میں دور مدور لگائیں۔

اذکار متفرقات

ذکر لاہوتی : سر کو جانب کتف چپ لے جا کر اور کی جانب پشت کو خم کر دے کردو ھو متصلاً کہیں اور ایک ضرب اپنے درمیان لگائیں۔ لیکن منہ اسی جگہ رہے پھر سر کو کتف مذکور رکھ دو ھو متصلاً کہیں۔ اور ایک ضرب پہلوئے راست پر لگائیں۔ بعدہ دو ضرب زانوے چپ پر اور دو ضرب درمیان دو زانو اور ایک ضرب درمیان اپنے۔ اور دو ضرب زانوئے راست اور ایک ضرب پہلوئے چپ پر لگائیں۔

پھر سر کو کتف راست پر لے جا کر ھو کہیں۔ اور ایک ضرب پہلوئے چپ پر لگائیں۔ پھر تین بار سرین زمین سے قدرے بلند کر کے دوزانو بیٹھیں اور تین ضرب لگائیں اور چپ سے جانب راست پھر جائیں اور سرے سے شروع کریں۔

ذکر جبروتی : سر کو درمیان زانو کے زمین کے نزدیک لے جا کر یا احد کہتا ہوا ضرب لگائیں۔ اور یا واحد کہہ کر ضرب لگائیں پھر یا واحد یا احد متواتر ۱۰ بار کہیں۔ اور سات ضرب اللہ کہتے ہوئے لگائیں۔ اور پھر سرے سے شروع کریں۔

ذکر ملکوتی : ایک ضرب زانوئے چپ پر لگائیں اور یا بدیع کہیں اور ایک ضرب پہلوئے

راست پر اور یا باعث کہیں اور ایک ضرب زانوئے راست پر یا نور کہتے ہوئے ایک ضرب پہلوئے چپ پر یا شہید کہتے ہوئے پھر سر اور کمر بلند کر کے اللہ کہتے ہوئے ضرب لگائیں اور سرے سے شروع کریں۔

ذکر ناسوتی : سر کو تین بار درمیان زانو کے لے جائیں اور وہاں سے اللہ کہتے ہوئے باہر لائیں۔ یا اللہ کی ضرب اپنے درمیان دیں۔ پھر سر کو اسی جگہ لے جا کر اسی طرح یا اللہ کی ضرب زانوئے چپ پر لگائیں۔ پھر سر کو محل مذکور پر لے جا کر بطرز مذکور یا اللہ کی ضرب زانوئے راست پر لگائیں۔

ذکر حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی : سر کو کتف چپ سے **لا الہ** کہتے ہوئے کتف راست پر لائیں اور وہاں سے تھوڑی کو زانوئے چپ پر **لا اللہ** کی ضرب لگائیں اور متواتر اسی طرح مشغول رہیں۔

ذکر حلاج : یہ ذکر شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ہندی زبان میں ایجاد کیا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور زبان سے **اھون تون** کہے اور تھوڑی دیر اسی طرح دیکھتے رہیں۔ پھر زمین کی طرف دیکھیں **اھون تون** کہہ کر کچھ دیر دیکھتے رہیں۔ اور پھر درمیان خیال کر کے متواتر ۳ بار یا ۷ بار **ھھین تون** کہیں اس کے عبد پھر شروع سے شروع کر دیں۔ اس ذکر سے دوئی رفع ہو کر یگانگت حاصل ہوتی ہے۔

اذکار خفیہ

ذکر جہری اور نفی واثبات سے فراغت کے بعد جب دل میں نورانیت جلوہ گر ہونے لگے۔ اس وقت ذکر خفی میں مشغول ہونا چاہیے اور ذکر خفی کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پاس انفاس: سانس باہر آنے کے وقت **لا الہ** اور سانس اندر جانے کے وقت **الا اللہ** کے تصور میں مشغول رہیں۔

(۲) ذکر قلب بلا تعین جلسہ حبس دم کریں اور یہ تصور اسم ذات کا دل کو جنبش دے کر

معدہ کو اوپر کی جانب کھینچ کر نیچے کی طرف لائیں اور اسی طرح کرتے رہیں جب سانس گھٹتا ہوا معلوم ہو چھوڑ دیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر شروع کریں۔

(۳) ذکر استیلا: سالک کو چاہیے کہ خیال کے قلم سے کلمہ طیبہ لوح باطن پر لکھے وہ اس طرح کہ اول زبان کو تالو سے لگائے۔ اور سانس کو بند کر کے لام کو کتف راست سے شروع کریں اور الف لا کی جانب چپ سے بلند کر کے الف کے سر کو بائیں مونڈھے تک لے جائیں اور الہ کو الف ولام کے درمیان قائم کریں اور الا اللہ دل پر لکھیں۔

تصورات کا بیان

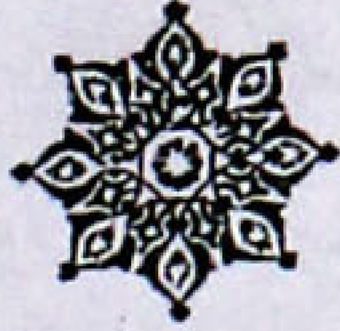
اذکار سے فراغت کے بعد سالک کو تصورات میں قدم رکھنا چاہیے۔ شروع شروع میں سالک کر ہروقت اور ہر حال میں اپنے مرشد کا تصور کرنا چاہیے کہ فنافی الشیخ کا درجہ حاصل ہو جائے اس کے بعد تصور اسم ذات کا شروع کریں اور اس کو اس درجہ بڑھائیں کہ درمیان میں طالب کا وجود باقی نہ رہے۔ **هو الاول هو الآخر هو الظاهر هو الباطن** کی شان پیدا ہو جائے۔

اشغال و تفکرات صوفیا

سلطان الاذکار: غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ قبل بعثت غار حرا میں ٦ سال تک شغل سلطان الاذکار میں مشغول رہے اس سے جو فوائد اور کشائش ظاہری اور باطنی حاصل ہوتی ہے۔ بیان سے باہر ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنگل یا کسی مکان زمین جہاں آدمی کا گذر نہ ہو اور نہ کسی کی آواز آئے رات کو یا دن کو بطور سہ پایہ بیٹھ کر دونوں اتامل سبابین سے کان بند کر لیں۔ فورا کانوں میں ایک آواز سی آنے لگے گی طالب کو چاہیے کہ پوری توجہ کے ساتھ اس آواز سے مشغول ہو جانا چاہیے اور ایک لحظہ بھی غافل نہ رہے رفتہ رفتہ یہ آواز ذاکر کو جمیع جہالت سے احاطہ کرے گی۔ پھر تو یہ حالت ہوگی کہ کانوں میں انگلیاں نہ دیئے بغیر یہ آواز سنائی دینے لگے

گی اور جس وقت اس شغل کا غلبہ ہو گا اس کی آواز اس قدر شدید ہو گی کہ ڈھول اور نقارہ کی آواز بھی مغلوب ہو جائے گی۔

جو کیفیت اس شغل سے ظاہر ہوتی ہے بیان سے باہر ہے مفصل معلومات اپنے پیرو مرشد سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ

افادات حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز حسینی

قدس اللہ سرہ

امابعد معلوم ہوا کہ اذکار حضور ﷺ سے مروی ہیں۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے اصحاب کو تلقین فرمائے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی کیا میں تم کو ایسا راستہ بتاؤں کہ تم اس کے ذریعے سے خدا کو دیکھ لو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا حضور ہاں (ضرور بتایئے) فرمایا کہو **لا الہ الا اللہ** علیؓ نے کہا حضرت یہ تو ہم سب پڑھتے ہیں۔ فرمایا جس طرح میں تم کو بتاؤں اس طرح کہو بعد ازاں حضور نے ذکر ذوالحلقتین تعلیم فرمایا جس کی ترکیب یہ ہے **لا الہ** کو ذہن قلب سے نکال کر گردن اور سر کو دائیں جانب کھینچے اور یہ تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل سے نکال کر پھینک رہا ہے یہ ایک حلقہ ہوا۔

پھر گردن کو بائیں طرف لا کر ذہن قلب پر ضرب لگائے اور تصور کرے کہ اس کے اندر نور الٰہی داخل ہو رہا ہے اور ان دونوں حلقوں میں گردن کی پیچیدگی سے یہ مراد لے کہ ایک میں دنیا اور دوسری میں عقبیٰ کو لپیٹ دیا اور پشت کے پیچھے ڈال کر ان سے بے خبر و بے غرض ہو گیا محض خدا کو دل میں ثابت و باقی رکھا۔

ضرب زور کے ساتھ بلند آواز سے لگائے اور کوشش کرے کہ یہ آواز دل کے اندر

سے برآمد ہو۔ ذکر کی حالت میں ذاکر کو یہ خیال جمانا بھی ضروری ہے کہ خداوند تعالٰی کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ تاکہ ذکر کے ساتھ ہی مراقبہ بھی ہوتا جائے ذکر کی حالت میں خدا سے غافل نہ رہے ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور قلب کے ساتھ اپنے مقصود کی طرف متوجہ رہے اور خطرات کو دل میں نہ آنے دے جن کا بہترین علاج یہ ہے کہ حالت ذکر اور دیگر حالات میں بھی اپنے شیخ و مرشد کی طرف توجہ اور ان کا تصور قائم رکھے۔ اس ذکر کے دو طریقے ہیں ایک وہ جس میں با آواز بلند ضرب لگائی جاتی ہے۔ اس کو ذکر جلی کہتے ہیں اور دوسرا وہ جس کے اندر باہستگی ضرب لگاتے ہیں اس کا نام ذکر خفی ہے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ اگر ذکر کے ساتھ حبس دم کا بھی لحاظ رکھا جائے گا تو خطرات کے دفع کرنے میں اس کی تاثیر بلیغ ہے۔ اور ذکر سے علاوہ دیگر اوقات میں بھی نہایت مفید ہے خصوصاً کھانا کھانے اور پانی پینے میں جب حبس نفس کا خیال رکھے۔ تو بہت جلد مقصود کو پہنچے گا۔

ذکر فنا وبقا : جس کو نفی اثبات آورد برد بھی کہتے ہیں اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ضرب دہن قلب پر لگائے اور دوسری یا تو سر کو زمین پر جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف یا دائیں جانب اور دہن قلب پر یا بائیں جانب اور دہن قلب پر لگائے۔ تمام اذکار کی بیٹھک یہ ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر رکھے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے رہے۔ اور لَاَ مَعْبُوْدَ اِلاَّ اللّٰه یَا لاَ مَوْجُودَ الاَّ اللّٰه یَا لاَمَطْلُوْبَ اِلاَّ اللّٰه یا لاَ مَشْهُوْدَ اِلاَّ اللّٰه کا تصور کرے ان میں سے جسکا تصور کرے گا اسی کے موافق اس پر کشف ہوگا۔

چونکہ صوفیوں کے تمام کاموں کا دارومدار قلب پر ہے۔ اس واسطے قلب کے احوال سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ قلب صنوبری شکل کا مضغہ گوشت ہے۔ روح انسانی کی قرارگاہ اس کے اندر ہے اور روح حیوانی وہ چیز ہے جس سے روح انسانی یعنی نفس ناطقہ تعلق رکھتا ہے۔

اس نفس ناطقہ ہی کو صوفیائے کرام روح القدس اور روح اعظم کہتے ہیں یہ خداوند

تعالیٰ کی شانوں میں سے ایک شان اور اس کے امور میں سے ایک اور اس کا فیض خاص ہے۔ پھر یہ قلب بائیں جانب لٹکا ہوا ہے۔ دہن اس کا اوپر کی طرف بائیں جانب مائل ہے جب تم اس پر ضرب لگاؤ گے تو اس کے اطراف کی چربی پگھل جائے گی اور اس کے اوپر کی غلاظت و پردے جنھوں نے اس کو ڈھانک رکھا ہے دور ہوں گے اور اس کا منہ کھل جائے گا۔ اسی واسطے یہ نصیحت یاد رہے کہ جب ذکر سے فارغ ہو تو زور سے سانس نہ لیا کرو بلکہ سانس کو روک کر تھوڑا تھوڑا چھوڑا کرو تاکہ ذکر کی ساری حرارت یکبارگی نہ نکل جائے۔ نیز جس قدر سانس چھوڑے منہ بالکل نہ کھولے۔ ذکر کی تعداد کم سے کم پانچ سو مرتبہ ہے اور زائد سے زائد تین ہزار بار۔ مگر جس قدر زائد ذکر کرے گا بہتر ہے اوسط درجہ ایک ہزار مرتبہ ہے۔

ذکر فنا و بقا: کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ دایاں گھٹنا کھڑا کرے اور بائیں گھٹنے کو لٹا کر بائیں پیر پر اس طرح بیٹھ جائے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور سینہ کو قبلہ کی طرف تنا ہوا رکھے پھر ایک ضرب یعنی **لا الہ** کی کھڑے گھٹنے پر لگائے اور دوسری ضرب یعنی **لا اللہ** کی دل پر لگائے۔

اسی ذکر کی ایک ترکیب یہ ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر لٹکا کر ان کے اوپر یعنی گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔ اور سینہ کو قبلہ کی طرف خوب تان لے اور اک ضرب دائیں طرف اور دوسری دل پر لگائے۔ یہ ذکر ابدالوں کا ہے اور اسی ذکر سے میرے شیخ مخدوم پر جو کچھ ظاہر ہوا وہ ہوا۔ اور ترکیب یہ بھی ہے کہ ایک گھٹنے کے بل رکوع کرے اور دوسرے گھٹنے کو پڑا رہنے دے اور ضرب لگائے۔

ایضاً فنا و بقا کے ذکر کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ذاکر کھڑے ہو کر ایک قدم یعنی دایاں پیر آگے بڑھائے اور اوپر کی طرف قصد کر کے **لا الہ** کی ضرب لگائے پھر **الا اللہ** کی ضرب دل کے اوپر دے اور پیر پیچھے ہٹا لے۔

ذکر کشف قرآن: چار قرآن شریف لے کر ایک آگے اور ایک دائیں اور ایک بائیں طرف اور ایک اپنی گود میں رکھے اور ایک دفعہ ایک ضرب دائیں طرف کے قرآن پر اور

دوسری اپنی گود کے قرآن پر لگائے پھر ایک ضرب بائیں طرف کے قرآن پر اور دوسری اپنے آگے کے قرآن پر لگائے۔ اس ذکر کی تاثیر سے کماحقہ تجلی قرآن اس پر ہوگی۔

دوسری ترکیب : یہ ہے کہ ایک قران شریف اپنے آگے رکھ کر ایک ضرب اس پر لگائے اور دوسری ضرب اپنے دل پر لگائے اس ذکر کی برکت سے حق تعالیٰ کی تجلی ہونے لگتی ہے۔

ذکر ناری : یہ ذکر آگ کی دہکتی ہوئی بھٹی کے آگے کرتے ہیں۔ پہلی ضرب آگ پر لگا کر ماسوی اللہ کو سوخت کرتے ہیں اور دوسری ضرب دل پر لگا کر ذات واحد کو باقی رکھتے ہیں۔ اس ذکر کی برکت سے ذاکر کے منہ اور دل پر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے مگر ہر ذکر کے واسطے شرط یہ ہے کہ بکثرت کیا جائے اور اپنے مقصود کی طرف ایسا متوجہ ہو کہ بجز اس کے اور کوئی خطرہ دل میں نہ آئے۔ اور ممنوعات شرعی سے پورا پرہیز رکھ کر قوانین تقوی کا پابند بنے۔ (جن کی تفصیل کتاب خاتمہ شریفہ میں بخوبی بیان کی گئی ہے) مخدومی حضرت بندہ نواز سرہ فرماتے ہیں جو شخص طہارت ظاہری وباطنی اور حضور قلب کے ساتھ جو ذکر و مراقبہ بجالائے گا۔ وہ کوئی سا بھی ہو اس کا مقصود حاصل ہونا ضروری ہے۔

پھر یہ شخص کوئی سا شغل وکسب کرتا ہو تو کچھ حرج نہیں یعنی بادشاہ یا قاضی و مفتی ہو کوتوال وسپاہی ہو یا تاجر ہو یا کاشتکار ہو کچھ بھی ہو جب ان شرائط کے ساتھ اس کام میں مشغول ہوگا اس کا نتیجہ پائے گا۔ ذرا کر کے دیکھئے تو سہی۔

ذکر فنا وبقا کی ایک اور ترکیب یہ ہے کہ چت لیٹ کر پہلی ضرب دائیں طرف اور دوسری ضرب بائیں طرف لگائے۔

ایضاً فنا وبقا کی ایک ترکیب ہندی یہ بھی ہے کہ وہ لکڑی جو کو ظفر تکیہ کہتے ہیں سینہ سے لگا کر ایک ضرب اوپر کی جانب سر اونچا کر کے لگائے اور دوسری ضرب نیچے کی طرف سر کو جھکا کر لگائے۔

ایضاً فنا وبقا کی ایک اور ترکیب یہ بھی ہے کہ چار زانو بیٹھ کر دائیں ہاتھ سے پیر کر دایاں انگوٹھا پکڑے اور بائیں ہاتھ سے بایاں پھر ایک ضرب لا الہ کی دائیں مونڈھے پر

اور دوسری لا اللہ کے دل پر لگائے۔

ذکر فنا وبقا ایک ضربی گردن کو نیچے کر کے ناف کے پاس سے لا الہ کھینچ کر دائیں مونڈھے تکلے جائے پھر لا اللہ کے ساتھ دل پر ضرب لگائے۔

ذکر سہ ضربی پہلی ضرب دائیں دوسری بائیں طرف اور تیسری سر کے اوپر کی طرف اور چوتھی دل پر لگائے۔

ذکر پنج ضربی۔ پہلی ضرب دائیں طرف دوسری بائیں طرف تیسری سر کے اوپر کی طرف چوتھی دل پر اور پانچویں آگے کی طرف نیچے کو اترتی ہوئی۔

ذکر حواشی ضرب کی ساتھ دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں پہلے پیشانی پر رکھے پھر دائیں مونڈھے پر پھر بائیں پھر پر پھر دل پر انگلیوں کا رکھنا اشارہ کے طور پر ہوتا ہے۔

ذکر جبروتی۔ لا الہ کو دل سے نکال کر اوپر کی طرف لے جائے خوب کھینچ کر پھر الا اللہ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر ابدال دونوں ہاتھ اوپر کی طرف دراز کرے جیسے کہ انوار الٰہی کو پکڑتا ہے پھر ہاتھوں کو منہ کے پاس لا کر الا اللہ ضرب لگائے گویا انوار الٰہی کو منہ میں رکھ لیا اس ذکر میں پہلی ضرب کے ساتھ ہمک کر آگے بڑھنا بھی چاہئے اور دوسری ضرب کے وقت اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ یہ ذکر کھڑے ہو کر بھی کیا جاتا ہے۔

ایضاً ذکر ابدالی۔ دونوں ہاتھوں کو دل کے پاس سے لا الہ کہہ کر مٹھیاں بند کئے ہوئے آگے کو اوپر کی طرف لے جائے جیسے کہ ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر پھینک دیا اور مٹھیاں کھول دے۔ پھر انوار الٰہی کا لے لینے کا تصور کر کے مٹھیاں بند کر کے الا اللہ کہتا ہوا دل پر ضرب لگائے اور دل کے پاس ہاتھ لا کر کھول دے یہ دونوں ذکر بہت بڑی تاثیر رکھتے ہیں۔ جب ذاکر یہ ذکر کرتا ہے ابدال اس کے پاس آکر ذکر میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔

جب ذاکر کثرت سے ذکر کرتا ہے تو اس کی زبان کے ساتھ اس کا دل بھی ذکر میں شریک ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اگر زبان سے ذکر موقوف بھی کر دے تو دل سے برابر

جاری رہتا ہے اور اسکی آواز کانوں سے سنائی دیا کرتی ہے۔ خود ذاکر کو بھی اور اس کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوں ان کو بھی یہ ذکر روح کی طرف ترقی کرتا ہے پھر سر کی طرف پھر اخفی کی طرف اور یہی اس گروہ کا مقصود ہے۔ مخدومی حضرت بندہ نواز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ زبان کا ذکر تعلقہ ہے اور دل کا ذکر وسوسہ ہے اور روح کا ذکر مشاہدہ ہے۔ اور سر کا ذکر معائنہ ہے اور خفی کا ذکر مبایئہ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان بہت سے درجات وحالات ہیں جن کو وہی لوگ جانتے ہیں۔ جو وہاں پہنچتے ہیں۔ خدا ہم کو بھی نصیب فرمائے۔

ذکر اَنَا فِیْہِ ھُوَ فِیْ دل کی طرف سر جھکا کر کے انا پھر اوپر کی طرف سر اونچا کر کے کہے فِیْہِ اور اس کے ساتھ ہی کہے ھُوَ پھر دل کے پاس منہ کے جھکا کر ضرب لگائے فِیْ اس ذکر کے معنی یہ ہیں کہ میں اس میں موجود ہوں وہ مجھ میں ہے اس ذکر کے طور سے اس مصرع کا پڑھنا بھی اچھا ہے۔ مصرع اَنَا مَنْ اھویٰ وَمن اَھوِیٰ انا اور اگر چاہے تو مذکورہ بالا ترکیب سے یہ الفاظ رکھے اَنَا انتَ اَنْتَ اَنَا یعنی میں تو ہوں تو میں ہے۔ بعض صوفیا اسی ترکیب سے یہ الفاظ کہتے ہیں اَنَا ھُوَا ھُوَ اَنَا آخری لفظ کے ساتھ دل پر ضرب لگائے۔ اور ہندی زبان میں ذکر اسی ترکیب سے ان الفاظ میں کیا جاتا ہے۔
ھُونَ تُو۔ تُو ھُونَ

ذکر ہو۔ پہلے دائیں طرف منہ کر کے کہے ھو پھر بائیں طرف ھو کہے پھر ھو کہہ کر ضرب لگائے۔

ایضاً سانس ہر ایک آمد و رفت کے ھو کہے یہ ذکر بڑا عجیب وغریب ہے جو اس ذکر کا ورد کرے وہی اس کا لطف اٹھائے گا۔ کہتے ہیں کہ انسان ایک شبانہ روز میں بیس ہزار سانس لیتا ہے۔ قیامت کے روز اس سے پوچھا جائے گا کہ یہ سانس کس کام میں خرچ کئے پس یہ ذکر گویا اسی سوال کا جواب ہے یعنی میں نے ان کو تیرے ہی ذکر میں خرچ کیا۔

ذکر یَا ھُوْ پہلے یَا ھُوْ کہہ کر دائیں طرف پھر بائیں طرف پھر آگے کی طرف مائل ہو کر کہے اور چوتھی بار یَا ھُوْ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر لَاھُوْ اِلاَّ ھُوْ سر کو نیچے قلب کی طرف جھکا کر لَا ھُوْ کہتا ہوا دائیں مونڈھے کے اوپر لے جائے اور خیال کرے کہ ماہیت ماسوی اللہ کو دل سے نکال کر پس پشت پھینک دیا یا پھر اِلاَّ ھُوْ کہہ کر دل پر ضرب لگائے اور ذات احد کو دل میں ثابت کرے۔

ذکر تجلی ذات : دائیں طرف منہ کرے کر کے اَللّٰہَ ھَاء کی زبر کے ساتھ کہے اور بائیں طرف اَللّٰہِ ھَاء کے زیر کے ساتھ کہے پھر اَللّٰہُ ھَاء کے پیش کے ساتھ کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر کشف ارواح : اس ذکر سے ہر ایک روح کا حال منکشف ہو جاتا ہے خواہ وہ کسی شخص کی روح ہو اور کہیں ان کا مزار ہو۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ جس طرح ذکر کے واسطے بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر پہلے اکیس مرتبہ یَارَب کہے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہے یارُوْحُ اور یا رُوْحُ الرَّوْحُ کہہ کر دل پر ضرب لگائے روح سے ملاقات ہوگی جو چاہے دریافت کرے۔ میرے مخدوم بندہ نواز نے بعض مریدین کو یہ ذکر اسی طرح تلقین فرمایا ہے۔

ذکر کشف قبور : جس صاحب کو حال معلوم کرنا منظور ہو کہ یہ ثواب میں ہے یا عذاب میں یا اور کوئی بات دریافت کرنی ہو تو اس ذکر کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ قبر کے قریب جا کر میت کے چہرہ کے مقابل بیٹھے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہے یَا نُوْرُ پھر اِکْشِفْ لِیْ کہہ کر دل پر ضرب لگائے اور دوسری ضرب عَنْ خَالِہٖ کہہ کر قبر پر لگائے روح سامنے آجائے گی اور کل حالات معلوم ہوں گے۔ جب اس ذکر کی اچھی مشق ہو جاتی ہے۔ تو قبر پر جانے کی ضرورت بھی نہیں رہتی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یا چلتے پھرتے ہر ایک حالت میں کشف ارواح ہو جاتا ہے۔

ذکر اجابت دعوت : یعنی دعا قبول ہونے کے لیے دائیں طرف منہ کر کے کہے یَا قَرِیْبُ اور بائیں طرف یَا رَقِیْبُ اور دل کی طرف متوجہ ہو کر یَا مُحِیْطُ کہے اور اوپر کی طرف منہ کر کے کہے یَا مُجِیْبُ یہ کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ جب فارغ

ہونے کا ارادہ کرے تو دل میں اپنے حصول مقصد کا تصور جما کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو جائے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے قبول ہوگی۔ حضرت مخدوم کے بعض مریدین یا مُحِیْطُ کی جگہ یا مُجِیْبُ اور یا مُجِیْبُ کی جگہ مُحِیْطُ کہتے ہیں۔

ایضاً دعا کی قبولیت کے لیے صاحب فصوص (یعنی حضرت شیخ ابن عربی) سے منقول ہے کہ دائیں اور بائیں طرف اور دل پر یَا رَبِّ کہے اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہے **یَا رَبِّی**

ذکر نور: کہہ کر دل پر ضرب لگائے پھر دائیں طرف منہ کرکے کہے یَا نُوْرُ اور بائیں طرف۔ یَا نُوْرُ النُّوْرُ کہے اور یَا مُنَوِّرَ النُّوْرَ کہہ کر دل پر ضرب لگائے یہ ذکر روزانہ بلاناغہ کیا جائے تو قلب بہت جلد روشن ہو جائے گا۔

ذکر حق: اس کی ترکیب وہی ہے جو چہار ضربی کی ہے ہر ہر ضرب میں حق کہے اور چوتھی ضرب دل پر لگائے۔ اس ذکر کے کرنے سے ذکر پر بہت سی خوفناک اشیاء کا ظہور ہوتا ہے اگر ان کو سنبھال لیا اور صبرو استقامت سے کام لیا۔ تو بہت سے عظیم الشان کاموں کے لائق وقابل ہو جائے گا۔ اس ذکر کو سہ ضربی کرلے۔

ایضاً دائیں جانب منہ کرکے کہے حق قاف کے سکون کے ساتھ اور بائیں طرف حقی اور دل پر اَنْتَ کہہ کر ضرب لگائے۔

ذکر ہندی جوگیوں کی نشست کے موافق بیٹھے اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہے وَہِیْ ھے کم سے کم اک ہزار کہے اور اس ذکر کی کثرت سے ہوا میں اڑنے کی طاقت ہو جاتی ہے اور تمام مکان ذاکر کے جسم سے پر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہو کر اپنی حالت میں واپس آئے۔

ایضاً سہ ضربی دائیں طرف کہے وَہِیْ ھے بائیں طرف بِہِی ھے اور دل پر بھیْن ھے کہہ کر ضرب لگائے۔

ذکر اسم شیخ۔ اپنے مرشد کا نام لیتا ہوا آسمان کی طرف منہ کرے اور دل پر ضرب لگا کر ختم کردے۔ کم از کم ایک ہزار بار کہے اور یہ ذکر نہایت ہی مفید ہے جس کثرت سے

کرے گا زیادہ فائدہ ہو گا۔

ذکر دفع امراض واسقام۔ دائیں طرف یَا اَحَدُ اور بائیں طرف یَا صَمَدُ اوپر کی طرف یَا وِتْرُ اور دل پر یَا فَرْدُ کی ضرب لگائے۔

ذکر کشف حقائق الاشیاء جہاں ہوں وہیں بیٹھ کر آگے کو اوپر کی طرف منہ کرکے کہے یَا اَحَدَ پھر یا صَمَدُ کہہ کر دل پر ضرب لگا کے اور چاہے تو یہی دونوں ضربیں دائیں اور بائیں طرف لگائے۔

ذکر مشی اقدام۔ اگر جلدی جلدی چل رہا ہو ہر قدم کے اٹھانے اور رکھنے پر الا اللہ کہتا چلا جائے اور اگر متوسط چال سے چل رہا ہے تب ایک قدم رکھنے کیوقت الا اور دوسرا رکھنے پر اللہ کہے اور اگر آہستگی سے چل رہا ہو۔ تب دایاں پیر رکھنے کے وقت لاَ اور بائیں کے وقت اِلٰہ پھر دائیں کے وقت الا اور بائیں پر اللہ کہے ان میں سے جو پسند ہو وہی مناسب ہے۔

ذکر عروج دائیں بائیں اوپر اور دل پر ان چار اسموں کی بہ ترتیب ضرب لگائے۔ یَا عَلِّی یَا رَافِعُ یَا رَفِیْعُ اس ذکر کے ذریعہ سے آسمانوں پر عروج نصیب ہوتا ہے۔

ذکر کشف عرش۔ آسمان کی طرف منہ کرکے کہے اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشُ کہہ کر قلب پر ضرب لگائے۔

ذکر کشف ملکوت۔ اس میں کشف ارواح بھی ہو جاتا ہے اور فرشتے بھی نظر آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں ترکیب اس کی یہ ہے کہ دائیں طرف کہے سَبُوحٌ اور بائیں طرف کہے قُدُّوسٌ پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کہے۔ رَبُّ الملائِکَۃِ والرُّوْحُ



خاتمہ الخاتمہ

میرا ارادہ تھا کہ اس کتاب میں بہتر فرقوں کی تعلیم و تلقین اور ارشاد کا ذکر کروں یہ بہتر فرقے تو اسلام ہی میں ہیں میں تو مشرکوں' مجوسیوں اور یہود ونصاری سب ہی کی تعلیم کے طریقے بیان کرتا مگر کیا کروں اَلْوَقْتُ عَزِیْزٌ والعمر قَصِیْرٌ جس قدر لکھا گیا اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

فرمان ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلاَّ هُوَ اٰخِذٌبِنَا صِیتَهَا اِنَّ رَبِی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ اخذ نامیتہ سے وہ رابطہ مراد ہے جو ممکن کو واجب تک پہنچاتا ہے۔ اور صراط مستقیم سے اس رابطہ کا دست رب کے ساتھ وابستہ ہونا مراد ہے اور چونکہ وہ رابطہ اس کے ہاتھ میں ہے فسبحان الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْت كُلِّ شَیْ ءٍ وَّ اِلَیْهِ ترجعون (یٰسین۔ ۸۳) "تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے اور اس کی طرف پھیرے جاؤ گے" اسی کی طرف اشارہ ہے جس کو یہ رابطہ مرحمت ہوتا ہے وہ تمام مخلوق کی اسرار باطن پر مطلع ہو جاتا ہے۔ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے اتباع سے محمد حسینی سلمہ اللہ یوم التناد کے دل پر ایک ایسا پر تو پڑا کہ یہ تمام حقائق و معارف اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ لوگوں کے فہم ناقص و قاصر ہونے کے سبب ہمت و غیرت جائز نہیں رکھتی کہ بلا تمیز اہل و نااہل کلام کیا جائے۔

ایک بات یاد رکھو جس کو میں بار بار کہہ چکا ہوں اور اب آخری بار پھر کہتا ہوں کہ سلوک الٰہی کا دار و مدار ان دو چیزوں پر موقوف ہے پاکیزہ نفسی اور توجہ تام جس کو یہ دونوں باتیں نصیب ہوئیں اس نے تمام سعادتوں کا لطف اٹھایا اور خدا کے فضل و کرم سے کام اس کا پورا ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

کہ آج بتاریخ اٹھائیس ۲۸ ماہ مبارک شعبان المعظم یوم سہ شنبہ ۱۳۳۵ ہجری اس کتاب خاتمہ کے ترجمہ و ترتیب سے فراغت پائی۔

























پروگریسو بکس

۴۰ بی اردو بازار، لاہور



7352795